بناتِ اربعہ

مولانا محمد نافع مدظلہ

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ وجل مجدہٗ

اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (احزاب ۵)

لے پالکوں کو ان کے باپوں کی
طرف نسبت کر کے بلاؤ یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف ہے

بناتِ اربعہ

یعنی

چار صاحبزادیاں

رضی اللہ تعالیٰ عنہن

بنات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد چار ہونے کا مدلل ثبوت۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کی سوانح اور فضائل و مناقب پر جامع و مدلل کتاب اور مسئلہ بناتِ رسول کے بارے میں

اعتراضات کا مکمل ازالہ

تألیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

ناشر : تخلیقات لاہور۔ فون 7238014
اہتمام : لیاقت علی
پرنٹرز : طیب اقبال پرنٹرز۔
سن اشاعت : جنوری 1997ء
قیمت : 200 روپے

تخلیقات

اکرم آرکیڈ، ۲۹۔ٹیمپل روڈ (صفاں والا چوک) لاہور۔ پاکستان فون: ۷۲۳۸۰۱۴

فہرست مضامین

بناتِ اربعہ

اولادِ نبویؐ شیعہ علماء کی نظروں میں

اولادِ نبوی شیعہ علماء کی نظروں میں

سوانح :- صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

سوانح حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

فہرست عنوانات سوانح سیّدہ اُم کلثوم

رضی اللہ تعالےٰ عنہا

ازالہ شبہات

فہرست عنوانات

سوانح حیات حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا

چند اہم مباحث

بحث اوّل ۔ حضرت فاطمہؓ کی رنجیدگی۔

بحث ثانی ۔ افضلیّت النساء

بحث ۳ ثالث

حضرت سیّدہ فاطمہؓ کا مالی حقوق کا مطالبہ

فہرست عنوانات

اس کا مذہب فاسد ہو گیا۔

۳ - اس نے بہت سی تصانیف کیں جن میں سے اکثر فساد پر مبنی ہیں۔

۴ - ابن الغضائری کے فرمان کے بموجب وہ علوی ہونے کے دعوی میں کذاب تھا۔ اور غالی اور بدعتی تھا۔ اس کی بے شمار کتابیں ہیں جو قابل التفات نہیں۔

۵ - اس نے "نظریہ تخمیس" اختیار کر رکھا تھا۔ "تخمیس" کے معنی ان کے علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ :- حضرت سلمانؓ فارسیؓ۔ مقدادؓ، ابوذرؓ، عمارؓ اور عمرؓ ابن امیہ الضمری۔ ان پانچ اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام عالم کے مصالح کو سونپ دیا ہے۔ (یعنی تمام عالمی امور ان کے اختیار میں دے دیئے گئے ہیں) ان نظریات کے حامل لوگوں کو مخمسہ کہا جاتا تھا۔ اور ابوالقاسم العلوی مذکور اس مسلک پہ کاربند تھا۔

۶ - ابوالقاسم مذکور کی وفات جمادی الاولیٰ ۳۵۲ھ میں ہوئی اور موضع کرمی میں جو فساہ کے علاقہ میں شیراز کے قریب ہے دفن ہوا۔ لہ

لہ ۱- رجال نجاشی از شیخ ابوالعباس احمد بن علی ابن احمد بن العباس النجاشی متوفی ۴۵۰ھ ص ۱۸۸/۱۸۹ مطبوعہ بمبئی (طبع قدیم ۱۳۱۷ھ)

۲- رجال تفرشی ص ۲۲۶ تحت علی بن احمد۔ طبع طہران۔

۳- جامع الرواۃ از محمد بن علی الاردبیلی ص ۵۵۳ جلد۔ اوّل (تصنیف ۱۱۰۰ھ) تحت علی ابن احمد

۴- منتہی المقال فی علم الرجال از محمد بن اسمٰعیل ابوعلی ص ۲۷۵، ص ۲۷۶ تحت علی ابن احمد ابوالقاسم کوفی (طبع قدیم ایران)

۵- تنقیح المقال فی احوال الرجال از شیخ عبداللہ مامقانی ص ۲۶۵ جلد۔ ۲ تحت من ابواب العین (علی ابن احمد کوفی)

مختصر یہ ہے کہ سطور بالا میں پہلے ہم نے بعض شیعہ دوستوں کے "منفردانہ اقوال" کو ذکر کیا ہے اس کے بعد ان کے اکابر علماء کی آراء کے ذریعے ان پر نقد و کلام پیش کیا ہے۔
اور اس کے بعد ناظرین پر شیعہ کے نزدیک ابوالقاسم کی دینی و علمی حیثیت واضح کر دی ہے امید ہے اب ان حضرات کے لئے اطمینان کا سامان ہو سکے گا اور ان متفردانہ اقوال کرنے والے دوستوں کی پوزیشن متعین ہو سکے گی اور ہماری طرف سے کسی تبصرہ کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ اہل فہم و انصاف کے لئے فیصلہ پر پہنچنے کی خاطر کوئی دقت نہ ہوگی۔
یاد رہے کہ:۔

"اس دور کے شیعہ ذاکرین نے جو ایک صاحبزادی ہونے کا مسئلہ اٹھایا ہے ان کے استدلال کا اصل مأخذ اور بنیادی محور یہی صاحب الاستغاثہ بزرگ ہے جس کے عقائد و اعمال و تصانیف کی تشریح ناظرین نے شیعہ اکابر کی زبانی سماعت فرمالی ہے اس مسئلہ کا اس پس منظر معلوم ہو جانے کے بعد اب کوئی باشعور عقلمند آدمی فریب نہیں کھائیگا اور اس پروپیگنڈہ سے متاثر نہیں ہوگا۔

ان معروضات کے بعد ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات الگ الگ پیش خدمت کئے جاتے ہیں سب سے پہلے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالاتِ زندگی تحریر ہیں۔ پھر بالترتیب ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال درج ہوں گے۔
(انشاء اللہ تعالیٰ)

دفع توہّمات

(دس ۱۰ عدد)

مقدمہ

از حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب سیالکوٹی زید مجدہم
سنت نگر۔ لاہور

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں صحتِ نسب قائم رکھنے کی بہت تاکید کی ہے۔ عہدِ جاہلیت میں لے پالک بیٹے اپنے اصل باپ کی بجائے پالنے والے باپ سے نسبت کیے جاتے تھے۔ یہ خلافِ واقع نسبتیں دینِ فطرت کے یکسر خلاف تھیں۔ ہندو تمدن میں نیوگ کی راہ سے کسی کی اولاد کسی کے نام آجاتی۔ اسلام نے جہاں اور بہت سی معاشرتی برائیاں دور کیں صحتِ نسب کا پاس رکھنا اور غلط نسبت سے بچنا بھی دینِ فطرت کے لیے ضروری ٹھہرایا اور یہ صحیح ہے کہ صحت مند فکر کسی دوسرے باپ کی طرف انتساب میں کوئی عزت محسوس نہیں کرتی۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

اُدعوھم لآبآءھم ھو اقسط عند اللہ (پ ۲۱ الاحزاب رکوع ۱)

" بلاؤ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے یہی انصاف ہے اللہ کے ہاں"

یہ حکم اس لیے ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں کسی پہلو سے اشتباہ و التباس واقع نہ ہونے پائے۔ سو حق یہ ہے کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔

یہ صرف مردوں کے لیے ہی نہیں کہ ان کا نسب مشتبہ نہ رہے۔ عورتوں کے

بارے میں بھی حکم یہی ہے کہ انہیں اصل باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت نہ کرو۔ قرآن کریم کے ایسے احکام اپنے عموم میں عورتوں کو شامل ہیں۔

عرب لوگ قبائل و بطون کے امتیاز میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں۔ اس جذبہ نے اسلام کی اس اصولی دعوت کے بعد ابھار چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من ادعیٰ الی غیر ابیہ وھو یعلم انہٗ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام"
سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۳۵۰، ج ۲)

اور یہ بھی فرمایا: "من ادعیٰ الی غیر ابیہ وانتمیٰ الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ المتتابعۃ الیٰ یوم القیامۃ۔" (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: "جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور نسل کا انتساب چاہا اور اسے پتہ ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو وہ جنت میں کبھی نہ جائے گا۔"

اسلام کے اس انقلابی اعلان کا اثر یہاں تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ حضرت زیدؓ جو پہلے زید ابن محمدؐ کہلاتے تھے پھر زید ابن حارثہ بن گئے اور قانون قرار پایا کہ نسبت اصل باپوں کی طرف ہی ہے۔ یہی انصاف اور حق کے زیادہ قریب ہے۔ صلۂ رحمی اسلام کی اساسی تعلیم ہے۔ اس پر عمل تبھی ہو سکتا ہے کہ لوگ رشتہ داری میں ایک دوسرے کو پہچانیں۔ پس انساب کا ضروری علم سیکھنا لازم ٹھہرا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال ومنسأۃ فی الاثر (جامع ترمذی ص۱۹ ج ۲)

ترجمہ: اپنے انساب کو جانو کہ تم اپنے رشتہ داروں میں صلۂ رحمی

بروئے کار لاسکو۔ صلۂ رحمی اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے ۔

مال میں ثروت ہے اور اثر میں دیر پا ہے ۔

اسلام کے اسی معاشرہ میں اہلِ بیت رسالتؑ نے پرورش پائی تھی ۔ دین فطرت کی آواز بناتِ رسولؐ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے کانوں میں بھی پہنچی ہوگی ۔ انہیں بناتِ رسول کہنے والے ان کے بارے میں اسلام کے اس اساسی حکم سے ہٹ کر کوئی دُوسرا فیصلہ نہ کرسکتے تھے نہ ان کے بارے میں بارے میں تاریخ کوئی دُوسرا فیصلہ دے سکتی تھی ۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ بیٹیاں توکسی اور کی ہوں اور کہلائیں بناتِ رسولؐ ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسی عنوان سے پذیرائی دیتے رہیں ۔ قرآن کریم پر اور حدیث پر اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟

اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد اگر زید ابنِ حارثہؓ زید ابنِ محمدؐ نہیں رہ سکتے تو یہ سیّدات مطہرات کسی اور کی بیٹیاں ہوکر بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے رہ سکتی تھیں ؟

قرآنِ کریم اور حدیث شریف کی ان واضح ہدایات کی روشنی میں یہ محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اُمہات المومنینؓ یا صحابہ کرامؓ ان لے پالک بیٹیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کہتے رہیں ۔ اور دینِ فطرت کو عالمی سطح پر پیش کرنے والا پیغمبر خود اپنے ہاتھوں اور اپنے گھر میں دینِ فطرت کو عمل میں نہ لاسکے ۔

سو حق یہ ہے کہ یہ تینوں سیّدات مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیٹیاں تھیں ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن آواز تو باپوں کے نام سے دی جائے اور نسبتیں غیر باپوں کے نام سے قائم رہیں اور وہ بھی پیغمبر کے گھر میں ۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ خود اہلِ بیتِ رسالتؑ تعلیم رسالت سے بے بہرہ رہیں ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
"انکم تدعون باسماء کم و اسماء اٰباءِ کُم" (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۸)
ترجمہ: بیشک تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام سے بُلائے جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نسبی شرافت کو برملا ظاہر فرماتے۔ یہ اپنوں میں اپنی بڑائی ہے اور قوم کی ایک مرکزی عظمت کا اظہار ہے۔ یہ کسی پہلو سے کوئی عیب نہیں۔ اور اس میں کوئی خودنمائی نہیں، دُوسروں کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار بے شک صحیح نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
انا انفسکم نسباً و صہراً و حسباً۔ لیس فی اٰبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح۔ (الزرقانی شرح مواہب۔ ص ۶۷، ج۔۱)

نسب کے اس امتیازی ماحول میں حضرت سیّدہ زینب، حضرت سیّدہ رقیہ اور حضرت سیدہ اُمّ کلثومؓ کا نسب چھپا رہے یہ بات کسی طرح لائق باور نہیں۔ پھر یہ ایک بیٹی کی بات نہیں۔ تینوں کی تین بیٹیاں اس مشتبہ نسب میں رہیں اور سالہا سال تک اور کسی غیر معروف گھر میں نہیں بلکہ پیغمبر کے گھر میں جو کل جہان کے لیے مثال ہوگا۔

یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں جو خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پاک بیٹے کو حضورؐ کی نسبت میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ لے پالک بیٹیوں کو کس طرح سالہا سال تک بناتِ رسولؐ کے عنوان میں اہل بیتِ رسالت میں رکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی ایسی صُورت ہوتی تو اس کے لیے اتنا ہی جلی اور واضح اعلان ہوتا جتنا حضرت زید ابنِ حارثہ کے لیے ہُوا تھا۔

باپ کی فطرت اولاد میں: اکثر دیکھا گیا ہے کہ باپ کے بدنی خصائص اور

آثار خلیات اولاد میں بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ڈاکٹر لوگ خون ملا کر اصل اور فرع کو بھانپ لیتے ہیں، باپ بیٹے کا خون عام طور پر مل جاتا ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ایک یہودی عورت (زینب بنت حارث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت لائی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے اس سے کچھ گوشت کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صورتِ حال سے اطلاع دے دی اور آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ دیکھیے صحیح بخاری جلد اوّل ص ۳۵۶ اور جلد ثانی ص ۶۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مہلک اثر سے محفوظ رہے۔ مگر صحابہؓ محسوس کرتے تھے کہ آپؐ کے تالو میں اس کے اثرات ہیں۔ محدّثین لکھتے ہیں:

ان اثر تلك اللقمه من الشاة كان باقياً لعتريه حتى الوفات۔ اذ كان يعرف ذلك بتغير لون اللهوات۔ اس زہریلے لقمے کا اثر باقی رہا۔ یہ صورت آپؐ کو وفات تک پیش آتی رہی اور یہ صورت تالو کے رنگ کی تبدیلی سے پہچانی جاتی تھی۔ وفات کے وقت آپؐ نے اس کے پورے اثر کو محسوس کیا اور اکابر صحابہؓ اس پہلو سے آپؐ کو شہید کہتے رہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا ہے۔ تو اس معنیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زہر سے شہادت ہوئی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے۔ (نشر الطیب ص ۲۰۳)

مہلک اثرات کا پہلے دبے رہنا اور وفات کے قریب پھر سے تازہ ہو جانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب میں بھی دیکھا گیا آپؐ نے اپنے سفر ہجرت میں جو تکلیفیں اٹھائی تھیں ان کا اعتراف خود لسانِ نبوت سے منقول ہے۔ حضور نے فرمایا تھا:

"نحیو نباتی اُصیبت فیَّ"

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے وفات کے وقت اس زہر کے اثرات بڑی شدّت سے محسوس کیے ۔ یہ صورت حضرت زینبؓ میں بھی دیکھی گئی ۔ وفات سے قبل ان کے وہی زخم پھر سے تازہ ہو گئے ۔ یہ ایک عجیب بدنی نسبت تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے آپؐ کی بیٹی میں منتقل ہوئی ۔ اور حضرت زینبؓ بھی شہید ہو کر ہی دُنیا سے رُخصت ہوئیں ۔

فَلَمْ تزل وجعة حتّٰی ماتت من ذٰلکُ الوجع فکانوا یرون انها شهیدةٌ ۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ۔ ص ۲۱۶)

حافظ ابن کثیر نے بھی آپؓ کے لیے "شہیدہ" کے الفاظ لکھے ہیں :

"ماتت شهیدة ۔" (البدایه والنهایة ۔ جلد ۵ ۔ ص ۳۰۸)

اس قسم کے واقعات تبلا رہے ہیں کہ حضرت زینبؓ کے بعض جسمانی حالات میں ان کے والد گرامی کے بعض جسمانی حالات کارفرما تھے ۔ یہ فطری مناسبت تاریخ کا ایک ناقابلِ انکار واقعہ ہے ۔ اور ان لوگوں کی آنکھوں کا سُرمہ ہے جو اس موضوع کو پُوری بینائی سے دیکھنا چاہتے ہیں ۔ سو اس میں ہرگز کسی پہلو سے تردّد نہیں کہ حضرت سیّدہ زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہی صاحبزادی تھیں اور آپؐ کے بدنی اثرات آپ کی بیٹی میں دیکھے گئے ۔ شہید باپ کی شہیدہ بیٹی میں یہ اثر بہت نمایاں تھا ۔ پھر آپ یہ بھی دیکھیے کہ حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بدر کے قیدیوں میں قید ہو کر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے تو حضور کا جذبہ پدری کس طرح حضرت زینبؓ کے احساسات کا ساتھ دے رہا تھا اور آپؐ اپنی بیٹی کے لیے کس قسم کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے ۔ کبھی کسی نے بیوی کی پچھلی اولاد کے بارے میں اس قسم کے جذباتِ شفقت

اُبھرتے دیکھے؟ بالخصوص جب کہ ان کی والدہ بھی موجود نہ رہی ہو اور پرورش کنندہ باپ اس کی جگہ اور کئی شادیاں کر چکے ہوں۔

حق یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد کے لیے ماں اور باپ دونوں کی شفقت کا سایہ تھے۔ حضور اکرمؐ نے اسی احساس درد سے فرمایا تھا کہ یہ میری خیر بنات ہے جسے میرے لیے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔

خیریت اور فضیلت میں فرق

وقائع بدر اور واقعاتِ ہجرت نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ حضرت زینبؓ کا یہ اذیتیں اٹھانا حضرت ابوالعاص کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ حضرت زینبؓ کی یہ اچھائی (خیر) حضرت ابوالعاص تک متعدی ہوئی اور یہ وہ صفت ہے جس میں آپ تینوں بہنوں سے ممتاز رہیں۔ حضرت سیدہ رقیہؓ اور حضرت سیدہ اُمّ کلثومؓ کے خاوند حضرت عثمانؓ پہلے سے مسلمان تھے لیکن حضرت زینبؓ کے خاوند حضرت ابوالعاص پہلے سے مسلمان نہ تھے۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ ہو کر آئے تھے پھر قید بھی ہوئے اور حضرت زینبؓ کو ان کا فدیہ مکہ سے مدینہ بھیجنا پڑا اور وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا دیا ہوا ہار تھا جو حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند کے فدیہ میں بھیجا تھا ہار کا یہ واقعہ کس طرح حضرت زینبؓ کے مدینہ آنے کا سبب بنا۔ یہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ اب حضرت ابوالعاص سے جو نیکی اور قربانی عمل میں آئے گی وہ سب حضرت زینبؓ کا ہی خیر شمار ہوگا۔ جو مختلف افراد میں پھیلتا چلا گیا تھا۔

"خیر" اور "افضل" کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیٹیوں میں افضل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا ہیں ان کی شان اپنی ذات میں بہت ارفع

اور بلند ہے لیکن خیر البنات حضرت زینبؓ ہی شمار ہوں گی۔ اپنی ذات میں فضیلت رکھنا اور بات ہے اور دوسروں تک اچھائی پہنچے۔ یہ پہلوئے خیر ہے۔

عالم کبیر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں :

فباب الخیریۃ وھی الطاعۃ للحق والمنفعۃ للخلق متعد وباب الفضیلۃ لازم۔ (شرح فقہ اکبر صـ ۸۲)

ترجمہ : خیر جو طاعت حق اور لوگوں کو نفع پہچانے کا نام ہے متعدی ہے اور فضیلت فعل لازم ہے۔

فضیلت کا دوسروں تک پہنچنا ضروری نہیں لیکن خیر کا دوسروں تک متعدی ہونا ضروری ہے۔

افضل البنات حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کی زوجہ تھیں تو خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت زینبؓ کی بیٹی حضرت امامہ (بنت ابی العاص)، سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی خیر البنات کا ہی خیر تھا جو حضرت علیؓ کو ملا اور حضرات حسنینؓ کے لیے درجہ شفقت مادری بنا۔ اور دیکھا جائے تو اس پہلو سے حضرت علیؓ بھی ذی النورین ہو گئے اور اس جہت سے خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں اور افضل البنات آپ کی زوجہ محترمہ بنیں۔

کعبۃ بیت اللہ شریف قیام کائنات کا مرکز اور مسلمانوں کا قبلہ ہے جس دن مکہ فتح ہوا اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت سیدہ زینبؓ کے بیٹے علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

توفی علی بن ابی العاص وقد ناھز الحلم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اردفہ علی راحلتہ یوم الفتح (الاصابہ - جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)
المختصر کہنا صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی جس بیٹی کو خیر البنات فرمایا اس کا خیر پُوری اُمّت تک متعدی ہوا اور اس لیے حضورؐ نے فتح مکّہ کے دن اپنے نواسہ حضرت علی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ لے پالک بیٹی یا ربیبہ کے بیٹے سے یہ لطف و محبت جو حضورؐ علی سے فرما رہے تھے تاریخ عرب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خصوصاً جبکہ وہ بیوی جس کی یہ اولاد ہو بقیدِ حیات نہ ہو اور پھر سوتیلا باپ اور نکاح بھی کر چکا ہو۔ بس حق یہی ہے کہ یہ علی حضورؐ کے حقیقی نواسے تھے۔ اور حضرت زینبؓ آپؐ کی حقیقی بیٹی تھیں اور اپنے والدِ محترم کی شفقت و محبت کی بجا طور پر حقدار تھیں۔

حضرت رقیہ اور اُمِّ کلثوم کا نکاح عتبہ و عتیبہ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح اسلام کے قوانینِ نکاح اترنے سے پہلے ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا ہوا تھا لیکن رُخصتی کی نوبت ابھی نہ آئی تھی۔ سورۃ تبت یدا کے نزول سے ابولہب سیخ پا ہو گیا اور اس کی جاہلیت اور اُبھری۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بدلہ لینے کی ایک صُورت نکالی۔ اپنے بیٹوں کو بلایا، باپ کی غیرت کا واسطہ دیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی لڑکیوں رقیہ اور اُمِّ کلثوم کو طلاق دے دو۔
عرب معاشرہ میں بیوی کی پچھلگ بیٹیاں یا لے پالک بیٹیاں کبھی غیرت یا دشمنوں کی عداوت کا موضوع نہیں بنیں اور ان کی تکلیف کبھی اس وقتی باپ کی تکلیف نہیں سمجھی گئی۔ ابولہب کا اپنے بیٹوں کا حکم دینا کہ تم رقیہ واُمِّ کلثوم کو طلاق دے دو، یہ اسی لیے تھا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اذیت پہنچے۔ وہ اس لیے انہیں طلاق نہیں دلوا رہا تھا کہ اس سے حضرت خدیجہؓ کو اذیت پہنچے۔ اونچے

گھرانوں میں پچھلگ بیٹیاں غیرت کا موضوع تو بن سکتی ہیں عداوت کا نہیں۔ عداوت انہی بچوں سے ہوتی ہے جو اس خاندان کے ہوں۔ رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر بحث تھی اور قرآن کریم آپ پر ہی اُترا تھا۔ سورۃ تبت یدا اسی میں تھی اس سے چڑ کر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی تو سوچ سکتا تھا اس سے حضرت خدیجہ کی یتیم بچیوں سے عداوت پیدا ہونے کی کوئی وجہ وجیہ نہ تھی۔

سو عتبہ اور عتیبہ کا حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو طلاق دینے کا واقعہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ حضورؐ کی ہی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ پچھلگ یا لے پالک ہرگز نہ تھیں۔ لے پالک بیٹیاں دوسرے باپ کے لیے کبھی اس طرح غیرت کا موضوع نہیں بنتیں نہ تاریخ عرب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے یہ بذاتِ خود ایک صدمہ کی بات تھی۔ اگر وہ حضرت خدیجہؓ کی پچھلگ بیٹی ہوتیں تو ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ اس کے جانے پر اب انہیں کچھ افسردگی ہونی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیثم بن حبیب الصرفی سے روایت کرتے ہیں۔

عن الهيثم عن موسٰى بن كثير ان عمر مرّ بعثمان رضى الله عنهما وهو حزين قال ما يحزنك قال الا احزن وقد انقطع الصهر بيني وبين رسول اللهؐ وذالك حدثان مات بنت رسول الله۔ (مسند امام اعظم مطبع محمدی لاہور صد ۲۰۵)

حافظ ابو بشر دولابی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب وفات رقیہؓ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:

" الحمد للہِ دفن البنات من المکرمات "

(بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے)۔

حضرت عثمانؓ کی یہ غمگینی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو منظور نہ تھی۔ آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی اُمّ کلثومؓ بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ تاریخ ولد آدم میں حضرت عثمانؓ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ ذی النورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں حضرت عثمانؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

خصائص بناتِ رسولؐ

بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت و سلوک سے رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں۔ اب جب کبھی آپس میں کوئی اُلجھن ہوگی تو کیا ایک دوسری کے خاوند کو بُرا کہے گی؟ نہیں خاوند تو دونوں کا ایک ہے' وہ ایک دوسری کے سسرال کو بُرا کہیں گی؟ نہیں سسرال تو دونوں کے ایک ہیں۔ سو یہ جذبۂ رقابت جب بھی اُبھرے گا تو ایک دوسری کے والدین کی طرف لوٹے گا، کیونکہ والدین دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہیں۔

اب غور کیجیے جو خاتون پیغمبر کی بیٹی کی سوکن ہوگی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبۂ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ مخالفت پیغمبرؐ کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی مسلم خاتون کے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس بیچاری کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتائیے ان خواتین کے

اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہوسکتی ہے ؟

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہ تھا کہ پیغمبرؐ کی بیٹی پر سوکن آ ہی نہ سکے۔ تاکہ پہلی بیوی کے جذبۂ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوگی کہ آپؐ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہوسکے اور حضورؐ کی کسی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آسکے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "الخصائص الکبریٰ" میں ایک باب باندھا ہے "باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان بناتہ لایتزوج علیھن۔" (جلد ۲ ص ۲۵۵)

جب تک حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں رہیں آپؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ پھر جب تک حضرت ام کلثومؓ آپؓ کے نکاح میں رہیں آپؓ نے اور نکاح نہیں کیا۔ جب تک حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔

اُم کلثومؓ بنتِ رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے بھی اور نکاح کیے اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے بھی اور نکاح کیے۔ یہ صورتِ حال کھلی اتفاقی شہادت ہے کہ حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیٹیاں تھیں۔ اگر یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی پچھلگ بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح میں ہونے سے حضرت عثمان کے لیے اور نکاح کرنا منع نہ ہوتا۔ حضرت ام کلثومؓ کے بعد آپ نے کئی نکاح کیے۔ فاطمہ بنتِ ولید، فاختہ بنتِ غزوان۔ رملہ بنت شیبۃ اور نائلہ سب آپ کی بیویاں تھیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر دے

اور آپ کی مساعی جمیلہ کو اور نافع بنائے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی چاروں صاجزادیوں کے حالات، کمالات اور درجات ایسے محققانہ اور نفیس پیرائے میں بیان فرمائے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت واقعی اس عہد کا ایک نہایت اہم علمی اضافہ ہے۔ مولانا کا انداز بیان محض تبلیغی نہیں تحقیقی بھی ہوتا ہے۔ ایک مؤرخ کی حیثیت میں آپ بات کی آخری تہہ تک اُترتے ہیں؛ "رُحماء بینھم" کے بعد آپ کی یہ تحقیقی پیشکش بیشک دُنیائے علم پر ایک عظیم احسان ہے۔ رب العزت آپ کی ان مساعی کو مشکور فرمائیں اور آپ کو ہر فتنہ اور ہر عین لامہ سے محفوظ فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے رشتہ داروں کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ اس کے پڑھنے سے قارئین اپنے دلوں میں ان نفوسِ کریمہ کی مزید عظمت و عقیدت محسوس کریں مؤلف کے عقیدہ محبت اہلِ بیت اور اس کے اخلاصِ عمل کی ایک کھلی شہادت ہے۔ اُمید واثق ہے کہ قارئین اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے دلوں میں ایک غیر معمولی سکون و طمانیت محسوس کرینگے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قرابتداروں کا خاصہ ہے کہ ان کے حالات سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت بڑھتی ہے۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ
حال وارد پاکستان۔ (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی
سید الاولین والاخرین امام الرسل وخاتم النبیین
وعلی ازواجہ المطہرات وبناتہ الاربعۃ الطاہرات
الطیبات زینبؓ ورقیۃؓ وام کلثومؓ وفاطمۃ وعلی اہل بیتہ
وجمیع اصحابہ واتباعہ باحسان الی یوم الدین

ضرورت تالیف

تالیف ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہارؓ صاحبزادیوں کے سوانح اور سیرت تحریر کرنے کا ارادہ ہے (بعونہ تعالیٰ)۔ بعض لوگ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے حق میں افراط و تفریط کرتے ہوئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو حقیقی دختر شمار کرتے ہیں اور باقی تین صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو آنجنابؐ کی حقیقی اولاد شریف سے خارج گردانتے ہیں۔ اور ان کو ربائب اور لے پالک بیٹیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔
جبکہ فرمان خداوندی اس طرح ہے کہ :۔

ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله (سورہ احزاب : ۵)
یعنی لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پورا انصاف ہے۔

چنانچہ فرمان خداوندی کا تقاضا ہے کہ اولاد کو اپنے آباء کی طرف منسوب کریں اور غیر آباء کی طرف انتساب ہرگز نہ کریں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہی حکم ہے۔

بنا بریں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بنات ثلاثہ کو دوسرے آباء کی طرف منسوب کرنا نہایت ناروا طریق ہے اور شریعت کی تعلیمات کے بالکل برعکس رویّہ ہے۔

یہ دور بڑا پُر فتن اور ابتلاء و آزمائش کا دور ہے۔ اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے۔ اسلام کے واضح مسائل اور مُصدّقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ کی جا رہی ہے۔ اور مسلّمہ معتقدات کو مسخ کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ اولادِ نبویؐ کو بڑی بے باکی سے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدّس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ ان کے وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں ضروری سمجھا گیا ہے کہ سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہار صاحبزادیوں کے نسب شریف کو صحیح طور پر پیش کیا جائے اور پھر ہر ایک صاحبزادی کے سوانح اور سیرت کو الگ الگ مرتب کیا جائے تاکہ ان مخدرات طاہرات کا عالی مقام واضح ہو سکے۔

ترتیب مضامین

اب ان مضامین کو مندرجہ ذیل طریقے پر پیش کرنے کی صورت اختیار کی گئی ہے۔

ابتدائی امور کے بعد سب سے پہلے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر خیر، ان کے سابق ازواج اور ان کی اولاد کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اولاد ہوئی، اس کو درج کیا گیا ہے اس کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے فضائل و مناقب کو بھی بیان کر دیا گیا ہے اور یہ مضامین فریقین کی کتابوں سے مرتب کیئے گئے ہیں خصوصاً شیعہ کی چودہ ۱۴ عدد معتبر کتب سے ہر چہار بنات کا ثبوت اور ان کا تذکرہ بقدر ضرورت نقل کر دیا گیا ہے۔

بعد ازاں علی الترتیب ہر چہار صاحبزادیوں کے سوانح اور حالات زندگی تحریر کئے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ازالہ شبہات کے عنوان سے قابل اعتراض چیزوں کے جوابات بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوانح کے آخر میں چند ضروری مباحث لکھے گئے ہیں جن میں حضرت فاطمہ رض کے سوانح اور فضائل سے متعلق اہم گوشوں کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔

آخر کتاب میں "دفع توہمات" کا ایک عنوان ہے جس میں بعض لوگوں نے "توحد بنت الرسول" پر جو اپنے مزعومات تحریر کیے ہیں۔ ان کو مستحسن طریقہ سے زائل اور ان کے خام مظنونات کو شائستہ طرز سے مسترد کر دیا گیا ہے اور جو چیزیں قابلِ جواب معلوم ہوئیں ان کو صاف کر دیا گیا ہے۔ (بتوفیقہٖ تعالیٰ)

مزید برآں واضح رہے کہ ہم نے بیشتر مقامات پر سُنی و شیعہ ہر دو فریق کی کتب سے قابلِ اعتماد مواد پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ناظرین کرام کو ان مباحث کے سمجھنے میں سہولت میسر آسکے اور قلبی اطمینان نصیب ہو۔ اور "مسئلہ نیابت" میں جو صحیح مسلک ہے اس سے آگاہ ہو سکیں۔

"اصل استدلال"

"بنات اربعہؓ" (یعنی چار صاحبزادیاں) کے مسئلہ میں بنیادی استدلال قرآن مجید سے ہے۔ چنانچہ پردہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین

یدنین علیھن من جلابیبھن .... الخ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر اپنی چادریں .... الخ

پردہ کا حکم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع ازواج مطہرات جناب کی سب "صاحبزادیوں" اور اہل اسلام کی تمام خواتین کے لئے ہے قرآن مجید کی یہ صریح عبارت تبلا رہی ہے کہ آنجنابؐ کی ازواجِ مطہرات اور آنجنابؐ کی صاحبزادیاں زیادہ ہیں۔ ایک نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی عورتیں بے شمار ہیں۔

عبارۃ النص کو چھوڑ کر اس میں تاویل و توجیہہ کرنا قرآن مجید کے واضح مضمون کا صاف انکار ہے جو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

آیت ہذا میں "ازواج و بنات" اور "نساء" تینوں صیغے جمع کے مذکور ہیں اور جمع کے معنی میں ہی یہاں مستعمل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک مثلاً "بنات" کو واحد کے معنی میں مراد لیا جائے اور تعظیماً جمع کی تاویل کر دی جائے تو اس تاویل کی بنا پر ایک دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نبی اقدسؐ کی زوجہ محترمہ بھی ایک ہی تھی اور قرآن میں جہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ازواج کے الفاظ وارد ہوتے ہیں مثلاً "وازواجہ امھاتھم"

اور" قل لازواجک" وغیرہ تو ان مقامات میں ایک زوجہ مراد ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً وارد ہوا ہے۔ اس کا یہ استدلال جس طرح سو فیصد غلط ہے۔ اسی طرح بنات طاہرات کے حق میں آیت مذکورہ سے ایک دختر کی تاویل کرنا اور جمع کے صیغہ کو تعظیماً بنانا بھی درست نہیں۔

جہاں بعض مقامات پر لفظ جمع کو واحد کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے وہاں دوسرے قرائن اس کے مؤید و معاون ہوتے ہیں تب وہاں تاویل درست ہوتی ہے۔ مگر یہ صورت یہاں نہیں ہے اور اس نوع کے قرائن یہاں مفقود ہیں۔ بلکہ یہ تاویل یہاں احادیث صحیحہ، اسلامی تاریخ، اور انساب وغیرہ سب کے متعارض ہے۔

ایک قاعدہ

قاعدہ یہ ہے کہ" الاخذ بالنص مقدم علی الاخذ بالاستنباط"

یعنی کسی مسئلہ کو نص صریح سے ماخوذ کرنا اس کے استنباط کرنے سے مقدم ہوتا ہے"

فتح الباری شرح بخاری صـ ۲۲۹ ج - ۹

کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنۃ لحال زوجھا

تو آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے تعدد اور ایک سے زیادہ ہونے کا مسئلہ قرآنی نص سے صریحاً ثابت ہے یہاں کسی تاویل اور استنباط سے ثابت کرنا درست نہیں۔

اس مسئلہ کے اثبات کے لئے آئندہ جتنا قدر ہم مواد پیش کر رہے ہیں احادیث صحیحہ سے ہو یا رجال کی کتابوں یا انساب سے یا اسلامی تاریخ سے یہ سب نص قرآنی مذکور کی تائید کے طور پر ہے۔

اب ہم ترتیب مذکور کے موافق حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات پہلے ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ہر چہار بنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال حسب ترتیب درج ہونگے اور کتاب کے آخر میں" اہم مباحث" اور" دفع توہمات" کا ذکر کیا جائے گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات

حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد بن اسد ایک مشہور و معروف خاندان (بنی اسد) سے تعلق رکھتی تھیں آپ نہایت شریف اور باوقار خاتون تھیں۔
ان کو قدرت کی طرف سے اپنے دور میں تموّل اور مالداری نصیب تھی۔
خاندانی شرافت اور اپنے بلند کردار کی وجہ سے بڑی معزز اور محترم سمجھی جاتی تھیں۔
خوش بخت اور صالحہ خواتین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

سابق ازواج

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف زوجیت سے قبل حضرت خدیجہؓ نے دو خاوندوں سے نکاح کیے تھے ان کا مختصر سا ذکر ذیل میں درج ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک خاوند کا نام "ابوھالہ" (ہند بن نباش بن زرارۃ) تھا۔ اس سے ایک لڑکا "ہند بن ابی ہالہ) اور ایک لڑکی "ہالۃ بنت ابی ہالہ" پیدا ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک دوسرے خاوند کا نام "عتیق بن عائذ مخزومی" تھا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "ہند" تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی یہ تمام اولاد سردرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تزویج سے قبل پیدا ہوئی یہ اولاد اہل سنّت اور شیعہ علماء دونوں فریق نے تسلیم کی ہے۔ اور اپنے اپنے مقام پر ذکر کی ہے البتہ یہاں اتنی بات مؤرخین میں قابل اختلاف رہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح پہلے عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا یا پہلے ابوہالہ اُسیدی کے ساتھ ہوا اور بعد میں عتیق کے ساتھ بہرکیف ان سے جو اولاد ہوئی وہ درج کی گئی ہے اور اس مقام میں مشہور اقوال کے مطابق یہ اولاد ذکر کی گئی ہے۔ ورنہ یہاں دوسرے

اقوال بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۹ ج۹ تحت باب فضل خدیجہ بنت خویلدؓ۔

۲۔ کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص۷۸-۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم

۳۔ طبقات ابن سعد ص۸ ج۸ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

۴۔ انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۶ ج۱ تحت ازواج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم وولدہٖ

۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج۷ ص۷۱ کتاب النکاح باب تسمیۃ ازواج النبیؐ ......الخ

(شیعہ) ۱۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری الشیعی ص۳۶۷ ج۱ باب اوّل تحت نور مولودی

(شیعہ) ۲۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی الشیعی ص۷۲۸ ج۲ باب ۵۲ تحت بیان عدد زنان آنحضرت صلعم طبع نول کشور لکھنؤ۔

تنبیہ :۔ اہل تحقیق کی اطلاع کے لیے یہاں یہ درج کرنا مناسب ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے سابق خاوند عتیق کے والد میں اختلاف ہے کہ عابد ہے (با کے بعد دال مہملہ ہے) یا عائذ (ہمزہ کے بعد ذال معجمہ ہے)۔ اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو شرح مواہب اللدینہ للشیخ محمد الزرقانی رح ص۲۰۰ ج۱ تحت تزوجہ علیہ السلام خدیجہ رضؓ ملاحظہ فرماویں۔

یہاں شیخ موصوف نے عمدہ تحقیق ذکر کی ہے۔

شرف زوجیّت اور خدیجہؓ کی عظمت

(۱) سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر جب چالیس برس کے قریب پہنچی تو ان کے بخت نے یاوری کی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف شرافت و صداقت اور دیانت و امانت کے چرچے ان کو پہنچے تو انھوں نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے ہاں از خود ہی ابتدائی پیغام نکاح بھجوایا کہ آنجنابؐ ان کو تزویج کے لئے منظور فرمالیں۔ آنجنابؐ نے خدیجہؓ کی درخواست منظور فرمالی اور اس دور کے دستور کے مطابق یہ نکاح حضرت خدیجہؓ کے چچا عمر بن اسد کی اجازت سے ۱۲ ؍ اوقیہ کے عوض میں منعقد ہوا اور اس طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو یہ شرف زوجیّت نصیب ہوا۔

(۲) سردار دو عالمؐ کی عمر مبارک نکاح کے وقت پچیس ۲۵ برس یا بقول بعض تیئس برس کی تھی اور یہ اعلان نبوت سے پہلے کا دور ہے بقول حکیم ابن حزام حضرت خدیجہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں پندرہ برس بڑی تھیں۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

---

۱ ۔ طبقات ابن سعد ص ۹-۱۰ ج ۔ ۸ تحت ذکر خدیجہؓ ۔ طبع اوّل ۔ لیڈن

۲ ۔ طبقات ابن سعد ص ۸ ج ۔ ۸ تحت ذکر خدیجہؓ طبع اوّل لیڈن

۳ ۔ الاصابہ ص ۲۷۴ ج ۔ ۴ تحت ذکر خدیجہؓ معہ الاستیعاب ۔

۴ ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۔ ۸ تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم ۔

(۳) پھر دورِ نبوت و رسالت شروع ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال رفاقت کا جو ثبوت پیش کیا وہ محدثین و علمائے سیرت اور اسلامی مؤرخین نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے اہل علم حضرات ان تفصیلات سے بخوبی واقف ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور کی مشکلات میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ[رض] کی استقامت اور غم گساری کو کئی عنوانات کے ساتھ علماء فن نے ذکر کیا ہے۔
صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ :-

ھی التی وازرته علی النبوة وجاھدت معه و واسته بنفسھا ومالھا" الخ[1]

مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ[رض] نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات نبوت میں خوب مدد کی اور تقویت کے سامان مہیا کیے اور آنجناب[ص] کے ساتھ مجاہدات کشی میں شامل رہیں۔ اور آپ[ص] نے مال و جان کے ساتھ آنحضور[ص] کی غمخواری کی اور ہر مرحلہ پر آپ[ص] کی خیر خواہی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان کا کمال ایثار تھا جو مشکل ترین وقت میں اسلام کی تبلیغ و ترویج میں مدد و معاون ہوا۔

(۴) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ[رض] کی ایک فضیلت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے اور جبرائیل کی طرف سے خدیجہ پر "سلام" کہیں اور انہیں جنت میں ایک عالی شان مکان کی

۱۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بشارت دیں۔

فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جانب سے خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی طرف سلام کا ارسال کیا جانا اور اس دنیا میں جنّت کے اندر ایک عالی شان مکان کی بشارت کا دیا جانا ان کے حق میں ایک بہت بڑی عظمت اور فضیلت کی چیز ہے۔

(۵) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ "خدیجہؓ کے لئے جنّت میں ایسے مکان کی خوشخبری دی گئی ہے کہ جہاں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ وہاں تھکان محسوس ہوگی"[۵]

(۶) زاد المعاد میں حضرت خدیجہؓ کی ایک اور بڑی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا حتّٰی کہ سیّدہ خدیجہ رضؓ کا انتقال ہوگیا۔

یہ ان کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے اور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو ان کا مقام تھا اس کی یہ علامت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

---

۱ ۔ بخاری شریف ص۵۳۷ ج۲ کتاب النکاح باب غیرۃ النساء و وجدھن

۲ ۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳ ۔ زاد المعاد لابن قیم ص۲۶ ج۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴ ۔ جامع مسانید الامام الاعظم ص۲۰۷ ج۔ اوّل۔ الفصل الرابع فی الفضائل۔ طبع اوّل۔ دکن

۵ ۔ زاد المعاد لابن قیم ص۲۶ ج۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۷) حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف قریباً چوبیس سال اور چند مہینے رہا۔ نبی اقدس[۱] کے چچا ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد ماہ رمضان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کا مکہ شریف میں انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کے قریب تھی اور یہ ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے کا واقعہ ہے۔

(۸) ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس رفیقۂ حیات کی جدائی پر نہایت صدمہ اور ملال ہوا[۲]۔ "حجون" کے مقام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے دفن کا انتظام کیا گیا ہے۔ جس وقت قبر مبارک تیار ہو گئی تو خدیجہ رض کو قبر میں اتارنے کے لئے سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس قبر میں داخل ہوئے۔ حکیم[۱] ابن حزام بھی اس تدفین میں آنجناب[۳] کے

۱۔ المعارف لابن قتیبہ ص ۵۹
تحت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تاریخ ابن جریر طبری ص ۲ ج ۱۳
المنتخب من کتاب ذیل المذیل لابی جعفر الطبری

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸
تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم

(حاشیہ) [۱] قولہ حکیم ابن حزام۔ ان کا پورا نام حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے سگے برادر زادہ ہیں یعنی خدیجۃ الکبریٰ رض حضرت حکیم ابن حزام کی عمہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

ساتھ تھے۔ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم شرعی نازل نہیں ہوا تھا۔ (ولم تکن شرعت الصلوٰۃ علی الجنائز۔")

۱ - طبقات ابن سعد صـ۱۱ ج ۸ تحت ذکر خدیجہ رض ۔

۲ - الاصابہ صـ۲۷۶ ج ۴ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰ رض ۔

(۹) ایک فضیلت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے حق میں یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریمؑ بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :۔

"مریمؑ اپنے دور کی تمام عورتوں سے بہترین عورت ہیں اور خدیجہ رض بنت خویلد اپنے دور کی خواتین میں سے بہترین خاتون ہیں۔"

۱ - المصنف لعبد الرزاق صـ ۴۹۲/۴۹۳ جلد سابع تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) محترمہ ہیں۔ علمائے فن نے ان کی خصوصی چیز یہ ذکر کی ہے کہ موصوف "مولود فی الکعبہ" ہیں۔ یعنی ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رض کے متعلق مشہور ہے کہ ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت حکیم ابن حزام بھی بیت اللہ میں پیدا ہوئے تھے آپ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے تھے۔

"...... وحکیم ھذا ولد فی الکعبۃ"

۱ - { کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی صـ۱۷۶ تحت عنوان الندماء من قریش

۲ - { الاصابہ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر صـ۳۴۸ تحت حکیم ابن حزام ابن خویلد ۔

۳ - الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ صـ۵۹۱ تحت حکیم بن حزام

۲۔ بخاری شریف ص۵۳۸ جلد اوّل
باب تزویج النبی صلّی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

۳۔ مسلم شریف ص۲۸۴ جلد ۲ باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا

۴۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ الفصل الاوّل
باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یہ ارشاد نبوی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مقام کو اپنے دور کی تمام خواتین سے فائق کرتا ہے۔ اور اس ارشاد کو نقل کرنے والے حضرت علی کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق مزید تشریح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے بعد اہم مباحث میں انشاء اللہ ذکر کی جائے گی۔

حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رض سے اولادِ نبوی ص

سرارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے شرف زوجیت میں ان کو سبقت حاصل ہے۔ اور پھر آنجناب[۱] کی تمام اولاد ماسوائے صاحبزادہ ابراہیم کے ان سے متولد ہوئی۔

۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۲۰ ج۹ باب فضل خدیجہ بنت خویلد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے چند مناقب وفضائل ذکر کرنے کے بعد اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ان کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اولادِ نبوی محدثین کے نزدیک

حضرات محدثین نے آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے مسئلہ کو کئی عنوانات کے تحت مفصل ذکر کیا ہے مشہور محدث ہیثمی رح نے اپنی عبارت میں اس مسئلے کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدیجۃ الکبری رض کے بطن مبارک سے پہلے صاحبزادے قاسم رض متولد ہوئے یہ آپ کی تمام اولاد میں سے بڑے تھے پھر صاحبزادی زینب رض پیدا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے ان کو طیب و طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور پھر صغر سنی میں فوت ہو گئے۔ پھر صاحبزادی ام کلثوم رض پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رض پیدا ہوئیں۔ بعدہٗ حضرت رقیہ رض متولد ہوئیں۔ اس ترتیب سے یہ اولاد متولد ہوئی (بقول بعض یہ ترتیب ہے)۔

پھر مکہ شریف میں پہلے صاحبزادہ قاسم رض فوت ہوئے۔ اور ان کے بعد عبداللہ فوت ہوئے۔ (رواہ طبرانی ورجالہ ثقات)

۱۔ { مجمع الزوائد للہیثمی جلد نہم ص ۲۱۷
باب فی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم }

ایک معذرت

قارئین کرام کی خدمت میں اس موقع پر ایک معذرت پیش خدمت ہے وہ یہ ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف چار صاحبزادیوں کے سمیت ہمارے بے شمار محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کی ہے۔ یہاں صرف علامہ ہیثمی کا حوالہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے ورنہ صحاح ستہ اور غیر صحاح ستہ میں ان کا ذکر اپنی اپنی جگہ میں لاتعداد مقامات پر ملتا ہے۔

۲۔ بخاری شریف ص۵۳۸ جلد اوّل
باب تزویج النبی صلّی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

۳۔ مسلم شریف ص۲۸۴ جلد۲ باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا

۴۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ الفصل الاوّل
باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یہ ارشاد نبوی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مقام کو اپنے دور کی تمام خواتین سے فائق کرتا ہے۔ اور اس ارشاد کو نقل کرنے والے حضرت علی کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس مسئلہ کے متعلق مزید تشریح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے بعد اہم مباحث میں انشاء اللہ ذکر کی جائے گی۔

حضرت اُم المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اولادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سرارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے شرف زوجیت میں ان کو سبقت حاصل ہے۔ اور پھر آنجناب کی تمام اولاد ماسوائے صاحبزادہ ابراہیم کے ان سے متولد ہوئی۔

۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۲۰ ج۹ باب فضل خدیجہ بنت خویلد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چند مناقب وفضائل ذکر کرنے کے بعد اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ان کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اولادِ نبوی محدّثین کے نزدیک

حضرات محدثین نے آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے مسئلہ کو کئی عنوانات کے تحت مفصل ذکر کیا ہے مشہور محدّث ہیثمیؒ نے اپنی عبارت میں اس مسئلے کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بطن مبارک سے پہلے صاحبزادے قاسمؓ متولد ہوئے یہ آپؐ کی تمام اولاد میں سے بڑے تھے پھر صاحبزادی زینبؓ پیدا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے ان کو طیبؓ طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور پھر صغر سنی میں فوت ہو گئے۔ پھر صاحبزادی ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔ بعدہٗ حضرت رقیہؓ متولد ہوئیں۔ اس ترتیب سے یہ اولاد متولد ہوئی (بقول بعض یہ ترتیب ہے)۔

پھر مکہ شریف میں پہلے صاحبزادہ قاسمؓ فوت ہوئے۔ اور ان کے بعد عبداللہ فوت ہوئے۔ (رواہ طبرانی ورجالہ ثقات)

۱۔ { مجمع الزوائد للہیثمی جلد نہم ص۲۱۷
باب فی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم }

ایک معذرت

قارئین کرام کی خدمت میں اس موقع پر ایک معذرت پیش خدمت ہے وہ یہ ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف چار صاحبزادیوں کے سمیت ہمارے بے شمار محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کی ہے۔ یہاں صرف علامہ ہیثمی کا حوالہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے ورنہ صحاح ستہ اور غیر صحاح ستہ میں ان کا ذکر اپنی اپنی جگہ میں لاتعداد مقامات پر ملتا ہے۔

اولادِ نبوی ؐ

سیرت نگاروں کے نزدیک

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے اولاد کے مسئلہ کو ابن ہشام نے "سیرت نبویہ" میں ایک مستقل عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد صاحبزادہ ابراہیم رضؓ کے بغیر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے پیدا ہوئی۔ قاسم رضؓ (ان کے نام سے آپ کی کنیت "ابو القاسم" جاری ہوئی۔ طیب رضؓ اور طاہر رضؓ پھر زینب رضؓ اور رقیہ رضؓ ام کلثوم اور فاطمہ رضؓ متولد ہوئیں۔

۱۔ سیرۃ نبویہ لابن ہشام ص۱۹۰ ج اول
تحت حدیث تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا واولادہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجہ رضؓ

۲۔ کتاب الثقات لابن حبان ص۴۶، ۴۷
جلد اول طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ حیدر آباد دکن
تحت ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام

روایت مذکور بالا میں کچھ معمولی سا اختلاف مذکور ہے تاہم یہ چیز مسلم ہے کہ آنجناب ؐ کی چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں اور یہ حضور اکرم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ کسی دیگر خاوند سے نہیں کہ ان کو "لے پالک" کے الفاظ سے ذکر کیا جائے۔

مشہور سیرت نگاروں میں سے ایک حافظ ابن قیم رحؒ بھی ہیں انھوں نے سیرت نبویہ ؐ کو "فقیہانہ طرز" پر مرتب کیا ہے اس میں ایک مستقل فصل حضرت رسالتمآب صلی اللہ

علیہ وسلم کی اولاد کریم کے لئے ذکر کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے پہلے پہلے صاحبزادہ قاسمؓ متولد ہوئے انہیں کے نام سے حضور صلعم کی کنیت "ابوالقاسم" مشہور ہوئی۔ یہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنا زمانہ زندہ رہے کہ سواری پر سوار ہونے کے قابل ہو گئے تھے پھر حضرت زینبؓ متولد ہوئیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ قاسمؓ سے بھی بڑی تھیں پھر رقیہؓ ام کلثوم اور فاطمہ متولد ہوئیں۔

.... وھولاء کلھم من خدیجۃ "

یعنی مندرجہ بالا تمام اولاد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہوئی اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے بغیر دوسری ازواج مطہرات سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی پھر اس کے بعد مدینہ شریف میں آپؐ کی ایک خادمہ مسماۃ "ماریہ قبطیہ" سے (جس کو المقوقس نے ہدیتاً ارسال کیا تھا) صاحبزادہ ابراہیمؓ پیدا ہوئے یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ ابورافع نے حاضر ہو کر ابراہیمؓ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ اس بشارت پر ابورافع کو آپؐ نے ایک غلام عنایت فرمایا۔ یہ صاحبزادہ ابراہیمؓ صغر سنی میں فوت ہو گئے تھے ابھی ان کا دودھ نہیں چھڑایا گیا تھا .... [1]

۱۔ } زاد المعاد لابن قیم ص۲۶-۲۵ ج - اول
فصل فی اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات محدثین اور علمائے سیرت کے بیانات کے بعد اب علمائے انساب کے بیانات ذکر کئے جاتے ہیں انہیں بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کی چاروں بیٹیوں کے رسالت مآبؐ کی حقیقی اولاد ہونے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اولاد نبوی ﷺ

علمائے انساب کے نزدیک

اہل علم حضرات تو اس مسئلہ کو جانتے ہیں لیکن عام دوستوں کے لئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ علمائے انساب اپنی انساب کی تصانیف میں قبائل کے نسب بیان کرتے ہیں اور ان کی اولاد کے جو کچھ شجرے ذکر کرتے ہیں یہ سب کچھ فن تاریخ کے اعتبار سے ذکر کیا جاتا ہے اس میں کسی فرقے (مثلاً شیعہ یا سنی کے فکری نظریات) کے اعتبار سے نسب نہیں بیان کئے جاتے اور ان نسبی تفاصیل میں مذہبی رجحانات کا دخل ہرگز نہیں ہوتا۔

کتب انساب میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ محض تاریخی معلومات کی حیثیت سے مدون و مرتب کیا جاتا ہے۔

اس گزارش کے بعد عرض ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے تولد ہوئی تھی اس کا ذکر ہم انساب کے اکابر علماؒ سے نقل کرنا چاہتے ہیں اور اس طریقہ کار میں مقصد یہ ہے کہ ناظرین کرام کے لئے علی وجہ البصیرۃ یہ بات واضح ہو جائے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے متعلق جو کچھ آج کل ذاکرین کرام لوگوں میں نشر کر رہے ہیں یعنی یہ کہ حضرت رسالتمآب کی تین صاحبزادیاں آنجنابؐ کی حقیقی اولاد نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد تھیں۔ یا حضرت خدیجہؓ کی خواہر زادیاں تھیں، سراسر جھوٹ ہے۔ یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور نبی پاکؐ کی اولاد پر افتراء ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنوں کے ساتھ غلط سلوک کیا جا رہا ہے یہ تینوں

صاحبزادیاں رسالتمآبؐ کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور یہ تینوں جناب خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے متولد ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں تھیں۔

اس مسئلہ کو قارئین کرام اس فن کے کبار علماء کی کتب کے ذریعے تحقیق فرما کر تسلی کر لیں۔ ذیل میں علمائے انساب کی تحقیقات اس مسئلے پر ایک ترتیب سے پیش کی جاتی ہیں۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ علماء انساب کے چھ عدد حوالہ جات حاضر خدمت ہیں۔ اور یہ کتابیں اس فن میں قدیم مآخذ کے درجہ میں شمار کی جاتی ہیں۔

①

طبقات ابن سعد میں ہے کہ :-

"کان اوّل من ولد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ قبل النبوۃ القاسم وبہ کان یکنی ثم ولد لہ زینب ثم رقیۃ ثم فاطمۃ ثم ام کلثوم ثم وولد لہ فی الاسلام عبد اللہ فسمی الطیب والطاھر وامّھم جمیعاً خدیجۃ بنت خویلد بن اسد"

۱- طبقات ابن سعد ص ۸۵ ج۔ اوّل۔ قسم اوّل تحت ذکر اولاد رسول اللہؐ وتسمیتہم۔

۲- طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج۔ ۸ تحت ذکر عدد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی نبوت سے پہلے مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپؐ کے پہلے

فرزند قاسم پیدا ہوئے ان کے ساتھ آنجناب کی کنیت "ابوالقاسم" جاری ہوئی پھر جناب کی صاحبزادی زینب پیدا ہوئی پھر صاحبزادی رقیہ پھر فاطمہ پھر ام کلثوم پھر اسلام کے دور میں آپ کے صاحبزادہ عبداللہ متولد ہوئے انہیں کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔
اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲

قدیم علمائے انساب میں سے "المصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ" نے اپنی مشہور تصنیف "نسب قریش" میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد شریف (جو خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے :-

...... و اما خدیجۃ بنت خویلد، فولدت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وکان یقال لہ "الطاہر" و "الطیب" ولد بعد النبوۃ ومات صغیرًا، واسمہ عبداللہ و فاطمۃ و زینب و ام کلثوم، ورقیۃ، بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱- { نسب قریش للمصعب زبیری ص ۲۳۱ تحت ولد اسد بن عبد العزیٰ

یعنی خدیجہ بنت خویلد کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحبزادے "القاسم" اور "الطاہر" جنہیں طیب بھی کہا جاتا تھا جو بعد از نبوت پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں فوت ہو گئے اور جن کا نام عبداللہ تھا) اور تین صاحبزادیاں فاطمہ، زینب،

اُم کلثوم اور رقیہ متولد ہوئیں رضوان علیہم اجمعین۔

(۳)

ابو جعفر (۲۴۵ھ) بغدادی مشہور النسابہ ہیں انھوں نے اپنی مشہور تصنیف "المحبّر" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اولاد شریف کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے حالات کے تحت لکھتے ہیں:۔

"فولدت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وزینب وام کلثوم وفاطمۃ وعبد اللہ وھو الطیب اسم واحد وکان علیہ السلام یوم تزوجھا ابن خمس وعشرین سنۃ وھی بنت اربعین سنۃ۔"

۱۔ { کتاب المحبّر ص۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی جعفر محمد بن حبیب البغدادی۔ طبع اوّل دکن۔

یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجۃ الکبریٰؓ سے القاسم، زینبؓ، ام کلثوم، فاطمۃؓ اور عبد اللہ (جن کا نام الطاہر وطیب ہے) پیدا ہوئے۔ تزویج کے وقت آنجنابؐ کی عمر پچیس[۲۵] برس اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس[۴۰] برس تھی۔

(حاشیہ) قولہ فولدت للنبیؐ...... الخ

ابو جعفر بغدادی نے اس مقام (احوال ازواج رسول اللہ) میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف (جو خدیجہؓ سے پیدا ہوئی) ذکر کی ہے۔ یہاں صاحبزادیوں کے مبارک اسماء

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۴)

اس فن کے مشہور و معروف عالم ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) اپنی کتاب "المعارف" میں اولاد نبویؐ کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

"وولد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ القاسم وبہ کان یکنی والطاھر وطیب وفاطمۃ وزینب ورقیۃ وام کلثوم ومن ماریۃ القبطیۃ ابراھیم"

(المعارف لابن قتیبۃ ص۶۱ تحت اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف خدیجہؓ سے یہ تھی۔ القاسمؓ انہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے متعلق اتنی وضاحت کی ضرورت ہے کہ یہاں اصل مسودہ میں سے ناقل سے فروگذاشت ہو گئی ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ صاحب کتاب "المحبّر" نے آگے چل کر دوسرے مقام میں جہاں (اسماء النسوۃ المبایعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی ھاشم) ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے۔

بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینبؓ وام کلثومؓ وفاطمہؓ ورقیہؓ وصفیہ عبدالمطلب" یعنی یہاں چاروں صاحبزادیوں کے نام حضرت رقیہؓ سمیت ذکر کئے گئے ہیں۔ (منہ)

۱۔ کتاب المحبر ص۴۰۶

تحت اسماء النسوۃ المبایعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔ الخ

کے نام سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی، طاہر اور طیب، فاطمہ، زینب، رقیہ اور ام کلثوم۔ اور صاحبزادہ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے۔

۵

تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم انساب احمد بن یحییٰ بلاذری (المتوفی ۲۷۷ھ / ۲۷۹) نے اس فن کی اپنی کتاب "انساب الاشراف" جلد اول میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے "ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ" خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد کو ازواج میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے پھر ساتھ ہی ان کی اولاد کو نمبروار تحریر کیا ہے۔

۱۔ خدیجہؓ سے آنجنابؐ کے صاحبزادے قاسم بن رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔

۲۔ اس کے بعد حضرتؐ کی صاحبزادی زینبؓ متولد ہوئیں یہ آنجنابؐ کی تمام صاحبزادیوں سے بڑی تھیں ان کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یعنی ہالہ بنت خویلد بن اسد کے بیٹے تھے۔

۳۔ پھر خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔

۴۔ اور خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۵۔ اور خدیجہؓ سے فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔

بلاذری نے یہاں ہر ایک کے احوال کی تفصیل دے دی ہے[1]

---

[1] کتاب انساب الاشراف ص ۳۹۶/۳۹۷ ص ۴۰۱/۴۰۲ جزء اول تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ =

صفحہ 58 تا

۶

ابن حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب "جمهرة انساب العرب" میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کا ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

"هذا نسب عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف"

اس کے تحت بعبارت ذیل مسئلہ ہذا ذکر کیا ہے۔

"وكان له عليه السلام من البنات زينبؓ اكبرهن وتاليها رقية وتاليها فاطمةؓ وتاليها ام كلثومؓ ام جميع ولده حاشى ابراهيم خديجةؓ ام المؤمنين بنت خويلد بن اسد بن عبد العزى بن قصى" [1]

"اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار صاحبزادیاں تھیں۔ زینبؓ سب سے بڑی تھیں۔ ان کے بعد رقیہؓ ان کے بعد فاطمہؓ اور ان کے بعد اُم کلثومؓ"

آنجنابؐ کی تمام اولاد ابراہیمؓ کے بغیر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔

قارئین کرام نے بنات نبویؐ کے مسئلہ علمائے انساب کی تحقیقات کی روشنی میں ملاحظہ فرما لیا۔ ان سب علمائے انساب نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار

---

[1] جمهرة انساب العرب ص۱۹
تحت هذا نسب عبد الله بن عبد المطلب ...... الخ

کی حاجت نہیں۔

"ایک انتباہ"

شیعہ احباب کے اکثر و بیشتر مصنفین و مؤلفین نے مسئلہ "بنات اربعہ" کے متعلق اپنے ائمہ کے جو فیصلے درج کئے ہیں ان میں تواتر طبقاتی پایا جاتا ہے وہ ہم نے بقدر ضرورت نقل کر دیئے ہیں اور عموماً ان کی عبارتیں پیش کر دی ہیں تاکہ اہل علم کو حوالہ کے نقل پر اطمینان رہے۔

البتہ کچھ لوگ مثلاً صاحب الاستغاثۃ فی بدع الثلاثۃ ابوالقاسم علی بن احمد علوی کوفی وغیرہ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور اپنے علمائے نامدار کی مخالفت کر کے یہ "شاذ قول" کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا ہے۔ باقی تین صاحبزادیاں لے پالک ہیں یا حضرت خدیجہؓ کی خواہر زادیاں ہیں یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف نہیں۔

"اس قسم کے "شاذ قول" کے جواب کے لئے ہم نے ماقبل میں شیعہ کی معتبر تصانیف سے بقدر ضرورت مواد نقل کر دیا ہے اور تواتر طبقاتی پیش کر دیا ہے جو اس کا تحقیقی جواب ہے۔ مراجعت فرما کر تسلی کر لیں۔ نقل حوالہ میں صحت ہے۔

اس کے بعد ہم شیعہ کے اکابر علماء اور ان کی معتمد تصانیف سے اس متفردانہ قول کا جواب نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ شیعہ ملت کے زعماء اس قسم کے اقوال کے متعلق کیا فیصلہ فرما چکے ہیں۔

چنانچہ شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں مذکور ابوالقاسم العلوی کا جواب مفصل لکھا ہے۔ اس کو بغور ملاحظہ فرماویں۔

"ولسیّد ابی القاسم العلوی الکوفی فی" الاستغاثۃ فی

يدع الثلثة" كلام طويل اصر فيه على ان زينب التى
كانت تحت ابي العاص بن الربيع ورقية التى كانت
تحت عثمان ليستا بنتيه بل ربيبتاه ولم يات الا
بما زعمه برهانا۔
حاصله عدم تعقل كون رسول الله قبل البعثة على
دين الجاهلية بل كان فى زمن الجاهلية على دين
يرتضيه الله من غير دين الجاهلية وحينئذ فيكون
محالا ان يزوج ابنته من كافر من غير ضرورة دعت
الى ذالك وهو مخالفهم فى دينهم عارف بمكرهم
والحادهم ثم اخذ فى نقل ما يقضى بوجود بنتين
لاخت خديجة من امها اسمهما زينب ورقية و
انهما اللتان كانتا تحت ابى العاص وعثمان وهذا
لب كلامه تركنا نقله لطوله وهو ان اتعب نفسه الا انه
لم يات بما يغنى عن تكلف النظر والثبوت وانه كبيت
العنكبوت اما اولا فلانه يشبه الاجتهاد فى قبال النصوص
من الفريقين عن النبیؐ وعن أئمتنا عليهم السلام واما
ثانيا فلانا وان كنا نسلم ان رسول الله لم يكن فى زمان
الجاهلية على دين الجاهلية بل على دين يرتضيه الله تعالىٰ
ولكن رسول الله ليس مشرعا بل كل حكم كان ينزل عليه
كان يلتزم به تمام الالتزام ولم يكن يخترع من قبل
نفسه حكما والاحكام كانت تنزل تدريجا وعند

تزویجہ زینب ورقیۃ لم یکن الکفائۃ فی الایمان
شرطا شرعاً فزوج بنتیہ من الرجلین تزویجاً صحیحاً
شرعاً فی ذالک الزمان ثم انزل اللہ تعالیٰ قولہ و لا
تنکحوا المشرکین حتی یومنوا فرق بین ابی العاص
وبین زینب ولوکانت الکفائۃ فی الاسلام شرطا
قبل ذالک لما انزل اللہ سبحانہ الآیۃ فما ذکرہ لا
وجہ لہ واما ثالثاً فلانہ لاشبھۃ فی کون زینب و
رقیۃ اللتین تحت ابی العاص وعثمان مسلمتین
کما لا شبھۃ فی کون تزویجھما من رسول اللہ باذنہ واجازتہ
فلایفرق الحال بین ان تکونا بنتیہ اوربیبتیہ او
بنتی اخت خدیجۃ من امھا اوغیرذالک لاشتراک
الجمیع فیما جعلہ علۃ للانکار فما ذکرہ ساقط بلا
شبھۃٍ" [1]

مامقانی کی بعینہٖ طویل عبارت علماء کی تسلی واطمینان کی خاطر نقل کردی ہے اس
عبارتِ مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ :—
"سید ابوالقاسم علوی کوفی نے اپنی کتاب" الاستغاثہ فی بلاع الثلاثہ"

---

[1] تنقیح المقال فی علم الرجال از علامہ شیخ عبداللہ مامقانی ص 79 ج 3 ۔
مطبوعہ نجف اشرف ۔
باب الخا والرا والزای المعجمۃ من فصل النساء
تحت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

میں ایک طویل کلام چلایا ہے اس میں اس نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ جو زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھی اور جو رقیہ عثمان کے نکاح میں تھی یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ وہ دونوں آپ کی ربیبہ تھیں۔

اپنے زعم میں ابوالقاسم جس کو برھان بنا کر لائے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے پہلے جاہلیت کے دین پر ہونا ایک غیر معقول بات ہے بلکہ آنجناب جاہلیت کے دور میں دین جاہلیت کے خلاف ایسے دین پر تھے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اور اس وقت آنجناب کا اپنی بیٹی کو کسی کافر کے نکاح میں بغیر ضرورت داعیہ کے دینا ایک امر محال ہے۔ درآنحالیکہ آنجناب ان کے دین کے مخالف ہیں اور ان کے مکر و الحاد سے واقف ہیں۔

اس کے بعد ابوالقاسم اس چیز کے نقل کے درپے ہوا ہے کہ جو چیز ان دونوں لڑکیوں کو خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ثابت کرتی ہے۔ جن کے نام زینب اور رقیہ ہیں۔ اور وہ دونوں ابوالعاص بن ربیع اور عثمان کے نکاح میں تھیں۔ مامقانی لکھتے ہیں کہ یہ اس کی کلام کا خلاصہ ہے ـــ ہم نے کلام کی طوالت کی بنا پر اس کے پورے کلام کو نقل نہیں کیا۔

ابوالقاسم نے اگرچہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر وہ تکلف سے بچ کر کوئی اہم ثبوت نہیں لا سکا۔ اس کے ثبوت کی حیثیت تارِ عنکبوت کی سی ہے۔ کیونکہ :۔

۱۔ اولاً تو وہ نبی کریم اور ہمارے ائمہ کرام کی نصوص کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد کو پیش کرتا ہے۔

۲ - ثانیاً یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ زمانۂ جاہلیت میں دین جاہلیت پر نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے اور کوئی نیا حکم نہیں دیتے تھے مگر جو حکم نازل ہوتا تھا اس کا پورا پورا التزام کرتے تھے ۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم اختراع نہیں کرتے تھے ۔ اس وقت احکام تدریجاً نازل ہو رہے تھے اور زینب و رقیہ کے نکاح کے وقت شریعت میں ایمان میں "ہم مثل" ہونا شرط نہیں تھا پس آنجنابؐ نے دونوں شخصوں کو اپنی دونوں بیٹیاں اس دور میں ازروئے شرع صحیح تزویج کر دیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ "مشرک جب تک مومن نہ ہوں ان کو نکاح نہ کر دو" تو آنجناب نے ابو العاص اور زینب میں تفریق کر دی۔ اگر (نکاح کے لیے) اسلام میں ہم مثل ہونا اس آیت کے نزول سے قبل شرط ہوتا تو اللہ تعالیٰ مذکورہ حکم نازل ہی نہ فرماتے۔

۳ - ثالثاً جس طرح زینب و رقیہ کو آنجناب کے اذن اور اجازت سے نکاح کر دینے میں کوئی شبہ نہیں بالکل اسی طرح زینب و رقیہ کا مسلمان ہونے کی حالت میں ابو العاص اور عثمان کے نکاح میں ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

پس ابو القاسم نے جس چیز کو انکار کی علت قرار دیا ہے وہ ان سب احوال میں مشترک ہے چاہے زینب و رقیہ آنجناب کی ربیبہ ہوں یا لڑکیاں ہوں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہوں۔ ان سب حالات میں کچھ فرق نہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اگر اسلام شرط تھا اور اس وجہ سے رسول پاکؐ کی بیٹیاں زینب و رقیہ، ابو العاص اور عثمان کے نکاح میں نہیں آسکتی تھیں تو یہی وجہ ان کے ربیبہ ہونے کی صورت میں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہونے کی صورت میں بھی

لازم آتی ہے۔)

پس ابوالقاسم نے جو دلیل ذکر کی ہے وہ بلاشبہ ساقط ہے۔[1]

الغرض ابوالقاسم مذکور کی دلیل کو اُن کے شیخ عبداللہ مامقانی نے خود رد کر دیا ہے اور اُس کے پیش کردہ ثبوت کی کمزوری اور خامی کو شیخ نے نہایت واضح کر دیا ہے۔ اب مزید کسی نقد کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہی۔

البتہ اس کے بعد شیعہ اکابر کے بیانات "صاحب الاستغاثہ" ابوالقاسم العلوی الکوفی کے حق میں ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں تاکہ اس کی دینی و علمی حیثیت لوگوں کے سامنے آجاتے اور اس کی تصانیف کا وزن عند الشیعہ معلوم ہو سکے اور اس بزرگ کا بے وزن ہونا نمایاں ہو سکے۔

ابوالقاسم العلوی الکوفی

شیعہ علماء کی نظروں میں

علی بن احمد ابوالقاسم الکوفی کے حق میں شیعہ کے اعاظم علماء نے دیگر اوصاف کے علاوہ ذیل اوصاف بھی ذکر کیے ہیں ان پر نظر غائر فرماویں۔

۱ - یہ شخص اہل کوفہ میں سے ہے اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں آل ابی طالب میں سے ہوں۔

۲ - اپنی عمر کے آخری حصہ میں اس نے اپنے مسلک میں نہایت غلو اختیار کر لیا اور

---

[1] مامقانی ص۷۹ ج۳ فصل النساء۔
تحت زینب بنت رسول

سوانح حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار (۴) صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی والدۂ محترمہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

ولادت باسعادت

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تزویج قبل از اسلام کے دستور کے مطابق ہوئی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق اس بابرکت نکاح کے پانچ برس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تیس برس کے قریب تھی۔ ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال کو پہنچ چکی تھی اعلانِ نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مشرف باسلام ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ آنجناب کی اولاد بھی اسلام میں داخل ہوئی۔ اولاد کے رجحانات اور خیالات پر فطری طور پر ماں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے سو ان سب صاحبزادیوں کا ابتدا سے ہی اسلام سے مشرف ہونا از خود واضح ہے اور اصول فطرت کے مطابق ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام کے دور کو پایا اور

اسلام لائیں اور پھر جب ہجرت کا دور آیا تو انہوں نے ہجرت بھی کی ہجرت کا واقعہ اپنی جگہ پر آئے گا بڑی اولاد سے جو فطری موانست ہوتی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بڑی صاحبزادی کے ساتھ خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے یہ چیز ابن عبد البر نے بھی ذکر کی ہے اور محب الطبری کی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں بھی ہے اور الشیخ حسین دیار البکری "تاریخ الخمیس" میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔

"...... عبید اللہ بن محمد بن سلیمان الهاشمی یقول ولدت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی سنة ثلاثین من مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وادرکت الاسلام واسلمت وهاجرت و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبا فیها" [1]

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۶۔ از المحب الطبری۔
تحت الفصل الرابع فی ذکر زینب ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) الاستیعاب لابن عبد البر ص۳۰۵ ج۴ تحت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۳) تاریخ الخمیس للشیخ الدیاربکری ص۲۷۳ ج۱
تحت ذکر زینب رضی اللہ عنہا۔

نکاحِ زینب رضؓ کے متعلق روایت

بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابوالعاص بن ربیع (بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف) مکہ شریف میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو صاحبِ مال تھے اور صاحبِ تجارت تھے (اور کردار کے اعتبار سے) صاحب امانت بھی تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے کر دینا چاہیے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کسی معاملہ میں مخالفت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کو تسلیم کر لیتے تھے سو اس تجویز پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص کے ساتھ کر دیا گیا (اس روایت کے اعتبار سے یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے پیش آیا) حیب اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا تو آنجناب سے خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور آپکی صاحبزادیاں بھی ساتھ ہی ایمان لائیں۔

"...... عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان ابوالعاص[1]

---

[1] (۱) ابوالعاص کا پورا نام بعض نے لقیط ذکر کیا ہے اور بعض نے مقسم وغیرہ لکھا ہے اور سلسلہ نسب اس طرح ہے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف یعنی ابوالعاص کا نسب چہارم پشت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

ابوالعاص کی وفات کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بن ربیع من رجال مکۃ المعدودین مالاً وتجارۃ و
امانۃ فقالت خدیجۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ذوالحجہ ۱۲ھ میں ہوئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ابوالعاص یوم الیمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(۲) ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواہر زادے ہیں یعنی ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد بنی اسد ہے جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن ہیں اور خدیجہؓ ابوالعاص کی خالہ ہیں۔

(۳) ابوالعاص صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہیں اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے باوفا اور باوقار داماد ہیں چنانچہ (ان کی وفا کے متعلق انشاء اللہ آگے ذکر آئے گا)

(۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپس میں حقیقی بہنیں ہیں اس بناء پر حضرت علی المرتضیٰ اور ابوالعاص آپس میں ہم زلف ٹھہرے اور اس باعث رشتہ داری میں باہم منسلک ہوئے

(۵) ابوالعاص بن ربیع جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوالعاص بن ربیع کے داماد ہیں (کتاب المحبر ص ۹۹)

(۶) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد اگر آپ نکاح کریں تو میری خواہر زادی یعنی امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لانا چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس وصیت کے مطابق عمل کیا اور امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لائے اس کا مزید تذکرہ حسب موقع انشاء اللہ آئے گا۔

(۷) حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع حضرت علی المرتضیٰؓ کے خسر ہیں اور حضرت زینبؓ اس رشتہ کے بعد حضرت علیؓ کے لئے خوش دامن بنیں۔ یہ رشتہ داری کے تعلقات ان حضرات کے درمیان وقتی نہیں دائمی تھے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زوجه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا
يخالفها وذالك قبل ان ينزل عليه الوحى فزوجه
زينب فلما اكرم الله نبيه صلى الله عليه وسلم بنبوته
امنت خديجة وبناته ۰ لہ

(حاشیہ گذشتہ) ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاص دونوں کا اجمالی تذکرہ "رحماء بینھم" حصہ صدیقی کے ص۱۶۶، ص۱۶۷ پر پہلے بھی کر دیا تھا اور یہاں پھر سوانح زینبؓ کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔

(۸) حضرت ابوالعاصؓ حبیب ہالہ بنت خویلد کے فرزند ٹھہرے اور ان کے ساتھ حضرت زینب کا نکاح ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب کے بنت ھالہ ہونے کی روایت سراسر غلط ہے کیونکہ اس صورت میں یہ بہن بھائی کا نکاح ہوگا جس کی اجازت کسی دین و مذہب میں نہیں ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ———

لہ (۱) ذخائر العقبی ص۱۵۷ از المحب الطبری۔
تحت ذکر تزویجہا رضی اللہ عنہا (زینب بنت رسول اللہ)

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج۳ طبع اوّل فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

(۳) سیرت ابن ہشام صفحہ نمبر ۶۵۱ - ۶۵۲ جلد اوّل
تحت سبب زواج ابی العاص من زینبؓ ۔

ابتدائی دورِ نبوّت میں صاحبزادی زینبؓ کی خدمات

سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو جب دعوتِ دین دینا شروع کی اور قوم قریش کو اسلام کی طرف بلایا تو وہ لوگ سخت برہم ہوئے، اسلام کی دعوت زبان سے سننے کے لیے وہ ہرگز آمادہ نہیں تھے اور آنجنابؐ کی ایذاء رسانی میں پیش پیش تھے۔
چنانچہ اس دور کا ایک واقعہ حدیث شریف کی کتابوں میں منقول ہے، جس سے حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمات نمایاں ہوتی ہیں۔
علامہ الہیثمی نے طبرانی کے حوالہ سے الحارث بن الحارث کی زبانی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے باپ حارث کے ساتھ ایک دفعہ مکّہ شریف میں پہنچا۔ لوگ ایک شخص کے گرد جمع تھے، جس کو وہ "صابی" (نیا دین اختیار کرنے والا) کہتے تھے۔ یہ صاحب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو لوگوں کو توحید اور ایمان باللہ کی دعوت دے رہے تھے لیکن لوگ آنجنابؐ کی بات کو رد کر رہے تھے اور آپ کو ایذاء دینے کے درپے تھے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا حتیٰ کہ لوگ آپؐ سے جدا ہونے لگے اس وقت ایک نوعمر خاتون آئیں جو (پریشانی میں) دوپٹہ پیچھے ڈالے ہوئے تھیں۔ پانی کا بڑا پیالہ اور ایک رومال اٹھائے ہوئے تھیں یہ چیزیں اس نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپؐ نے پانی نوش فرمایا اور ہاتھ منہ صاف کیا۔ پھر آنجناب نے نظر اٹھا کر ارشاد فرمایا "بیٹی! دوپٹہ کو سینے پر ڈال لو اور ان حالات میں اپنے والد پر (ہلاکت کا) کوئی خوف نہ کرنا۔" (اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہیں)

ہم نے کہا کہ یہ کون خاتون ہیں ، تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔

اس مقام میں واقعہ ہذا کے متعلق حدیث شریف میں متعدد روایات منقول ہیں ان میں سے ایک درست روایت کی اصل عبارت ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ اہل علم تسلی کر سکیں۔

عن الحارث بن الحارث قال قلت لابی ما ھٰذہ الجماعۃ قال ھٰؤلاء القوم الذین اجتمعوا علی صابی لھم قال فنزلنا فاذا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوا الناس الی توحید اللّٰہ عزّ وجلّ والایمان وھم یردّون علیہ ویؤذونہ حتی انتصف النہار وانصدع الناس عنہ اقبلت امراۃٌ قد بدا نحرھا تحمل قدحاً و منذیلاً فتناول لہ منھا فشرب و توضّأ ثم رفع رأسہ فقال یابنیّۃ! خمّری علیکِ نحرکِ ولا تخافین علی ابیکِ قلنا من ھٰذہ؟ قالوا ھٰذہ زینب بنتہ" "رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات"

{ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱ ج ۶ سادس کتاب المغازی والسیر
باب تبلیغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ارسل بہ وصبرہ علی ذالک }

واقعہ ہذا سے درج ذیل چیزیں مستفاد ہو رہی ہیں :

- دین و اسلام کی ابتدائی مشکلات میں صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کی معاونت میں ہمہ تن مصروف رہتی تھیں اور اپنی استطاعت کے مطابق مقدور بھر خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ اس دور میں پیغمبر اسلام کے ساتھ ادنیٰ تعاون بھی کوئی سہل کام نہ تھا بلکہ اپنی جان کو خطرات میں ڈالنا تھا۔

اوران جاں گداز مراحل میں ہلاکتِ نفس کے خطرات سے آنجنابؐ اپنی عزیزہ کو بڑی شفقتوں کے ساتھ تسلی دلاتے تھے کہ ہمیں اس کا کوئی خوف وہراس نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارا حافظ وناصر ہے۔ دین کے دشمن لوگ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

یہ دور جس طرح خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دشوار تر اسی طرح ان کی اولاد شریف اور دختران عزیز کے حق میں بھی مشکل ترین تھا۔ نامساعد حالات میں بھی دینِ حق کی حمایت میں ان معصوماتؓ طاہرات کا کوشاں رہنا اور اسلام کے فروغ میں معاونت جاری رکھنا ان کے دینی معیار وکردار کا اعلیٰ نمونہ ہے جو تمام امت کی مسلم خواتین کے لیے قابل رشک مغل اور لائق تقلید عمل ہے۔

یاد رہے کہ اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے متعلق بھی محدثین نے ذکر کیا ہے۔ جو آنمحترمہؓ کے حالات میں ان شاء اللہ تعالیٰ درج کیا جائے گا۔

واقعہ شعب ابی طالب میں
جناب ابوالعاص کی مخلصانہ خدمات
(شیعہ کی کتب سے)

سیرت نگار علماء نے شعب ابی طالب کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ:

"ابوالعاص بن ربیع، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، گھاٹی میں محصور حضرات کے فقر و فاقہ کی تنگی کے موقعہ پر ان کی نصرت اور امداد کے لیے گندم اور خرما سے لدے ہوئے شتر لاتے تھے اور انہیں گھاٹی کے دہانہ پر ایک آواز دے کر چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ گھاٹی میں داخل ہو سکیں اور خود وہاں سے واپس آجاتے تھے اسی طرح محصور حضرات کی جناب ابوالعاص خیر خواہی کرتے تھے اور خوراک پہنچانے کا انتظام کرتے تھے۔

اسی بنا پر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "ابوالعاص نے ہماری دامادی کی بہترین رعایت کی ہے اور اس کا حق ادا کیا ہے۔"

اس واقعہ کو شیعہ کے متعدد علماء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ملا باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" سے اس واقعہ کی اصل عبارت پیش کی جاتی ہے:

○ "و ابوالعاص بن ربیع کہ داماد رسولؐ بود بزدر شعب شترے آورد کہ گندم و خرما بر آنہا بار کردہ بود و صدا میزد بر آں شتراں کہ داخل شعب میشدند و برمے گشتند۔ لہٰذا حضرت فرمود کہ ابوالعاص حق دامادی ما را نیکو رعایت کرد۔" (حیات القلوب ص ۲۳۷ ج ثانی فارسی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ تحت باب بست و ششم در بیان دخول شعب ابی طالب)

○ اسی طرح شیخ عباس قمی نے اس واقعہ کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے:
"واز کسانیکہ گاہے برائے آنہا خوردنی مے فرستاد ابوالعاص بن الربیع داماد پیغمبر صلعم و ہشام بن عمرو و حکیم بن حزام بن خویلد برادرزادہ خدیجہ بود
ونقل شدہ کہ ابوالعاص شتران از گندم و خرما حمل دادہ بشعب مے بردورہا مے کرد۔ وازینجا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ فرمودہ کہ ابوالعاص حق دامادی ما بگذاشت"

(منتہی الآمال از شیخ عباس القمی ص۴۹ ج۱ طبع تہران تحت احوال شعب ابی طالب)

یعنی شیخ عباس قمی نے حوالہ مذکورہ بالا میں مزید یہ بات واضح کر دی کہ شعب ابی طالب میں محصور حضرات کے لیے خوراک پہنچانے کا انتظام کرنے والوں میں ایک ابوالعاص بن ربیع بھی تھے جو دامادِ پیغمبر ہیں۔ دوسرے ہشام ابن عمرو تھے اور تیسرے شخص حکیم ابن حزام بن خویلد تھے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے برادر زادہ تھے۔
مختصر یہ کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محصور حضرات بنی ہاشم کے حق میں ابوالعاص بن ربیع نے اس مشکل ترین دور میں خصوصی اعانت کی تھی اور حق قرابت داری کو بطریقہ احسن سرانجام دیا تھا۔ یہ چیز ابوالعاص کے اخلاص اور اعلیٰ کردار کی دلیل ہے اور مواساۃ و جذبہ غم خواری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس واقعہ کو حضرت ابوالعاص کے خصوصی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی مضمون کو شیعہ کے مشہور عالم ملا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "مرآۃ العقول شرح اصول" صفحہ ۱۸۳ جلد خامس میں تحت باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (طبع تہران) درج کیا ہے۔

شعب ابی طالب میں حکیم بن حزامؓ کا تعاون

اس مضمون کو ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایۃ کے صفحہ ۶۸ جلد ثامن تحت حکیم بن حزام ۵۴ھ (طبع مصر) بعبارت ذیل نقل کیا ہے:۔

کان حکیم (بن حزام) یقبل بالعیر یقدم من الشام فیشتریہا بکمالہا ثم یذہب بہا فیضرب ادبارہا حتی یلج الشعب یحمل الطعام و الکسوۃ تکرمۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولعمتہ خدیجۃ بنت خویلد۔"

قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ

اور ابو العاص کا صاف انکار

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں بڑے ابتلا اور آزمائش کا دور گذارا ہے سب اہل مکہ اور مضافات کے قبائل سب اسلامی تعلیم کے خلاف تھے توحید اور رسالت کے مسائل سننے اور سمجھنے کے لیے یہ معاشرہ ہرگز تیار نہ تھا اور اپنے پرائے جو اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے مسلمانوں سے سب انتہائی بغض رکھتے تھے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ عداوت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی اس انتہائی مشکل ترین دور میں جہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیم کی مساعی جاری رکھیں اور ترویج دین کی کوشش فرماتے رہے وہاں آپ معاشرتی مسائل کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

آنجنابؐ نے عرب کے عام دستور کے مطابق اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اپنی قوم اور قبیلہ میں کر دیئے تھے اہل مکہ کی اسلام کے ساتھ مخالفت حد سے زیادہ ہو گئی اور

انہوں نے ہر معاملے میں مشکلات کھڑے کرنے کا نصب العین بنا لیا۔ حتیٰ کہ ازدواجی مسائل میں بھی انہوں نے مخالفت کی راہ اختیار کی اور حضرت کی صاحبزادیوں کے نکاح جن لوگوں سے ہو چکے تھے ان سے نکاح ختم کروانے اور طلاق دلوانے کا عزم کر لیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہو چکا تھا۔ زعمار قوم قریش نے ابوالعاص کو اس سلسلہ میں جا کر مجبور کیا کہ آپ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور قبیلہ قریش میں سے جس عورت کے ساتھ تم نکاح کرنا چاہیں ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ ابوالعاص نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی زینب کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض میں مجھے مطلوب ہے۔

"...... فلما نادی قریشا بامر اللہ تعالیٰ اتوا ابا العاص بن ربیع فقالوا فارق صاحبتك ونحن نزوجك بای امراۃ شئت من قریش فقال لا واللہ لا افارق صاحبتی وما یسرنی ان لی بأمراتی افضل امرأۃ من قریش" [1]

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۷
(تحت ذکر تزویجہا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
(۲) البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر
(۳) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۳ ج ۱
تحت (ذکر زینبؓ)

ابو العاص کا قرابتداری میں کامل اخلاص اور آنجناب کی طرف سے انکی قدردانی

ابو العاص بن ربیع نے اس موقع پر اپنی ثابت قدمی کا پورا مظاہرہ کیا اور قریش نے بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس رشتے کو ختم کرانے کے لیے پوری قوت صرف کی ابو العاص قابلِ صد مبارکباد ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور اپنی قومِ قریش کے مسلک پر تھے اس کے باوجود جب قوم نے مسئلہ طلاق اور تفریق بین الزوجین پر زور دیا تو آپ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ جواب دیا :۔

........"قال لا واللہ اذن لا افارق صاحبتی" [1]

"یعنی اللہ کی قسم میں اپنی بیوی (حضرت زینب) سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتا"

ابو العاص کا یہ استقلال بہت قابلِ قدر ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو العاص نے نہایت قدردانی کی ہے اور آنجناب کے ساتھ برادرانہ قرابتداری کو خلوص کے ساتھ قائم رکھا ہے۔

اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں اس کی شکر گزاری اور قدردانی کو عمدہ الفاظ کے ساتھ سراہا ہے اور اس مسئلہ میں ابو العاص کے حق میں

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱، ۳۱۲ ج ۳
(تحت فصل وصول خبر مصائب لاہل بدر

ثناء خیر بیان فرمائی آنجناب ؐ سے یہ فرمودات اسی موقع پر صادر ہوئے تھے جب قریش نے حضرت زینب ؓ کی طلاق طلب کی تھی اور ابو العاص نے ان کو طلاق دینے اور اپنے سے جدا کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ علماء نے سیرۃ نگار اس موقع پر ابو العاص کے حق میں لکھتے ہیں کہ :۔

"وکان ابو العاص بن ربیع مواخیا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافیا لہ وکان صلی اللہ علیہ وسلم قد شکر مصاھرتہ واثنی خیرًا حین ابی ان یطلق زینب لما سألتہ قریش ذالک" لہ

لہ (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۸

تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص

(۲) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۱/۳۱۲ ج ۳

تحت فصل وصول خبر مصائب اہل بدر

مکّی زندگی کا آزمائشی دَور

اہل مکہ کی طرف سے جب مسلمانوں کے حق میں عداوت شدّت اختیار کر گئی تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے مسلمان مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اور حسب اتفاقات یہ ہجرت جاری رہی پھر بفرمان الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے بعد اسلام کا ایک دوسرا دَور شروع ہوتا ہے۔ مدینہ شریف پہنچ کر مالک کریم کی طرف سے کفار کے ساتھ قتال کرنے کی اجازت مِل گئی مدنی زندگی میں اسلام اور کفر میں بڑا مقابلہ رہا بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں ایک مشہور جنگ غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے اس میں قریش مکہ اپنی پوری تیاری سے اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے بدر میں پہنچے تھے اور ادھر اہل اسلام مدینہ شریف سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تھے میدان جہاد پہنچے غزوہ ہذا (بدر) کی تفصیلات عام اہل علم کو معلوم ہیں یہاں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس جگہ صرف ایک واقعہ جو ابو العاص اور حضرت زینبؓ سے متعلق ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ہار کا واقعہ

جنگ بدر میں جب اہل اسلام کو فتح ہوگئی تو جنگی قاعدہ کے مطابق شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا اور قیدیوں کو حسب دستور مرکز اسلام (مدینہ) میں لایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا جو لوگ بدر میں قید کر کے یہاں لائے گئے ہیں۔ ان سے

معقول معاوضہ لے کر انہیں رہا کیا جاتے۔ اس سلسلہ میں ابوالعاص ابن ربیع بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ میں آئے ہوئے تھے اور عباس بن عبدالمطلب عمِ نبوی بھی اس زمرہ میں قید ہو کر مدینہ شریف پہنچے ہوئے تھے۔

یاد رہے کہ جناب عباس بن عبدالمطلب وابوالعاص وغیرہما ایسے حضرات تھے جو اپنی قوم کی مجبوری کی بنا پر کفار کے ساتھ آ گئے تھے لیکن انہوں نے اہل اسلام میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تھا تاہم ان کا شمار زمرۂ مخالفین میں ہی تھا۔ پھر اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو خلاص اور واگذار کرانے کے لئے فدیے اور معاوضے بھی مدینہ طیبہ ارسال کئے تھے۔ اس ضمن میں ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا وہ ہار (جو ان کو اماں خدیجہؓ کی طرف سے عطا شدہ تھا) ابوالعاص کے فدیہ کے طور پر ارسال کیا ۔

مدینہ شریف میں یہ فدیے اور معاوضے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے گئے اور ابوالعاص کا معاوضہ حضرت زینبؓ کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر فرمائی تو آنجنابؐ پر (بلا اختیار) رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور اس کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کے دور کی یاد تازہ ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے اثر میں تمام اہل مجلس متاثر ہوئے آنجنابؐ نے اس وقت صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا اگر تم ابوالعاص کو رہا کر دو اور زینبؓ کے اس ہار کو جو ان کے عوض میں انہوں نے ارسال کیا ہے واپس کر دو تو تم ایسا کر سکتے ہو اس وقت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا ارشاد درست ہے ہم ابوالعاص کو بلا عوض خلاص کرتے ہیں اور زینبؓ کے ہار کو واپس کرتے ہیں۔ اس موقع پر سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے عہد لیا اور وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ میں واپس پہنچیں تو حضرت زینبؓ کو ہمارے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دیں ۔ ابوالعاص نے یہ عہد کر لیا چنانچہ ابوالعاص کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور حضرت خدیجہؓ والے ہار کو بھی حضرت زینبؓ کی طرف واپس بھیج دیا گیا یہ واقعہ متعدد کبار محدثین اور

مشہور اہل سیرت و تاریخ نے اپنے اپنے انداز میں ذکر کیا ہے یہاں صرف چند حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں پہلے سُنّی علماء کے حوالہ جات درج ہیں پھر ساتھ ہی شیعہ علماء کی عبارت بطور تائید کے نقل کر دی ہے۔

عن عائشۃ قالت لما بعث اہل مکۃ فی فداء اسرائھم بعثت زینب فی فداء ابی العاص

بمال و بعثت فیہ بقلادۃ کانت خدیجۃ ادخلتہا بہا علی ابی العاص حین بنا علیہا فلما رأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رق لہا رقۃ شدیدۃ وقال ان رأیتم ان تطلقوا لہا اسیرھا و تردوا علیہا الذی لہا فافعلوا! قالوا نعم یا رسول اللہ فاطلقوہ وردوا علیہا الذی لہا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اخذ علیہ او وعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخلی زینب الیہ۔ [1]

---

[1] (۱) دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۲۲۳، ۲۲۴ ج ۲
تحت باب ما جاء فی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) مسند احمد بن حنبل ص ۲۷۶ ج ۶ (سادس) تحت مسندات عائشہ رض

(۳) ابوداؤد شریف ص ۳۶۷ ج ۲ طبع مجتبائی دہلی۔ باب فی فداء الاسیر بالمال۔

(۴) مشکوٰۃ شریف ص ۳۴۶ عن عائشہ رض
باب حکم الاسراء الفصل الثانی بحوالہ احمد و ابی داؤد

(۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۲ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصاب اہل بدر

اور شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ :-

ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شد و زینبؓ قلادۂ کہ حضرت خدیجہؓ باد داده بود بنزد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظرش بر قلادہ افتاد خدیجہؓ را یاد نمود و رقت کرد واز صحابہ طلب نمود کہ فدائے اورا بخشند و ابو العاص را بے فدا رہا کنند۔ صحابہؓ چنیں کردند۔ حضرتؐ از ابو العاص شرط گرفت کہ چوں بمکہ برگردد زینبؓ را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او شرط خود وفا نمود زینب را فرستاد بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد۔[1]

(ترجمہ) ابو العاص غزوۂ بدر میں قید ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر (ابو العاص) کے فدیہ میں اپنے والد ماجد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے عطا فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار دیکھا تو خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی اور جسم اطہر پر رقت کی کیفیت طاری ہو گئی آپؐ نے صحابہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ابو العاص کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں چنانچہ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ آپؐ نے ابو العاص سے عہد لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو آپؐ کے پاس مدینہ منورہ میں بھیج دیں گے۔ ابو العاص نے اس شرط کو پورا کیا۔ مکہ جا کر زینبؓ کو بھیج دیا بعد میں خود بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

---

[1] حواشی منتہی الآمال طبع طہران ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم از شیخ عباس القمی در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ است

اب یہ صورت پیش آئی کہ ابوالعاص کو مذکورہ وعدہ لینے کے بعد رہا کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی حضرت زینبؓ کے ہار کو واپس کر دیا گیا۔

چند ایام کے بعد حضرت زینبؓ کو لانے کے لئے سردار دو عالمؐ نے زید ابن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فلاں وادی کے فلاں مقام میں جا کر انتظار کرنا (بعض محدثین کہتے ہیں کہ اس وادی کا نام یاَجج تھا) ان کو فرمان تھا کہ اس وادی کے پاس زینب پہنچیں گی تم ان کے ساتھ ہو لینا اور یہاں مدینہ میں لاکر ہمارے ہاں پہنچا دینا۔

وبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثۃ و رجلاً من انصار فقال کونا ببطن یأجج حتّٰی تمربکما زینب فتصحباھا حتی تاتیا بھا۔ [1]

مقام غور

بیٹی سوتیلی ہو تو اس سے رشتہ اور میکہ داری کا تعلق بیوی (اس کی ماں) کی زندگی تک ہوتا ہے مذکورہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت خدیجہ وفات پا چکی تھی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم وطن بھی چھوڑ چکے تھے اب اس حال میں حضرت زینبؓ کی واپسی اور مدینہ میں ان کی طلب ماں کی ماتمک کے وراء باپ کا جذبہ شفقت پدری ہے اگر زینبؓ حضرت خدیجہ کے پہلے خاوند کی بیٹی ہوتیں تو حضورؐ انہیں ان بدلے حالات میں ہرگز مدینہ میں طلب نہ فرماتے۔

---

[1] (۱) ابوداؤد شریف ص۳۶۷ ج۲ : تحت فی نداء الاسیر بمال

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۰ ج۸ تحت ذکر زینب۔

حضرت زینبؓ کی ہجرت کا واقعہ

اور ہبّار بن اسود کی ایذا رسانی

ابوالعاص بن ربیع رہا ہو کر جب مکّہ پہنچ گئے حضرت زینبؓ کو تمام احوال ذکر کیئے اس وقت ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو بطیب خاطر کہہ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے آپ بخوشی اپنے والد شریفؐ کے ہاں جا سکتی ہیں۔ حضرت زینبؓ سفرِ ہجرت کی تیاری میں لگ گئیں۔ جب تیاری سے فارغ ہوئیں اور وعدہ کے ایّام بھی آگئے تو ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کی نگرانی میں ان کو رخصت کیا حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار ہوئیں اور کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش وغیرہ کو بھی ساتھ لیا کنانہ آگے آگے ساتھ چل رہا تھا اور سواری کو کھینچے لیئے جا رہا تھا حضرت زینبؓ سواری کے اُوپر کجاوہ میں فروکش تھیں اس دوران اہل مکّہ کو اطلاع ہو گئی کہ زینبؓ ہجرت کئے جا رہی ہیں (یہ دن کا واقعہ تھا) جب وادیٔ ذی طویٰ کے پاس حضرت زینبؓ پہنچی ہیں تو مکّہ والے پیچھے سے معارضہ کے لئے آپہنچے۔ پہلا وہ شخص جو سبقت کر کے ایذا پہنچانے کے لئے درپے ہوا۔ ہبار بن اسود تھا۔ اس نے نیزہ لگایا حضرت زینبؓ ہودج (کجاوہ) میں تھیں اور امید سے تھیں۔ مؤرّخین کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو سواری سے گرا دیا گیا۔ آپ چٹان پر گر گئیں۔ سخت چوٹ آنے کی وجہ سے خون جاری ہو گیا اور بہت مجروح ہو گئیں۔ اس وقت کنانہ نے اپنا ترکش کھول دیا اور معارضہ کرنے والوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ اور کہا جو بھی قریب آئے گا۔ اس کو تیروں سے پر دیا جائے گا۔ تب وہ کہیں معارضہ سے نرم پڑے اور ہٹنے لگے۔

وکان اوّل من سبق الیها هبار بن الاسود[1] بن المطلب بن اسد ابن العزیٰ الفهری فروّعها هبار بالرمح وهی فی الھودج وکانت حاملا فیما یزعمون فطرحت برك حموها کنانة ونثر کنانتة ثم قال واللہ لایدنوا منی رجل الا وضعت فیه سهما فتکرکر الناس عنه[2]

---

[1] ہبار بن اسود کے متعلق حافظ ابن حجر نے " الاصابہ" میں لکھا ہے کہ ہبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور توحید و رسالت کا اقرار کیا اس کے بعد اس نے اپنے سابقہ جرائم اور معاصی کی بھی معذرت پیش کی اور اپنی جہالتوں کا اقرار کر کے معافی طلب کی۔

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قد عفوت عنك وقد احسن الیك حیث هداك الی الاسلام والاسلام یجبّ ما قبله۔

(ا) الاصابة ص۵۶۶ ج ۳ تحت ہبار بن اسود

یعنی میں نے تجھ کو معاف کر دیا تحقیق اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ عمدہ معاملہ کیا ہے اس طور پر کہ اس نے تجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

[2] (۱) البدایه والنهایه ص۳۳۰ ج۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهاجرة من مکة الی مدینة

(۲) مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۵/۲۱۶ ج ۹ باب ماجاء فی فضل زینب بنت رسول اللہ

(۳) نسب قریش ص۲۱۹ تذکرہ بن ہبار بن اسود

(۴) المنتخب من ذیل المذیل من تاریخ الصحابه والتابعین۔

از محمد بن جریر الطبری ص۳ ۔ تحت حالات زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موقعہ پر سخت مقابلہ پیش آنے کی وجہ سے حضرت زینبؓ کو واپس ہونا پڑا اور کفار مکّہ حضرت زینبؓ کے برملا سفر ہجرت کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے چند راتیں حضرت زینبؓ اس پیش قدمی سے خاموش ہو گئیں۔ جب اس واقعہ کا چرچا فرو ہو گیا تو حضرت زینبؓ رات کو اپنے دیور کے ساتھ مکّہ سے باہر تشریف لے گئیں۔ اور زید بن حارثہ اپنے ساتھی سمیت جو اس کام کے لیئے مستقل طور پر مدینہ منوّرہ سے آئے ہوئے تھے اور وہ ان کے منتظر تھے ان کے پاس پہنچا دیا گیا پس وہ دونوں حضرت زینبؓ کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے اور امانت داروں نے آنجناب کی امانت کو بڑی عزّت اور احترام کے ساتھ پہنچا دیا۔

فاقامت لیالٍ حتی اذا ھدأت الاصوات خرج بھا لیلا حتی اسلمھا الی زید بن حارثہ وصاحبہ فقدما[1] بھا علی

---

[1] یعنی حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لیکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بخیریت پہنچ گئے اس مقام میں یہ چیز واضح کر دینا مناسب ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوالعاص کو بدر کے قیدیوں سے رہا فرمایا تھا اور خدیجہ کا ہار بھی واپس کر دیا تھا تو اس وقت ابوالعاص سے وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ شریف پہنچیں تو میری لڑکی زینبؓ کو ہمارے ہاں مدینہ طیبہ بھیج دینا۔
ابوالعاص نے آپؐ کی خدمت میں اس وعدہ کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔
جب ابوالعاص مکّہ شریف میں پہنچا تو اسی وعدہ کے مطابق وہاں جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیا۔ اس بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔
"انّی انکحت ابا العاص بن الربیع فحدثنی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

؎ (ا) البدایہ والنہایہ ص ۳۳۱-۳۳۲ ج ۳
فصل فی قدوم زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مہاجرۃ من مکۃ الی المدینہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) وصدقنی"

ابن شہاب کی روایت میں اس طرح ہے کہ مسور کہتا ہے۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صہرًا لہ من بنی عبد الشمس فاثنی علیہ فی مصاہرتہ ایاہ فاحسن قال حدثنی وصدقنی ووعدنی فوفٰی لی ؎

مفہوم عبارت یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابو العاص ابن ربیع کو میں نے نکاح کر دیا اس نے میرے ساتھ گفتگو کی اور راست گوئی کی۔

دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد الشمس کے ساتھ اپنے رشتہ (دامادی) کا ذکر فرمایا دامادی کے حق میں اس کی ثنائے خیر فرمائی اور اس کے عمدہ معاملہ کی تحسین فرمائی نیز فرمایا کہ اس نے میرے ساتھ کلام کیا ہے اور سچ کہا ہے اور اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا اور اس کو ٹھیک طور پر پورا کر دکھایا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

؎ (ا) بخاری شریف ص ۴۳۸ ج ۱ باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(ii) بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ کتاب المناقب تحت اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(iii) مسند احمد ص ۳۲۶ ج ۴ تحت روایات مسور بن مخرمہ

صاحبزادی سیدہ حضرت زینبؓ کی ایک عمدہ فضیلت

جس طرح مسلمان مردوں نے سفر ہجرت میں بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اسی طرح اہل اسلام کی عورتیں نے بھی ہجرت کے واقعہ میں مختلف تکالیف برداشت کیں عورت چونکہ صنف نازک ہے اور مردوں کی نسبت فطرتاً کمزور اور ضعیف واقع ہوئی ہے وہ معمولی تکلیف میں بھی نہایت پریشان اور خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے سفر ہجرت کے دردناک واقعات اوپر ذکر ہو چکے ہیں آں معصومہؓ نے یہ مصائب صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ جان گداز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہجرت کرتے ہوئے انہیں راستے میں جا کر روکنا اور غیر معمول تشدد کرنا صرف اس لئے تھا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ورنہ آں معصومہ رضی اللہ عنہا کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ کسی جرم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مختصر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو العاص کے داماد ہونے میں اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے اور اس کے ایفائے عہد کی تحسین فرماتے یہ ابو العاص کے حق میں اس کے عملی کردار کی بہت بڑی توثیق ہے اور اس کی دامادی تعلق کی تحسین ہے۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے کسی کی توثیق اور تصدیق کا پایا جانا کوئی معمولی بات نہیں یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس کے عمدہ کردار کی ترجمانی کرتی ہے۔

البدایہ لابن کثیر ص۳۵۴ ج۶ تحت ابی العاص بن الربیع ۱۲ھ)

کی مرتکب تھیں ان کی یاد اس وقت بنت خدیجہؓ کی حیثیت سے نہ تھی بنتِ رسول ؐ کی حیثیت سے ان سب مشکلات کا باعث تھی تاہم حضرت سیدہ زینبؓ یہ تمام مشکل مراحل گذار کر اور مصائب برداشت کر کے جب دربار رسالت میں پہنچیں اور تمام واقعات گوش گذار کئے تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ھی خیر بناتی اُصیبت فیّ" اور بعض روایات کے اعتبار سے

ھی افضل بناتی اُصیبت فیّ" [1]

یعنی میری بیٹیوں میں زینبؓ سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں اور انہیں اذیت دی گئی۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفرِ ہجرت سے بعد کا ہے اور متعدد علماء نے اس کو اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے ہم نے بطور اختصار کے صرف دو مصنفین کا حوالہ دیا ہے اطمینان کے لئے اسقدر کافی ہے اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں ایک بڑی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔

دین اسلام کے معاملہ میں ایمان اور یقین کے اعتبار سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام بہت اونچا ہے جس کی خبر انہیں دربار نبوت سے بطور خوشخبری کے

---

[1] (۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۳ ج ۹

باب ما جاء فی فضل زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی ص۴۲۶ ج ۲

باب ما جاء فی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دی گئی۔

ناظرین کرام! کی خدمت میں یہ وضاحت ذکر کی جاتی ہے کہ یہ فضیلت جو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ذکر کی گئی ہے یہ تحمل مصائب اور شدائد کے برداشت کرنے کے پیش نظر ہے اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عظمہ جو زبان نبوت سے ثابت ہے وہ "سیادت" کے بارے میں ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنی جگہ موجود ہے بیٹے سے افضل بھی ہے مگر بعض دوسرے وجوہ کے باعث بیٹا قوم کا سردار ہوتا ہے۔ افضل ہونا اور بات ہے اور سردار ہونا اور بات ہے تو آپ کی ان دونوں بیٹیوں کی شان اپنی جگہ پر مسلم ہے ان کا آپس میں تقابل پیدا کرنا مقصود نہیں۔ انزلوا النّاس علی قدر منازلھم" قول مشہور ہے سو اس کے موافق معاملہ کرنا ہر پہلو سے درست ہے

نیز یہ توجیہہ بھی ہو سکتی ہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں جو الفاظ فضیلت فرمائے گئے ہیں وہ جزوی فضیلت ہے جو آنجناب کی دیرینہ رفاقت پر آپؐ کو حاصل رہی اور حضرت سیّدہ فاطمہ کے حق میں جو الفاظ مروی ہیں وہ فضیلت عامہ کے اعتبار سے ہیں کہ یہی بیٹی آنجناب کے بعد زندہ رہی اور آنجناب نے اپنی اولاد میں سے اسی کو باقی چھوڑا۔ لہٰذا اس معاملہ میں کوئی باہمی منافات نہیں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ کے سوانح کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو ہوگی۔

تنبیہ :

اس مقام میں حضرت عروہؓ اور حضرت زین العابدینؒ کے درمیان جو مکالمہ پایا جاتا ہے وہ بعض رواۃ کی طرف سے مدرج ہے اور ان کا اپنا بیان ہے قرینہ یہ ہے کہ دورِ نبوت میں اور دورِ صحابہ کرامؓ میں انتقاص حق فاطمہؓ کا یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ ایک اہم دور گزر جانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا کیا گیا اور اکابر کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی۔ سر در روایت میں الفاظ کے ادراج کو پہچاننا حاذق محدثین کا کام ہے۔ مسئلہ میں افراط تفریط کا پہلو اختیار نہ کیا جائے۔ تو مسئلہ از خود صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا ہے۔

حضرت زینبؓ کی طرف سے پناہ دینے کا واقعہ

پھر اس کے بعد ابوالعاص کا اسلام لانا

ابُوالعاص جب تک اسلام نہیں لائے تھے مکّہ میں مقیم رہے اور حضرت زینبؓ اپنے والد شریف کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں۔

مکّہ معظمہ والے تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا اس قافلہ میں ابوالعاص بن ربیع بھی تجارتی مقصد کے لئے شریکِ سفر تھے اور قریش کے اموال تجارت ان کے پاس تھے ملک شام سے جب یہ تجارتی قافلہ تجارت کرنے کے بعد واپس ہوا تو مسلمانوں کو ان کی واپسی کا علم ہو گیا انہوں نے اس قافلہ کو جمادی الاولیٰ ۶ھ میں گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور ابوالعاص قافلہ والوں سے گریز کرتے ہوئے قافلہ سے قبل مدینہ طیّبہ پہنچ گئے اور حضرت زینبؓ کے ہاں پناہ لی حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی باقی قافلہ والے مدینہ شریف بعد میں پہنچے۔ عام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی جب صبح کی نماز نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو آنجنابؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا جو کچھ میں نے سُنا تم نے بھی سُن لیا انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ یا رسولؐ اللہ! اس کے بعد آپؐ نے بطور حلف کلام فرمایا

کہ مجھے بھی پہلے اس بات کا علم نہیں تھا اور جب مسلمانوں کا ایک ادنی شخص کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں منظور کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے (فلہذا زینبؓ کا ابوالعاص کو پناہ دینا صحیح قرار دیا جاتا ہے اس کو مسلمان ملحوظ رکھیں۔

اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لائے اور زینبؓ کو ارشاد فرمایا اے پیاری بیٹی!

اکرمی مثواہ۔ ان کی خاطر داری اچھی کرنا اور ان کو باعزت رکھنا، اور ازدواجی تعلق سے پرہیز رکھنا اس کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کی طرف آدمی بھیجا جنھوں نے ابوالعاص کے اموال کو ضبط کر لیا تھا اور اپنی نگرانی میں لئے ہوئے تھے حضورؐ کا حکم ہوا کہ ابوالعاص کے تمام اموال اس کی طرف واپس کر دیئے جائیں اور ان میں سے کوئی چیز روک نہ رکھی جائے چنانچہ ابوالعاص نے اپنا تمام مال وصول کر لیا اور مکہ شریف واپس آ گئے مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد جن لوگوں کے مال ابوالعاص کے پاس تھے ان تمام کو بلوایا اور ان کے اموال انھیں واپس کر دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے قریش کی جماعت! کسی ایک کے لئے میرے پاس مال باقی رہ گیا ہے؟ یا تم نے وصول کر لیا سب نے کہا کہ اب ہمارا کسی کا کوئی مال تمہارے پاس نہیں۔ فجزاک اللہ خیرا فقد وجدناك وفیاً کریماً۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم نے تمہیں بڑا اشریف اور وفادار پایا۔

اس کے بعد جماعتِ قریش کے سامنے ابوالعاص نے اعلان کیا انی اشھد ان لا الہ الا اللہ و انّ محمداً عبدہ و رسولہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

اللہ کی قسم! مدینہ شریف میں اسلام لانے سے صرف یہ چیز مجھے مانع رہی کہ

کہیں تم یہ گمان کرنے لگیں کہ میں نے تمہارے اموال کو کھا جانے کا ارادہ کر لیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف تمہارے اموال واپس کر دیئے اور میں ان سے فارغ ہو گیا تو اب میں اسلام لایا ہوں اس کے بعد ابو العاص علیہ بن ربیع رضی مکہ سے نکل پڑے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر ان کا اسلام بڑا عمدہ اور پختہ ہو گیا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی کو نکاح[1] اول پر ہی

---

[1] ناظرین کرام! کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابتداء اسلام میں زوجین کا آپس میں مسلمان ہونا نکاح کے لئے ضروری نہیں تھا۔ اور ابتداء اسلام میں بہت سے ایسے نکاح قائم رہے جن میں زوج یا زوجہ میں سے ایک مسلمان ہوتا تھا تو دوسرا کفر پر ہوتا تھا۔ اس دستور مروّجہ کی بناء پر حضرت زینب رضی ابو العاص کے نکاح میں رہیں مدینہ شریف سنہ ۶ھ صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالےٰ نے مسلمان عورتوں کو مشرکین پر حرام کر دیا۔

" انما حرم الله المسلمات على المشركين عام الحديبية سنة ست من الهجرة "

البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

ابو العاص رضی جس وقت اسلام لا کر مدینہ منورہ پہنچے تو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت زینب رضی کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نکاح اوّل پر ہی ان کو ابو العاص رضی کی طرف روانہ کیا گیا۔ مندرجات بالا کی روشنی میں بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا بے جا ہے کہ ابو العاص تو غیر مسلم تھے ان کی زوجیت میں حضرت زینب رضی کا رہنا کس طرح صحیح ہوا وجہ یہ ہے کہ فریقین کے کبار علماء نے تصریح کر دی ہے کہ مسلم و مشرک کے درمیان ابتداء اسلام میں مناکحت جائز تھی بعد میں منع ہوتی ہے اور قبل از منع یہ ازدواجی تعلقات (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

" [1] سیر اعلام النبلاء للذھبی ص ۱۷۹ تحت حالات حضرت زینب رضی " اس مقام میں مسئلہ ہذا کی مزید وضاحت

ابوالعاص بن الربیعؓ کی طرف واپس کر دیا [1]

---

[1] (۱) البدایہ والنہایہ ص۳۳۲ ج۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرۃ من مکہ الی مدینہ

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۱-۲۲ ج ۸

تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) ذخائر عقبیٰ ص۱۵۹ فی مناقب ذوی القربیٰ لاحمد بن عبداللہ المحب الطبری

تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص

(۴) الاصابہ لابن حجر ص۳۰۶ ج۴

تحت ذکر من اسمہا زینب بنت سید ولد آدم

(۵) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل ص۹۸/۲۲

روایت ۸۹۲ طبع مصر

(۶) المصنف لعبدالرزاق ص۱۷۱-۱۷۲ ج ۷۔

باب متی ادرک الاسلام من نکاح او طلاق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) درست تھے ان میں کوئی حرج نہیں تھا۔

ذیل میں علمار کے بیانات ملاحظہ فرمائیں اور ہم نے شیعہ علمار کے بیانات نقل کرنے پر اکتفا کی ہے ہمارے علمار تو اس چیز کے بلا اختلاف قائل ہیں۔

(۱) شیعہ کے مشہور عالم شیخ ابو علی الفضل بن حسن الطبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی لڑکیوں کے واقعے کے تحت لکھتے ہیں۔ وکذا کان یجوز ایضاً فی مبتداء الاسلام وقد زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ مؤرخین کی جانب سے واقعاتِ ہذا کی تائید

شیعہ سیرت نگاروں نے بھی اس طرح لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے قریش کے قافلے پر گرفت کی اور ان کے اموال کو اپنی تحویل میں لے لیا تو اس وقت ابوالعاص بن الربیعؓ مدینہ شریف میں داخل ہوتے اور صاحبزادی زینبؓ کے پاس انہوں نے پناہ لی۔
جب صبح کی نماز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا چکے تو صاحبزادی زینبؓ نے آواز دی کہ میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) بنته من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلم ثم نسخ ذالك۔

یعنی اسی طرح ابتداء اسلام میں مؤمنہ کی تزویج کافر کے ساتھ جائز تھی اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینبؓ کا نکاح ابوالعاصؓ بن الربیع سے اس کے اسلام لانے سے پہلے کر دیا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا تھا۔

تفسیر مجمع البیان للطبرسی ص۵۴۳ ج ۱ طبع قدیم
تحت آیت قال یقوم هٰؤلاء بناتی هن اطهر لکم الخ

(۲) ملا باقر مجلسی اپنی کتاب "حیات القلوب" میں لکھتے ہیں کہ :۔

" دختران آنحضرتؐ چہار نفر بودند و ہمہ از حضرت خدیجہؓ بوجود آمدند۔ اوّل زینبؓ و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں دادن او را بابی العاص بن ربیع تزویج نمود و امامہ دختر بن ابی العاص از او بوجود آمد و حضرت امیرالمومنین بعد از حضرت فاطمہؓ بمقتضائے وصیت آنحضرت امامہ را بنکاح (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ارشاد فرمایا اے حاضرین جماعت! سُن لیا؟ تو سب نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ سُن لیا ہے پھر جناب نے فرمایا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی جس کو میری بیٹی زینبؓ نے پناہ دی ہے اہل اسلام میں سے اگر کوئی چھوٹا آدمی بھی پناہ دے تو وہ دے سکتا ہے پھر آپؐ مسجد سے اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور زینبؓ و ابوالعاص کے پاس تشریف فرما ہوئے آپؐ نے فرمایا اے زینبؓ! ان کی خدمت میں کوتاہی نہ

حاشیہ صفحہ گذشتہ) خود در آورد۔

{ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص۷۱۸ ج ۲
باب ۵۱ تحت ذکر اولاد امجاد آنحضرتؐ۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ }

(۳) شیخ عباس قمی کتاب منتہی الآمال میں لکھتے ہیں:۔

"تزویج زینب با بی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بود و از زینب رضا امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد و حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیّت آں مخدرہ اورا تزویج فرمود"

{ حواشی منتہی الآمال ص۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم
در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است }

عبارات مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے چار چار صاحبزادیاں تھیں پہلی زینبؓ تھیں۔ آنجناب نے بعثت سے پہلے اور کفار کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کے نکاح حرام قرار دیئے جانے سے قبل حضرت زینبؓ کو ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ تزویج کر دیا۔ ابوالعاص سے امامہ نامی دختر پیدا ہوئی حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان کے بعد امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا۔

کرنا اور ان کو عزت واحترام سے رکھنا اور جو ابو العاص کا مال لیا گیا تھا آپؐ نے اس کو واپس فرما دیا اس کے بعد ابو العاص مکہ کو واپس چلے گئے اور جن لوگوں کا مالی حق ان کے پاس تھا سب کو واپس لوٹا دیا پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ منورہ چلے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی زینبؓ کو نکاحِ اول کیساتھ ابو العاص کی طرف رخصت کر دیا۔ [1]

اہل علم کی تسلی کے لئے یعقوبی شیعی کی بلفظہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"واقبل ابو العاص بن الربیع حتی دخل المدینہ فاستجار بزینب بنت رسول اللہؐ فلما صلی رسول اللہ الغداۃ نادت زینب الا انی قد اجرت ابا العاص بن الربیع فقال رسول اللہؐ حین انصرف أسمعتم؟ قالوا نعم قال قد اجرت من اجارت ان ادنی المؤمنین یجیر اقصاھم وقام فدخل علیھما فقال لا یفوتنک اکرمی مثواہ۔ ورد علیہ ما اخذ لہ فرجع الی مکہ فرد الی کل ذی حق حقہ ثم اسلم ورجع الی رسول اللہ فرد علیہ زینب بالنکاح الاول [2]

---

[1] تاریخ یعقوبی الشیعی ص ۲۲ ج ۲
تحت الامراء علی السرایا : طبع بیروت

[2] تاریخ یعقوبی الشیعی ص ۲۲ ج ۲ : طبع بیروت
تحت الامراء علی السرایا والجیوش

اِس مقام کے متعلق چند فوائد

سیدہ زینبؓ اور ان کے زوج ابوالعاص بن الربیع دونوں کے حق میں مذکورہ بالا واقعہ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

- ابوالعاص بن الربیع مسلمانوں کی گرفت سے بچتے ہوتے زینبؓ کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔
- صاحبزادی زینبؓ ان کو پناہ دے دیتی ہیں اور یہ پناہ دینا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ذکر کر دیا جاتا ہے
- آنجناب بھی اس پناہ کو منظور فرما لیتے ہیں۔
- اس کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے ہاں تشریف لاتے ہیں اور حسب موقع ان کو ہدایات فرماتے ہیں۔
- ابوالعاص کی خاطر داری کرنے اور اس کے وقار کو ملحوظ رکھنے کا حضرت زینبؓ کو حکم دیتے ہیں۔
- ابوالعاص کے جتنے اموال تھے ان کی واپسی کا حکم صادر فرماتے ہیں۔
- ابوالعاص مکہ میں جا کر اہل حق کے حقوق ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ اسلام لاتے ہیں۔ اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا اسلام مقبول ٹھہرتا ہے۔
- پھر ان کو مزید شرف بخشا جاتا ہے کہ صاحبزادی زینبؓ کو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں علی اختلاف الاقوال نکاح اوّل یا ثانی پر واپس کر دیتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے حق میں بہت بڑی عنایات

کریمانہ ہیں جو آنجناب کی خدمت سے ان کو نصیب ہوئیں۔ ان فضائل و عنایات سے انکار کرنا۔ نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ عناد کی بنار پر ہی ہو سکتا ہے ورنہ یہ چیزیں آنجنابؓ کی طرف سے تمام امت میں مشہور و معروف طریقہ سے منقول چلی آرہی ہیں اور ہر دور کے علماء و مصنفین ان کو ذکر کر رہے ہیں۔

قیمتی لباس کا استعمال

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث اور روایات کی کتابوں میں یہ چیز دستیاب ہوتی ہے کہ بعض اوقات آں محترمہؓ نے قیمتی کپڑے بھی استعمال فرمائے ہیں اور عورت کے لئے اسلام میں اس قسم کا قیمتی لباس استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ خادم نبوی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ایک بار کا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قمیص دھاری دار حریر سے بنی ہوئی دیکھی وہ اس کو زیب تن کئے ہوتے تھیں اور بعض روایات کے اعتبار سے قمیص کی بجائے چادر ریشمی کا استعمال کرنا آتا ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح منقول ہیں۔

"عن انس ابن مالكؓ قال رأيت على زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قميص حرير سيراء" [1]

---

[1] (۱) السنن للنسائی طبع دہلی، تحت ذکر الرخصة للنساء فی لبس السیراء۔ ص۲۵۲

(۲) کتاب المعرفة والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن سفیان البسوی ص۱۶۳، ۱۶۴ جلد ثالث طبع بیروت

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۲ ج۸ تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلعم۔

سیّدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکرِ خیر

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی متعدد اولاد ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی۔ ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام "علی" تھا۔ اور ایک صاحبزادی ہوئی جس کا نام "امامہ" بنت ابی العاص تھا۔ امامہ کا ذکرِ خیر ہم عنقریب کر رہے ہیں) ان کے ماسوا ایک اور بچہ ابوالعاص کا حضرت زینبؓ سے ہوا تھا وہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا اس بچۂ صغیر کے متعلق محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے ہم ناظرین کی خدمت میں اسے پیش کرتے ہیں۔

اولادِ زینبؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت

محدثین فرماتے ہیں اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا ایک بچّہ قریب المرگ ہو گیا انہوں نے آنجناب کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں جناب نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ آپ صبر کریں جو اللہ تعالٰی لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لئے ہے اور جو دیتے ہیں وہ بھی اس کے لئے ہے اور ہر شخص کے انتقال کے لیے اللہ تعالٰی کے ہاں وقت مقررہ ہے ہر حالت میں تم کو صبر کرنا چاہیے محترمہ زینبؓ پریشانی کے عالم میں تھیں پھر انہوں نے آنجنابؐ کی خدمت میں قسم دے کر آدمی بھیجا کہ آنجنابؐ ضرور تشریف لائیں تو آنجنابؐ اُٹھ کھڑے ہوئے آپؐ کے ساتھ سعد بن عبادہؓ معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ وغیرہ صحابہ کی جماعت بھی چل

پڑی اور حضرت ... کے پاس پہنچے وہ بچہ "قریب المرگ تھا آنجناب کی گود میں اسے پیش کیا گیا ونفسہ تتقعقع یعنی بچہ کے آخری سانس تھے اور وہ فوت ہو رہا تھا یہ حالت ملاحظہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک جاری ہو گئے تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ آنسو بھی بہا رہے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

"فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء" [1]

"یعنی اپنے نرم دل بندوں پر ہی اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں۔"

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ واقعہ مذکورہ بالا جس میں حضرت زینبؓ کے بچے "کی مرض الموت پر بمع صحابہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا ازراہ شفقت و ترحم اس حالت میں گریہ فرمانا للہ ما اعطیٰ وللہ ما اخذ ...... الخ کی تلقین فرمانا وغیرہ وغیرہ مذکور ہے۔

یہی واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اپنے اسانید کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو [2]

اس واقعہ سے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دختر حضرت زینبؓ اور

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۵۰ باب البکاء وعلی المیّت الفصل الاوّل طبع نور محمدی دہلی (بحوالہ بخاری ومسلم)

(۲) ابوداؤد شریف ج ۲ ص۹۰ باب البکاء وعلی المیّت ، طبع مجتبائی دہلی

[2] الجعفریات اوالاشعثیات لابی العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری ص۲۰۸ باب الرخصۃ فی البکاء من غیر نیاحۃ (مطبوعہ طہران)

اس کی اولاد کے ساتھ شفقت و عنایت حاد درجہ کی ثابت ہوتی ہے اور مشفقانہ تعلقات کمال درجہ کے عیاں ہوتے ہیں۔

حضرت زینبؓ کے بیٹے علیؓ بن ابی العاص کا مختصر حال

ان کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ہے ان کی والدہ محترمہ سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ امامہ بنت ابی العاص کا بھائی ہے اس کو قبیلہ بنی غاضرہ میں استرضاع یعنی دودھ پینے کے لیے بھیجا گیا تھا شیر خوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ابو العاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ ہنوز اسلام نہیں لاتے تھے۔

"فکان علی مترضعا فی بنی غاضرہ فضمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ"

علی بن ابی العاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے اور جناب کی تربیت ان کو حاصل رہی جب فتح مکہ ہوئی ہے تو سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ کی زندگی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض کے نزدیک یہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔ [1]

---

[1] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر ص۴۱ ج۴۔ تحت علی بن ابی العاص

(۲) الاصابہ لابن حجر عسقلانی ص۵۰۳ ج۲ تحت علی بن ابی العاص

(۳) کتاب نسب قریش ص۲۲ تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

امامہ بنت ابی العاص کے متعلقات

اس کا نام "امامہ" بنت ابی العاص بن ربیع ہے اور اس کی والدہ حضرت زینبؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ان کی ولادت ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور یہاں شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ آنجنابؐ امامہ کے ساتھ حد درجہ کا پیار اور محبت فرمایا کرتے تھے۔ [۱]

ابو قتادہ انصاری رضؓ ذکر کرتے ہیں کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص آپؐ کے دوش مبارک پر تھی آپ نماز ادا فرماتے رہے جب آپ رکوع فرماتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو امامہ کو اٹھا لیتے تھے امامہ کو محبت کے ساتھ اٹھانے کے واقعات حدیث میں متعدد بار مذکور ہوئے ہیں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات دستیاب ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس صغیرہ بچی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔ [۲]

---

[۱] (۱) تنقیح المقال مامقانی ص۷۹ ج۳۔ فصل النساء۔ الفصل الرابع۔

[۲] (۱) بخاری شریف ص۷۴ ج۱۔ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ عنقہ فی الصلوٰۃ

(۲) بخاری شریف ص۸۸۷ ج۲۔ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ۔

ان روایات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امامہ کے ساتھ محبت اور پیار کرنا اور غایت شفقت کے ساتھ بار بار اٹھا لینا مذکور ہے جس طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسنین شریفین کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا کرتے تھے اسی طرح ان کی خالہ زاد بہن امامہ بنت زینبؓ کو اٹھایا کرتے تھے آنجنابؐ کی توجہات کریمانہ سے یہ تمام اولاد مستفید ہوتی تھی اور یہ سلسلہ عنایت ہمیشہ قائم رہتا تھا جس طرح حسنین آپ کی اولاد تھے اسی طرح امامہؓ بھی آپؐ کی اولاد میں سے تھیں۔

۲۔ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص کے متعلق ایک اور عجیب واقعہ محدثین اور اہل تراجم نے اپنے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بیش قیمت ہار بطور ہدیہ آیا آنجناب کی ازواج مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ بنت ابی العاص چھوٹی لڑکی تھیں اپنے بچپن کے طرز پر گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہار کس طرح کا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے بہترین تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳۔ مسلم شریف ص۲۰۵ ج ۱۔ کتاب الصلوٰۃ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ

۴۔ مسند ابوداؤد طیالسی ص۸۵ تحت حدیث زید بن ثابت طبع اول دکن۔

۵۔ ابوداؤد شریف ص۱۳۲ ج۱ باب العمل فی الصلوٰۃ

۶۔ صحیح ابن حبان ص۳۱۳ ج۲ ذکر الخبر دال علی نفی ایجاب الوضوء من الملامسۃ

۷۔ المصنف لعبد الرزاق ص۳۳، ۳۴ جلد ثانی باب یقطع الصلوٰۃ۔

یہ تو بہت عمدہ ہے پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا لادفعنها الی احب اهلی الیّ" یعنی میں اپنے اہل بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے اس کی گردن میں یہ ڈالوں گا۔ تمام ازواج مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلادہ کس کے حصّہ میں آتا ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر زادی امامہ بنت زینب کو بلایا اور اُسکے گلے میں ہار پہنا دیا اس واقعہ کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ لہ

واقعہ ہذا سے یہ واضح ہوا کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کی لڑکی امامہ کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر قلبی تعلق تھا آپؐ نے اپنی دختر زادی امامہ کے لئے "أحب اهلی" کے الفاظ ذکر فرمائے یہ ماں اور بیٹی کے حق میں کتنے شفقت کے الفاظ ہیں اور غایت درجہ کے التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب چیزیں صاحبزادی زینبؓ کی وجہ سے صادر ہو رہی ہیں اس کی بناء پر حضرت زینبؓ کا مقام جو رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ سب حضرات ان مسائل سے خوب واقف تھے انہوں نے امت مسلمہ کو یہ سب مسائل تبلانے اور جمہور اہل

لہ (۱) مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۵۴ ج۔۹ تحت مناقب زینب بنت رسول اللہ۔

(۲) الفتح الربانی ص۱۲۰ ج۔۲۲ (ترتیب مسند احمد) باب ما جاء فی امامة بنت زینب بنت رسول اللہؐ

(۳) اسد الغابہ ص۴۰۰ ج۔۵ تحت امامہ بنت ابی العاصؓ

(۴) الاصابہ ص۲۳۰ ج۔۴ تحت بنت ابی العاص بن ربیعؓ

اسلام ان چیزوں کے قائل تھے لیکن اس دور کے بعض مرثیہ خواں آنجناب کی اولاد شریف
کے ان فضائل سے برملا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھئے ان کے انکار کی وجہ سے
اولاد نبوی کا شرف ، د مجد کم نہیں ہو سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"امامہ رضؓ کے حق میں حضرت فاطمہ رضؓ کی وصیّت"

مندرجہ ذیل واقعہ اگرچہ حضرت فاطمہ رضؓ کی وفات کے بعد پیش آیا تھا لیکن امامہ کے متعلقات چونکہ ماقبل میں ذکر ہو رہے ہیں اس مناسبت کی بنا پر واقعہ ہذا کو بھی یہاں ذکر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا ہم نے یہ بطور معذرت کے عرض کر دیا ہے، امامہ بنت ابی العاص حضرت زینبؓ سے ابوالعاص کی صاحبزادی ہے ابوالعاصؓ قریباً ۱۲ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے انہوں نے وفات سے پہلے زبیر بن عوام کو اپنی لڑکی امامہ کی نگرانی کی وصیت کی تھی اور ان کو ان کی کفالت میں دیا تھا۔

"وامامہ بنت ابی العاص واوصی بہا ابوالعاص الی الزبیر بن عوام" [1]

اور سیدہ فاطمہ رضؓ نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیّت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کر نا وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی چنانچہ شیعہ علماء نے اس مسئلہ کو متعدد بار ذکر کیا ہے سلیم بن قیس کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں حضرت فاطمہ رضؓ حضرت علیؓ کو فرماتی ہیں۔

"وانا اوصیك ان تزوّج بنت اختی زینب تکون لولدی مثلی" [2]

---

[1] کتاب، نسب قریش لمصعب زبیری ص۲۲
تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

[2] کتاب سلیم بن قیس الکوفی ص۲۲۶
تحت وصیّت فاطمہ رضؓ لعلی رضؓ طبع ایران

عہ I- العبر للذہبی ص۱۵ جلد اوّل - II جمہرۃ الانساب لابن حزم ص۷۷-۷۸

چنانچہ حضرت علیؓ نے اس وصیت کے مطابق امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت زبیر بن عوام نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علی سے کردی یہ نکاح مسلّم بین الفریقین ہے اہل سنّت اور شیعہ دونوں حضرات اپنے اپنے مقام میں اس کو ذکر کیا کرتے ہیں نکاح ہذا کو مزید تائید کے طور پر شیعہ علماء کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ؎ ۱

پھر امامہ بنت ابی العاص حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں لیکن اتفاق قدرت کی وجہ سے حضرت علی رضؓ کی ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی جس وقت حضرت علیؓ کوفہ میں شہید ہوئے تو اس وقت وہاں حضرت علیؓ کے ازواج میں یہ زندہ تھیں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ کا نکاح مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا تھا پھر مغیرہ کے نکاح میں حضرت امامہؓ فوت ہوئیں۔ ؎ ۲

قابلِ توجہ :-

غور کرنے سے اس مقام میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امامہ بنت ابی العاصؓ کی وجہ سے رشتہ داری کے درج ذیل تعلقات قائم ہوئے۔

؎ ۱ (۱) مروج الذهب للمسعودی الشیعی ص۲۹۸ ج۲

تحت ذکر امور و احوال من مولده الی وفاته صلی اللہ علیه وسلم

(۲) انوار النعمانیه : از شیخ نعمت اللہ جزائری الشیعی ص۳۶۷ ج ۱

تحت نور مولودی

؎ ۲ (۱) الاصابه ص۴۳۳ ج۳ تحت مغیرہ بن نوفل

(۲) اسد الغابه ص۴۰۸ جلد رابع تحت مغیرہ بن نوفل۔

- امامہؓ سیدہ فاطمہؓ کی بھانجی تھی۔
- (نکاح سے قبل) حضرت علیؓ کی سالی زینبؓ کی لڑکی تھی۔ پھر بعد از نکاح ان کی زوجہ محترمہ ہوئی۔
- اور ابو العاصؓ حضرت علیؓ کے سسر ہوئے۔
- حسنین شریفین رضہ کے لئے (نکاح مرتضویؓ سے قبل) امامہؓ خالہ زاد بہن تھی اور بعد از نکاح سوتیلی ماں ہوئی اور ابو العاصؓ سوتیلے نانا ہوئے۔

گویا امامہؓ محترمہ کے ذریعہ حضرت ابو العاصؓ اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے درمیان رشتہ داری کی بہت سی نسبتیں قائم ہوگئیں جن کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات

صاحبزادی سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور قول کے مطابق آنجناب کی صاحبزادیوں میں سے عمر میں سب سے بڑی تھیں اور ان نیک بیبیوں میں سے تھیں جن کو اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہونے کا شرف ملا۔ یہ قدیم الاسلام عورتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ نیز ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا چنانچہ انہیں مبایعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابوجعفر بغدادی نے المحبر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، ام کلثوم۔ رقیہ اور حضرت فاطمہؓ کو مبایعات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۴۰۶
تحت اسماء النسوۃ المبایعات لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"وفات کا سبب"

مکّہ شریف سے ہجرت کرنے کے بعد یہ مدینہ منوّرہ میں مقیم رہیں اور ہجرت کے مصائب انہوں نے بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کئے تھے۔ اس واقعہ ہجرت میں آپؓ مخالفین کے ہاتھوں زخمی بھی ہوگئیں تھیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا وہی سابقہ زخم ایک دفعہ مندمل ہوگیا تھا۔ پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ تازہ ہوگیا اور یہی زخم ان کی وفات کا موجب بنا اور ان کی وفات ۸ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

صبر کی تلقین اور واویلا سے منع

علماء ذکر کرتے ہیں ۸ھ میں حضرت زینبؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا ان کی وفات کی وجہ سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم ہوئے اور حضرت زینبؓ کی باقی بہنیں ام کلثوم و فاطمہ الزہرا بھی اس حادثہ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غم زدہ ہوئیں۔ باقی مسلمان عورتیں حضرت زینبؓ کی وفات پر جمع ہوئیں اور بلا اختیار رونے لگیں اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچی تو حضرت عمرؓ اس وقت عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو روکا اور اس موقع پر سختی کرنے سے منع فرما دیا۔

"وقال مهلًا يا عمرؓ ثم قال اياكن ونعيق الشيطن ثم قال انه مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان۔ (رواه احمد)[1]

یعنی اے عمرؓ! اس سختی کرنے سے ٹھہر جائیے پھر آنجنابؐ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطانی آواز نکالنے سے تم پرہیز کرو پھر ارشاد فرمایا جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دلِ غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ سے یا زبان سے صادر ہوتا ہے وہ شیطان کی طرف

---

[1] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۵۲ طبع نور محمدی دہلی
باب البکاء علی المیت الفصل الثالث

سے ہے یعنی ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پیٹنا اور واویلا کرنا ہے۔
مختصر یہ ہے کہ سردار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی وفات پر امت کو اس بات کی تعلیم فرمائی کہ ہاتھ اور زبان سے بے صبری کی حرکات صادر کرنا اور کلمات کہنا مسلمان کے لئے کسی طرح جائز نہیں یہ جاہلیت کی رسومات تھیں جو وہ لوگ اپنے عزیز و اقارب کی موت پر ادا کیا کرتے تھے اسلام نے آکر صبر اور برداشت کی تلقین فرمائی جو اس موقعہ پر آنجناب ؐ کے ارشادات میں موجود ہے۔

حضرت زینبؓ کے غسل اور کفن کا انتظام

سیّدہ زینبؓ مطہرہ کے غسل کا انتظام سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص نگرانی میں ہوا تھا اور اس فضیلتِ غسل میں خصوصی طور پر اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور ام المؤمنین ام سلمہؓ اور صالحہ عورت ام ایمنؓ نے حِصّہ لیا اور انھوں نے اس پاک دامن خاتون کے غسل کا انتظام بڑے عمدہ طریقہ سے کیا۔[1]

حدیث کی بعض کتب میں اس طرح منقول ہے کہ ام عطیہؓ انصاریہ بھی غسل زینبؓ میں شامل تھیں ام عطیہ فرماتی ہیں جب سیّدہ زینبؓ کا انتقال ہوا تو ہمارے پاس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا کہ زینبؓ کے نہلانے کا انتظام کرو پانی اور بیری کے پتّوں کو مہیّا کرو اور اُن کے اُبلے ہوئے پانی کے ساتھ تین بار یا پانچ بار غسل دو اور آخری بار میں کافور کی خوشبو لگاؤ پھر جب نہلا چکو تو مجھے اطلاع کرنا۔

"فلما فرغنا اذناہ فاعطانا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ تعنی ازارہٗ۔"

"ارشاد فرمایا تم جب غسل زینبؓ سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع کرنا پس

---

[1] انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۰ ج ۱ بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ولدہٗ

ہم نے اطلاع کر دی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک سے اپنا تہ بند اتار کر عنایت فرمایا اور فرمایا کہ میرے تہ بند کو کفن کے اندر داخل کر دو۔ [1]

---

[1] (۱) بخاری شریف ص۱۶۷ ج ۱۔

باب غسل المیت ووضوءہ بالماءِ والسدر

(۲) مسلم شریف ص۳۰۴ ج ۱ کتاب الجنائز

(۳) طبقات ابن سعد ص۳۳۴ ج ۸ تحت ذکر ام عطیہ انصاریہؓ

(۴) طبقات ابن سعد ص۲۲ ج ۸ تحت ذکر زینبؓ۔

اسی طرح دیگر حدیث کی کتابوں سے بھی واقعہ ہذا دستیاب ہو سکتا ہے۔

تبرک حاصل کرنا

اس مقام میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک عجیب بات ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب نے اپنا تہ بند مبارک اتار کر پہلے ہی ان کے حوالے نہیں کر دیا کہ کفن میں شامل کریں بلکہ ارشاد فرمایا کہ جب تم نہلا لو تو مجھے اطلاع کرنا اس میں حکمت یہ تھی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ وہ تہ بند زیادہ دیر لگا رہے اور قریب تر وقت میں اپنے جسم سے منتقل ہوا اور زینبؓ کے جسم سے لگے تہ بند کے منتقل کرنے میں زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ یہ چیز صالحین کے آثار کے ساتھ تبرک پکڑنے میں اصل چیز ہے۔

" ولم يناولن اياه اولا ليكون قريب العهد من جسده الكريم حتى لايكون بين انتقاله من جسده الى جسدها فاصل وهو اصل فى التبرك بآثار الصالحين "[1]

---

[1] فتح الباری شرح بخاری، ج ۳ ص ۱۰۱ کتاب الجنائز آخر باب غسل المیت ووضوئہ

صاحبزادی حضرت زینبؓ پر نعش یعنی ڈولی کا بنایا جانا

سیدہ زینبؓ کا غسل مکمل ہونے کے ساتھ کفن کا انتظام بھی تمام ہو گیا وہاں حضرت اسماء بنت عمیسؓ (جو اس وقت حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ محترمہ تھیں) بھی موجود تھیں انہوں نے عرض کیا کہ حبشہ کے ملک میں ہم نے دیکھا ہے کہ عورتوں کی پردہ داری کے لئے ان کی چارپائی پر ایک قسم کی نعش یعنی ڈولی بنا دی جاتی ہے۔ تاکہ میت کی جسامت پوری طرح مستور رہے تو حضرت اسماء کے اس مشورہ پر اس موقع پر حضرت زینبؓ کی چارپائی پر بھی نعش کی شکل میں پردہ داری کا انتظام کیا گیا یہ پہلی مسلم خاتون تھیں جن کا جنازہ اس اہتمام اور تکریم سے اٹھایا گیا۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

وجعل لها نعش فكانت اوّل من اتخذ لها ذالك والذى اشارت باتخاذه اسماء بنت عميس رائة بالحبشه وهى مع زوجها جعفرؓ بن ابى طالب[1]......الخ

میّت کی پردہ داری کے لئے نعش کا بنایا جانا جو حضرت اسماء نے یہاں بیان کیا ہے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے موقع پر بھی حضرت اسماء نے اسی طرح مشورہ دیا تھا اور اس کے مطابق وہاں بھی نعش کا انتظام کیا گیا تھا آئندہ حضرت فاطمہؓ کے واقعات میں اس کا بھی ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز

یاد رہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے وقت یہ حضرت اسماء حضرت ابو بکر صدیق کی زوجہ محترمہ تھیں۔

---

[1] انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۲ ج۱
بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ

سیّدہ زینبؓ کا جنازہ
اور اس میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت

صاحبزادی سیّدہ زینبؓ کے لئے جب جنازہ کی تیاری ہوئی تو خود سردارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زینبؓ پر نماز جنازہ پڑھائی جو ایک عظیم شرف ہے اور امت کے خاص خاص افراد کو ہی حاصل ہوتا۔

"وصلی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"[1]

حضرت زینبؓ کے بابرکت جنازہ میں جس طرح مدینہ شریف کے مسلمان شامل ہوئے اسی طرح مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی عورتیں بھی جنازہ پڑھنے کی فضیلت میں شریک ہوئیں اور یہ تمام عورتیں حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مل کر تشریف لائیں تھیں اور حضرت فاطمہؓ نے اپنی بڑی بہن کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ اور اپنی بہن کے ساتھ مودت اور محبّت کا پورا پورا ثبوت دیا تھا۔

جنازہ کے اس واقعہ کو شیعہ علماء نے اپنے مقام میں پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ذیل میں ان کے معتبر "اصول اربعہ" سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں تاکہ کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

---

[1] انساب الاشراف ص۴۰۰ ج ۱
بحث ازواج رسول اللہ وولدہٖ

"امام جعفر صادقؓ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا کہ جنازہ پر عورتیں آکر شامل ہو سکتی ہیں؟ اور عورتیں جنازہ ادا کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت جعفر صادقؓ نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جب انتقال فرما گئیں تو حضرت فاطمہؓ عورتوں کے ساتھ مل کر تشریف لائیں اور اپنی خواہر زینبؓ پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

"فقال یا ابا عبد اللہ اتصلی النساء علی الجنازة؟ قال فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام............ وان زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ توفیت وان فاطمة علیہا السلام خرجت فی نسائها فصلت علی اختها"[1]

مندرجات بالا کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ طاہرہ مطہرہ حضرت زینبؓ کا جنازہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی جس کی مقبولیت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی پیاری بہن پر نمازِ جنازہ ادا فرما کر حقِ اخوت پورا کیا اور ان کے حق میں دعائے

لہ (۱) تہذیب الاحکام لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ص۲۱۵
آخر باب الصلوٰۃ علی الاموات طبع قدیم ایران

(۲) کتاب الاستبصار للشیخ الطوسی (محمد بن حسن بن علی) ص۲۴۵ ج۔۱۔
باب الصلوٰۃ علی جنازۃ معہا امرأۃ طبع لکھنؤ قدیم

(۳) منتہی المقال لابی علی ص۳۴۴
باب ذکر نساء لہن طبع قدیم ایران

مغفرت فرمائی اور مدینہ کے مسلمان عورتوں مردوں نے بھی ان کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ زینب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ چیزیں حضرت زینب کے حق میں عظیم فضیلت اور شرف کی ہیں جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس دور کے بیچارے مرثیہ گو اور مجلس خواں اگر ان فضائل کا انکار کریں تو ان کو البتہ زیب دیتا ہے جن کو نہ سردارِ دو عالم ﷺ کے افعال و اقوال کی پرواہ ہے نہ اپنے ائمہ اور اہل بیت کے اعمال اور اقوال کی حاجت ہے اور نہ ہی شیعہ کے مجتہدین کے احکام کی کوئی وقعت ہے اصل میں یہ بزرگ بقلم خود مجتہد ہیں ان کو اپنے اکابر کا کوئی پاس نہیں۔

قبرِ زینبؓ میں اُتر کر دُعا فرمانا

جس وقت سیّدہ زینبؓ کا جنازہ ہو چکا اس کے بعد ان کی تدفین کا مرحلہ تھا اس مقام میں علماء نے دفن کے واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ صحابۂ کرامؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا ہم صحابہؓ کی جماعت حضرت زینبؓ کے دفنانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم قبر پر پہنچے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے ہم میں سے کوئی آنجناب کی خدمت میں کلام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ معمولی دیر تھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ کے آس پاس بیٹھ گئے ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی کا عالم طاری تھا اسی اثنا میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے اس کے بعد آنجنابؐ خود قبر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپؐ قبر سے باہر تشریف لائے آنجناب کا چہرۂ انور کھلا ہوا تھا اور غمگینی کے آثار کم ہو چکے تھے طبیعت بشاش تھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلی حالت کے متعلق کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اب جناب کی طبیعت میں بشاشت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آنجنابؐ نے فرمایا کہ قبر کی تنگی اور خوفنا کی میرے سامنے تھی اور زینبؓ کا ضعف اور کمزوری بھی مجھے معلوم تھی یہ بات مجھے بہت ناگوار گذر رہی تھی پس میں نے اللہ عزّوجل سے دُعا کی ہے کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا اور

زینب سے اس مشکل کو دور کر دیا گیا۔

"فقلنا یا رسول اللہ رأیناك مهتما حزینا فلم نستطع ان نکلمك ثم رأیناك سری عنك فلم ذالك قال کنت اذکر ضیق القبر وغمه وضعف زینب فکان ذالك یشق علی فدعوت اللہ عزوجل ان یخفف عنها ففعل" لہ

مندرجہ بالا مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے شیعہ کتب سے بعینہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں پوری طرح تسلی ہو جائے کہ یہ مسئلہ شیعہ و سُنّی دونوں فریقین کے ہاں مسلّم ہے حالات زینب دختر نبوی میں مامقانی نے لکھا ہے کہ:

ماتت سنة ثمان فی حیوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله ونزل فی قبرها وهو مهموم محزون فلما خرج

لہ (۱) مجمع الزوائد للهیثمی ص۴۷ ج ۳
تحت باب فی ضغطة القبر

(۲) کنز العمال لعلی المتقی الهندی ص۱۲۰ ج۸ = طبع اوّل دکن
تحت سوال القبر وعذابه

(۳) اسد الغابه ص۴۶۸ ج ۵
تحت زینب بنت رسول اللہ

(۴) ذخائر العقبیٰ المحب الطبری ص۱۶۰
تحت ذکر وفات زینب بنت رسول اللہ

سری عنہ وقال کنت ذکرت زینب وضعفھا فسالت اللہ تعالیٰ ان یخفف عنھا ضیق القبر وغمسہ ففعل وھوّن علیھا" لہ

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۸ھ میں حضرت زینبؓ فوت ہوئیں اور زینبؓ کی قبر میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم غمگینی کی حالت میں اُترے اور نہایت غمزدہ تھے جب قبر سے باہر تشریف لائے تو طبیعت کھلی ہوئی تھی اور ارشاد فرمایا کہ زینبؓ کے ضعف کا مجھے بہت خیال تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ قبر کی تنگی زینبؓ سے کم کر دی جائے پس اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا اور اس پر آسانی کر دی ہے۔

فریقین کی کتابوں سے معلوم ہو گیا کہ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے حق میں کس قدر مشفقانہ معاملہ فرمایا وفات سے لے کر دفن تک تمام مراحل میں آنجنابؐ کی نظرِ عنایت شاملِ حال رہی جیسا کہ حوالہ جات بالا میں تفصیلاً پیش کر دیا ہے آخر مرحلۂ قبر میں تو خصوصی توجہ فرما کر آنجنابؐ نے سیّدہ زینبؓ کے لئے سفرِ آخرت کا مرحلہ اپنی خصوصی شفاعت کے ساتھ طے فرما دیا اور قبول شفاعت کو اس عالم میں ہی برملا طور پر بیان فرما دیا۔

لہ (۱) تنقیح المقال لعبداللہ ماماقانی ص۷۹ ج ۳ آخر جلد ثالث طبع ایران من فصل النساء تحت زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ زینبؑ کے حق میں یہ بڑی بلند فضیلت ہے جو ان کو دربار نبوت
سے مل چکی اور اہل اسلام کی خواتین کے لئے سرمایہ عبرت ہے وجہ یہ ہے کہ قبر کا مرحلہ
کوئی معمولی بات نہیں اس کی فکر رکھنا اور تیاری کرنا مہماتِ دین میں سے ہے
آنجناب کی اولاد شریف کے لئے جب یہ حالات پیش آرہے ہیں تو دوسروں
کو تو ان واقعات کی خصوصی فکر کی ضرورت ہے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کیلئے

شہیدہ کے لقب کی خصوصی فضیلت

سیّدہ زینب بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقہ سوانح اور حالات مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں ان کی زندگی کا ہر ایک واقعہ بڑی اہمیّت کا حامل ہے ابتدائی دَور سے لے کر ہجرت تک یہ ایک دَور اوّل ہے پھر ہجرت کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دَور شروع ہوتا ہے جو مدنی زندگی کے متعلق ہے ان تمام حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے دشوار تر واقعہ ان کی ہجرت کا ہے جس میں ان کو سخت اذیتیں پہنچیں۔ اور آں معصومہ نے بڑے صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیں علماء نے لکھا ہے کہ وفات سے قبل ان کے وہی زخم تازہ ہو گئے جو ان کو واقعہ ہجرت میں پہنچے تھے اور وہی چیزیں ان کی وفات کا سبب بنیں اس بناء پر بڑے بڑے اکابر مصنفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔

" فلم تزل وجعة حتی ماتت من ذالك الوجع فكانوا یرون انها شهیدة " [1]

---

[1] مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۶ ج ۹
باب ماجاء فی فضل زینبؓ

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد خامس حضرت زینبؓ کے تذکرہ میں یہی مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے۔

"فکانوا یرونها ماتت شهيدة" [1]

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زینبؓ اس درد زخم کی وجہ سے ہمیشہ بیمار رہیں حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا اس بنا پر اہل اسلام ان کو "شہیدہ" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا لقب "شہیدہ زینب" تجویز کیا گیا ہے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص ۳۰۸ ج ۵ فصل فی ذکر اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا

کے سوانح کا اجمالی خاکہ

ماقبل میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احوال درج کیئے گئے ہیں ان احوال کا ایک اجمالی خاکہ ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے کوائف زندگی یکجا نظر آسکیں ؟ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ :-

۱ ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

۲ ۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے تیسویں سال ان کی ولادت ہوئی۔

۳ ۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زیر تربیت ان کی پرورش ہوئی۔ اور انہی والدہ شریفہ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا۔ باشعور زندگی حاصل کی اور جوان ہوئیں۔

۴ ۔ ابوالعاص ؓ بن ربیع کے ساتھ حضرت زینب ؓ کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے مشورہ سے کیا بعض اقوال کے اعتبار سے اس وقت تک نزول وحی شروع نہیں ہوا تھا۔

۵ ۔ جب آنجناب ؐ نے اظہار نبوت فرمایا تو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ پہلے

مرحلہ پر ہی ایمان لے آئیں اور آپ کی صاحبزادیاں بھی اپنی ماں کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور مشکلات کے دور کو ان سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور مصائب برداشت کیئے۔

۶۔ (حاشیہ میں) داماد نبویؐ حضرت ابوالعاصؓ کے حق میں چند مختصرات مذکور ہیں۔

۷۔ مشرکین مکہ نے منصوبہ بنایا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت ابوالعاصؓ سے حضرت زینبؓ کو طلاق دلوا دیں اور حسب منشا دیگر رشتہ کی پیش کش کی لیکن ابوالعاصؓ ثابت قدم رہے اور رشتہ نبوی کو قطع کرنا منظور نہ کیا۔

۸۔ جنگ بدر ۲ھ میں ہوئی ابوالعاص تا حال مسلمان نہیں ہوئے تھے کفار کے مجبور کرنے پر وہ بھی شریک جنگ ہوئے اور اہل اسلام کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ ابوالعاصؓ کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا ہار بطور فدیہ کے مدینہ شریف بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا تھا جو انہوں نے جہیز میں اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو دیا تھا حضورؐ کی خدمت اقدس میں اس بابرکت ہار کی پیشگی ہونے پر ایک رقت انگیز منظر پیدا ہوا اور جناب خدیجۃ الکبریٰؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔

صحابہ کے ساتھ مشورہ کی بنا پر اس "تاریخی ہار" کو واپس کر دیا گیا اور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے ہاں مدینہ میں بھیج دیا جائے گا۔

۹۔ چنانچہ ابوالعاص نے حسب وعدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کر دیا اندریں حالات کفار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفر میں معارض ہوتے ہبار بن اسود نے انتہائی درجہ کی اذیت پہنچائی

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مشکل مراحل گزار کر اس صبر آزما سفر کو بڑی اذیت سے طے کیا اور زید بن حارثہ وغیرہ کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔

۱۰۔ اس واقعہ کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی عمدہ تعریف کی اور اس کے وفائے عہد کی تحسین فرمائی۔

۱۱۔ ان دشوار تر مصائب گذارنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی منقبت ان الفاظ میں فرمائی

ھی خیر بناتی ۔ او ۔ ھی افضل بناتی اُصیبت فیّ

یعنی میری بیٹیوں میں بہترین بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہیں جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں۔ گویا حضرت زینبؓ کے حق میں برداشت مصائب پر زبان نبوّت نے شہادت دی اور عظیم فضیلت بیان فرمائی۔

۱۲۔ ایک موقعہ پر ابوالعاص مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پناہ دینے کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح قرار دیا یعنی وہ پناہ منظور ہوئی یہ چیز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں منقبت عظیمہ ہے۔

۱۳۔ اس واقعہ کے بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ شریف چلے گئے اور لوگوں کی امانتیں واپس پہنچا کر اسلام لائے اور واپس مدینہ شریف آکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔

۱۴۔ ایک حاشیہ ہے جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف واپس کیا جانا مذکور ہے۔ اور اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵ - مقام ھذا کے چند فوائد جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلقہ ہیں۔

۱۶ - سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر خیر خصوصاً امامہ بنت ابی العاص اور علی بن ابی العاص کا مختصر حال نیز یہاں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وصیت امامہ کے حق میں مذکور ہے۔

۱۷ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ طیبہ میں ۸ھ میں ہوئی ہجرت والے زخم پھر تازہ ہو گئے تھے جو ان کی وفات کا باعث ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریباً تیس برس زندہ رہیں۔

۱۸ - ان کی وفات پر عورتیں واویلا کرنے لگیں جس سے فرمان نبویؐ کے ذریعے منع کر دیا گیا۔

۱۹ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل اور کفن کا انتظام آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا نے کیا۔

۲۰ - ان کے کفن میں چادر نبوی کا استعمال ہوا جو غایت درجہ کا تبرک ہے۔

۲۱ - اپنی بہن جناب زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ نے شرکت کی۔

۲۲ - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر زینب رضی اللہ عنہا میں اُتر کر دُعا کرنا اور دُعا کا قبول ہونا ایک خصوصی فضیلت عظیمہ ہے۔

۲۳ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب میں علمائے کرام یہ ذکر فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جل وعلا کے راستہ میں شہید ہونے والی خاتونؓ ہیں اور "شہیدہ" کے لقب سے ملقب ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن جمیع اخواتہا ؛

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات ملاحظہ فرما لیئے یہ فضائل و کمالات ان کو حاصل ہوتے دین کے لیئے مصائب و شدائد کا برداشت کرنا ان کو نصیب رہا۔ اور اس میں "ثابت قدمی" ان کا شیوہ رہا۔ تمام زندگی اپنے والد شریف صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدمت و اطاعت میں گزار دی آپ نے ان کو ان کے اعمال مقبولہ کی بنا پر "خیر بناتی" اور "افضل بناتی" کے مخصوص القاب سے نوازا۔ اور وفات تک ان پر سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت قائم رہی۔ انتقال کے بعد تجہیز و تکفین کے جملہ مراحل میں آپؐ کے شفیقانہ سلوک اور کریمانہ عنایات کی انتہا ہو گئی یہاں تک کہ آنجنابؐ ان کے آخری مقام قبر میں اُترے اور حضرت زینبؓ کو آنجناب صلعم کی طرف سے شفاعت کی قبولیت کی بشارت عظیمہ حاصل ہوئی۔

ان صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے حق میں بعض لوگ اس دور میں زبان طعن دراز کیئے ہوئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ "نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں"، "یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں" اور ان کے حق میں کوئی فضیلت قرآن و حدیث سے نہیں ملتی مطلب یہ ہے کہ صاحبزادیاں (حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہن نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہیں ہیں اور ان کی کوئی فضیلت کتابوں میں مذکور نہیں .... الخ (استغفر اللہ العظیم)

ناظرین کرام! اپنے مہربان پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف

کے حق میں ان لوگوں کا یہ نہایت نازیبا سلوک ہے یہ لوگ بڑی بے باکی کے ساتھ ان صاحبزادیوں سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کی نفی کرتے ہیں، اور اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے اور ساتھ ہی ساتھ دعویٰ یہ ہے کہ ان بیبیوں کی کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی نہ شیعہ کی کسی کتاب میں نہ کسی سُنی کتاب میں۔

بندہ نے یہ چند واقعات اسلامی کتب سے جمع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں ساتھ ساتھ شیعہ معتبرات کے بھی حوالے دے دیئے ہیں۔ اب با انصاف اور شریف باشعور آدمی اس چیز کا فیصلہ خود کر لیں کہ حق بات کون سی ہے؟ اور از خود تراشیدہ چیزیں کون سی ہیں؟ مزید کسی تبصرہ و تشریح کی حاجت نہیں رہے گی۔

قلیل سے خوفِ خدا کی حاجت ہے اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے، تو ”سبحان اللہ“ وہ ساتھ ملالیں۔

اس کے بعد ”ازالہ شبہات“ کا عنوان درج کیا جاتا ہے۔

صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

کے متعلقہ

شبہات کا ازالہ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلقہ سوانح اور ان کے حالات، فضائل اور سیرت و کردار ہم نے بقدر ضرورت بیان کر دیئے ہیں۔

ان تمام حالات پر بشرط انصاف نظر کرنے سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حقیقی صاحبزادی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا نہ لے پالک بیٹی ہیں اور نہ ہی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہر زادی ہیں بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دختر محترمہ ہیں اگر کوئی شخص ان گذشتہ مندرجات سے روگردانی کرتے ہوئے ازراہ عناد اولاد نبوی کے ساتھ بغض اور تعصب اختیار کرتا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ذکر کرتا ہے تو یہ تاریخی حقائق کی تکذیب ہے۔

اہل سنت کے حوالہ جات اس مسئلہ پر ہم نے سابقاً ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں اور شیعہ کے بھی ہر دَور کے معتبر حوالہ جات ہم نے پیش کر دیئے

ہیں اب فریقین کو اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کا پورا موقعہ حاصل ہے۔

اب اس چیز کے متعلقات ذکر کیے جاتے ہیں جو لوگ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ثابت کرتے ہیں ان کے اس دعوے کی حقیقت کیا ہے؟ کیا ان کے پاس کوئی چیز قابل غور ہے۔ یا ان کے دلائل درجہ اعتبار سے بالکل ساقط ہیں؟ ناظرین کرام وہ چیزیں ملاحظہ فرمالیں جن کو وہ دلائل کا درجہ دیتے ہیں اس کے بعد ان کی اصل حقیقت پیش ہوگی، ناظرین کرام ان چیزوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود ایک نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

بعض اہل سیرت کا ایک قول"

بعض لوگ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں سے ایک قول پیش کرتے ہیں۔ کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ بن مالک سے ان کی جو اولاد ہوئی اس میں زینب بنت ابی ہالہ ایک لڑکی تھی اور ایک لڑکا ہند بن ابی ہالہ تھا۔

اس قول کی بنا پر یہ مسئلہ تجویز کیا گیا ہے کہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی نہیں بلکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ کی اولاد میں سے ہے اعتراض کا تمام مدار اسی قول پر ہے اس کے بغیر اور کوئی چیز ان کے پاس نہیں۔

توضیحات

ناظرین کے افادہ کی خاطر یہاں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان کو بغور ملاحظہ فرما لینے کے بعد اس مسئلہ کے متعلق انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

۱ - ابو ہالہ کی لڑکی زینب جو اس قول میں ذکر کی گئی ہے اور اس کی ماں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیان کی ہے یہ قول بعض سیرۃ نگار مثلاً ابن ہشام نے لکھا ہے، اور اس کی کوئی سند پیش نہیں کی اور نہ ہی اس قول کے متعلق کہیں کوئی انتساب مذکور ہے کہ فلاں صحابی۔ تابعی یا تبع تابعی کا یہ قول ہے نہ ہی کسی باسند محدّث اور سیرت نویس کا نام درج کیا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ اس قول کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس بزرگ کا فرمان ہے اور جس کا بھی یہ قول ہے وہ بغیر سند کے ہے جس کا کوئی وزن نہیں

۲ - اس سیرت نگار یعنی ابن ہشام سے یہ قول جس نے بھی نقل کیا وہ نقل در نقل چلتا رہا ہے ان ناقلین میں سے کوئی بھی اس کی سند پیش نہیں کر سکا ہے اور نہ ہی اس کے قائل کی طرف کوئی صحیح انتساب سامنے آیا ہے۔

۳ - نیز قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند کی اولاد بے شمار علمائے حدیث، سیرت نگار، علمائے انساب و علمائے تراجم و تاریخ نے ذکر کی ہے لیکن ان لوگوں نے ابو ہالہ کی اولاد جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی ہے اس میں کہیں زینب کا نام ذکر نہیں کیا یہ حضرات زینب نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تحریر نہیں کرتے یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ زینب کے نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوئی تھی ورنہ ابوہالہ کی اولاد ذکر کرنے والے علماء اس کو ضرور اس مقام میں بیان کرتے اب ہم یہاں مذکورہ علماء کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے۔

پہلے اہل سنت علماء کے حوالہ جات پیش خدمت ہوں گے اس کے بعد شیعہ مصنفین اور شیعہ مجتہدین کے اقوال اس مسئلہ پر بطور تائید درج کئے جائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ طبقات ابن سعد میں مسئلہ ہذا اس طرح مذکور ہے

فولدت خدیجة لابی هالة رجلا یقال هند وهالة رجل ایضاً ثم خلف علیها بعد ابی هالة عتیق بن عابد بن عبد الله[1]

۲۔ واخوة ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم لامهم هند بن عتیق بن عابد بن عبد الله .... وهند بن ابی هاله .... نباش بن زراه وهاله بنت ابی هاله[2]

ان ہردو حوالہ جات کا مضمون یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق

---

[1] طبقات ابن سعد صہ ۸ ج ۸ طبع لیڈن
تحت تسمیة النساء المسلمات والمهاجرات ...... الخ

[2] کتاب نسب قریش صہ ۲۲
تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

خاوند ابو ہالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہند نامی ایک لڑکا پیدا ہوا اور بقول بعض ہالہ ابو ہالہ کی لڑکی تھی مختصر یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی ابو ہالہ سے نہ تھی۔

اب ہم ذیل میں کتابوں کے صرف حوالہ جات اختصاراً نقل کرتے ہیں۔ عبارات پیش کرنے سے بڑی تطویل ہو جاتی ہے ان حوالہ جات میں یہی مضمون موجود ہے۔

۳-(۱) کتاب المحبر ص۷۸
تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۴۵۲
تحت اسماء من تزوج ثلثة ازواج فصاعدا من النساء

۴- المعارف لابن قتیبه الدینوری ص۵۸-۵۹
باب نسب سیدنا محمد بن عبداللہ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

۵- کتاب انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۶-۴۰۷ ج-۱

۶- جمهرة انساب العرب لابن حزم ص۱۴۲-۱۴۳-۲۱۰

۷- السنن الکبری للبیهقی ص۷۱ جلد سابع
کتاب النکاح باب تسمیة ازواج النبی صلی اللہ علیه وسلم وبناته

۸- مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۹ ج-۹
تحت باب فضل خدیجهؓ بنت خویلد۔

۹- الاستیعاب لابن عبد البر ص۵۶۸ ج۳
تحت هند بن ابی هاله مع الاصابه

۱۰- الروض الانف للسهیلی ص۱۲۴ ج-۱

فصل تزویجہ علیہ السلام خدیجہ

۱۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص۴۳۴ ج ۵۔
تحت خدیجہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا

۱۲۔ البدایہ لابن کثیر ص۲۹۳-۲۹۴ ج ۵ باب ذکر زوجاتہ صلوات اللہ
وسلامہ علیہ ورضی اللہ عنہن واولادہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ الاصابہ لابن حجر ص۴۱۱ ج ۴ تحت ہند بن عتیق

۱۴۔ سیرۃ حلبیہ ص۱۶۷ ج ۱ الجزء الاوّل تحت باب تزوجہ صلعم
خدیجہ بن خویلد۔ تصنیف علی بن برہان الدین حلبی (طبع مصر)

مندرجہ بالا مصنفین نے ابو ہالہ اور عتیق کی اولاد جو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی ذکر کی ہے لیکن ان میں کسی جگہ بھی زینب نامی لڑکی کا ذکر نہیں کیا اس بناء پر ابن ہشام زینب کو سابق ازواج کی لڑکی ذکر کرنے میں متفرد نظر آتا ہے۔

شیعی حوالہ جات

مسئلہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے چند حوالہ جات تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہذا اپنے مقام میں پوری طرح واضح ہو سکے اور ہر ایک فریق اس پر غور کر سکے۔

۱ - علی بن عیسٰی اربلی نے "کشف الغمۃ" جلد دوم میں ذکر مناقب خدیجہ کے تحت لکھا ہے۔

"کانت خدیجۃ قبل ان یتزوج بھا رسول اللہ صلی اللہ والہ عند عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم یقال ولدت لہ جاریۃ وھی ام محمد بن صیفی المخزومی ثم خلف علیھا بعد عتیق ابو ھالۃ ھند بن الزرارہ التیمی فولدت لہ ھند بن ھند ثم تزوجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم" لہ

۲ - شیخ نعمت اللہ الجزائری نے "الانوار النعمانیہ" جزء اوّل میں نور مولودی کے تحت لکھا ہے:-

"فاول امراءۃ تزوجھا خدیجۃ بنت خویلد وکانت قبلہ عند عتیق بن عائذ المخزومی فولدت لہ جاریۃ ثم

لہ "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" بمع ترجمہ فارسی
ترجمۃ المناقب جلد ثانی صـ۱۳۹ تحت مناقب خدیجہ رض

تزوجها رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بی ابنہا ھند[1]"

۳۔ ملّا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم باب ۵۲ میں ذکر کیا ہے۔
"و پیش ازانکہ حضرت او تزویج نماید عتیق بن عائذ مخزومی اورا تزویج کردہ بود وازاو دختر بہم رسانید و بعد ازاو ابو ہالہ اسدی را تزویج کرد و ہند بن ابی ہالہ را ازو بہم رسانید پس حضرت رسول اورا خواستگاری نمود و ہند پسر او را تربیت نمود۔[2]

۴۔ شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب منتھی الآمال جلد اوّل فصل ششم میں لکھا ہے:۔
وآں مخدرہ دختر خویلد بنی اسد بن عبد العزیٰ بودہ و نخست زوجہ عتیق بن عائذ المخزومی بود و فرزندے ازاو آورد کہ جاریہ نام داشت وازپس عتیق زوجہ ابو ہالہ بنی منذر الاسدی گشت وازو ہند بن ہالہ را آورد"[3]
مندرجہ بالا شیعی حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند عتیق سے ایک جاریہ نامی لڑکی پیدا ہوئی اس کو ام محمد بن صیفی بھی کہا گیا ہے پھر عتیق کے بعد ابو ہالہ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا

---

[1] الانوار النعمانیہ جلد اوّل ص ۳۶۷ نور مولودی تحت حالات خدیجہ بنت خویلد

[2] حیات القلوب ص ۴۲۸ ج ۲ باب ۵۲ تحت ذکر ازواج نبی ؐ

[3] منتھی الآمال ص ۴۵ ج ۱ فصل ششم در وقائع ایام وسنین عمر مبارک حضرت خاتم النبیینؐ

اس سے ایک لڑکا ہوا جس کو ہند بن ابی ہالہ کہتے ہیں اس کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ان تمام شیعہ حضرات نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج کی اولاد میں "زینب" نامی کسی لڑکی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہالہ کی لڑکی زینب کے نام سے جس صاحب نے ذکر کی ہے وہ جمہور علماء اہل سُنّت اور شیعہ کے خلاف ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں اس نے اپنا تفرد بیان کیا ہے اور اس پر کوئی سند پیش نہیں کی ظاہر ہے کہ متفرد اشیاء اپنے تفرد کی بناء پر قبول نہیں کی جاتیں اور علماء کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو اس طرح ذکر کیا جاتا ہے کہ

"هذا قول شاذ لا يتابع عليه"

یعنی ابن ہشام کا یہ قول شاذ ہے اس کی متابعت نہیں پائی گئی۔ اس بناء پر عموماً علماء (محدثین۔ اہل سیر۔ اہل تاریخ) نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ فلہذا اس قسم کا شاذ قول قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ "کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔

الثقة اذا شذّ لا يقبل ما شذّ فيه"

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۳۲۸ جلد سادس باب العدۃ۔ الفصل الاول تحت روایات فاطمہ بنت قیس)

یعنی اگر شذوذ اختیار کرنے والا آدمی ثقہ ہے تب بھی اس کی شاذ چیز کو قبول نہیں کیا جائیگا۔

ایک تلبیس کا ازالہ

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے مخالفین نے کئی قسم کے شبہات مسلمانوں میں پیدا کر دیئے ہیں ان میں سے ایک شبہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے متعلق یہ ہے کہ دورِ نبویؐ میں "زینب" نام کی متعدد خواتین تھیں اور زینب نامی ایک لڑکی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی بھی تھی جو ان کے سابق خاوند ابو سلمہ سے تھی اس کا تذکرہ جب علماء تراجم نے کیا ہے تو اس کو ربیبۃ الرسولؐ کے نام سے لکھا ہے (حضرت ام سلمہؓ کی اس لڑکی کا نام "زینب" تھا اور حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی تھی اس وجہ سے ان کو ربیبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا تھا۔ محض اس لفظی مشابہت کی بنا پر معترضین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی طرف اس کا انتساب کر دیا اور کہہ دیا کہ زینب تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہے حالانکہ صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب شریف سے ہے اور ربیبہ مذکورہ کی ماں حضرت ام سلمہؓ ہے اور والد کا نام ابو سلمہ ہے۔

اس چیز کی تصدیق اگر مطلوب ہو تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابہ"[1]

---

[1] (۱) "الاصابہ ص۳۱۲ جلد رابع تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

(۲) کتاب اسد الغابہ ص۴۶۸ ج ۵ تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

ملاحظہ کریں ابن اثیر جزری نے یہاں مزید یہ تصریح کر دی ہے کہ زینب ربیبہ کے خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ تھا[1] - اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا[2]

مقامات ہذا مطالعہ کرنے سے خوب تسلی ہو جائے گی۔ اور اس تشابہ لفظی کی وجہ سے جو اشکال معترضین نے پیدا کیا ہے وہ زائل ہو جائے گا۔ اور اس سے زیادہ تسلی مطلوب ہو تو اپنے (علماء شیعہ) کی معتبر کتاب "تنقیح المقال" جلد ثالث تحت زینب بنت ابی سلمہ ملاحظہ فرماویں وہاں بڑی صراحت کے ساتھ زینب بنت ابی سلمہ کا تذکرہ موجود ہے یعنی اس کی ماں کا نام ام سلمہ اور والد کا نام ابوسلمہ ہے اس کا اصل نام برّہ تھا سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر اس کا نام زینب رکھا جب ام سلمہؓ نے حبشہ کی ہجرت کی تھی (یعنی اپنے زوج ابوسلمہ کے ساتھ) تو وہاں یہ لڑکی زینب پیدا ہوئی تھی پھر اپنی ماں کے ساتھ یہ مدینہ طیبہ آئی اپنے وقت کی خواتین میں یہ بڑی فقیہ اور مسائل میں بڑی عقلمند و مشہور خاتون تھی اور اس کو "حسنۃ الحال" اعتبار کرتے ہیں

یہ شیعہ علماء کے اقوال ہیں اب مامقانی کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے اور مسئلہ مسلم بین الفریقین قرار پائے۔

"زینب بنت ابی سلمہ عدھا الشیخ وہ فی رجالہ وابن

---

[1] اسد الغابہ ص۴۶۹ ج۔ ۵

[2] (۱) انساب الاشراف للبلاذری ص۴۳۰ جلد اوّل

(۲) طبقات ابن سعد ص۳۳۸ ج ۔ ۸

تحت زینب بنت ابی سلمہ طبع لیڈن بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔

عبد البر وابن مندة وابو نعيم من صحابة رسول اللہ م
وھی علی ما صرحوا بہ زینب بنت ابی سلمہ بن
عبد الاسد القرشیة المخزومیة وھی ربیبة رسول
اللہ م وامھا ام سلمہ زوجة النبی م کان اسمھا برّة
فسماھا رسول اللہ م زینب ولدتھا امھا بارض الحبشة
حین ھاجرت الیھا مع زوجھا وقدمت بھا معھا
وقد قیل انھا کانت من افقہ زمانھا وانی اعبرھا
"حسنة الحال" لہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے کتاب" رحماء بینھم حصہ صدیقی" ص۱۶۷ میں اس اشتباہ کو حل کر دیا تھا لیکن یہاں دوبارہ اسے سوانح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مناسبت سے ذکر کر دیا ہے اور شیعہ و سُنّی ہر دو مکتب فکر کی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ زینب نامی جو ام سلمہ کی لڑکی ہے وہ دوسری تھی اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے۔ خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ ہے اور سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب رضی اللہ عنہا) وہ دوسری ہیں ان کی ماں کا نام خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے۔

" اگر در خانہ کس است ہمیں گفتہ بس است "

حضرت زینب رضی کے متعلقات یہاں ختم ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت رقیہؓ کے احوال درج ہوں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

لہ تنقیح المقال لعبد اللہ مامقانی ص۷۸ ج۳۔ زینب بنت ابی سلمہ۔
تحت باب الخاء والراء والزای المعجمة من فصل النساء)

سوانح صاحبزادی سیدہ رقیہؓ دخترِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سردارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بعد ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

حضرت رقیہؓ کا تولد

صاحبزادی رقیہؓ حضرت زینبؓ سے چھوٹی ہیں ان کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ رقیہؓ اپنی بڑی بہن حضرت زینبؓ کے تین برس بعد پیدا ہوئیں اس وقت سردارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک قریباً تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ [1]

تربیّت رقیہؓ

جناب رقیہؓ نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تربیّت پائی اور اپنے سن شعور کو پہنچیں۔

ان کے والدین شریفین کی تربیت اکسیرِ اعظم تھی جو ان کے آئندہ کمالاتِ زندگی کا باعث بنی۔

اسلام لانا اور بیعت کرنا

خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے ساتھ آپ کی صاحبزادیاں اسلام لانے میں پیش پیش ہیں جس وقت

---

[1] تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار البکری ص۲۷۴ ج-۱ تحت ذکر رقیہؓ بنت رسول اللہ ؐ

ان کی والدہ محترمہ اسلام لائیں تو ان کے ساتھ یہ صاحبزادیاں بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بیعت نبوی کے ساتھ شرف عزت حاصل کیا۔

"واسلمت حین اسلمت امھا خدیجۃ بنت خویلد و بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھی واخواتھا حین بایعہ النساء"۔ ؎

"یعنی جب خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام لائیں تو حضرت رقیہؓ نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے بیعت کی تو حضرت رقیہؓ نے اور ان کی بہنوں نے بھی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی سعادت حاصل کی"

رقیہؓ کا نکاح

اسلام سے قبل اس دور کے دستور کے مطابق سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابولہب کے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتساب نکاح تھا اور رخصتی نہیں ہوئی تھی اور شادی و بیاہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔

پھر اسلام کا دور شروع ہوا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی توحید کی آیات اتریں۔ شرک و کفر کی مذمت برملا کی گئی۔ حتیٰ کہ سورۃ تبت یدا ابی لھب وتب...... الخ" ابولہب کے نام کے ساتھ نازل ہوئی۔

؎ ۱ - طبقات ابن سعد ص ۲۴ ج ۸ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

۲ - الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ ج ۴ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

۳ - تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل الازواجک وبنا تک

اس پر کفار مکہ کی عداوت اہل اسلام کے ساتھ انتہا کو پہنچ گئی اور ابولہب کا غیظ و غضب حدود اخلاق سے متجاوز ہو گیا۔

ابولہب نے اپنے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ اگر تم "محمد بن عبد اللہ" کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو میں تم کو منہ نہیں لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔" یہ طلاق اس وقت ان دختران نبی کا غیبی اعزاز تھا تقدیر الٰہی نے فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جا سکیں، باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں معصوم دختران نبیؐ (یعنی رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ صرف اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا۔

فلما بعث رسول اللہ و انزل اللہ "تبت یدا ابی لھب" قال لہ ابوہ ابولھب ر اسی من ر اسک حرام ان لم تنطلق ابنتہ ففارقھا ولم یکن دخل بھا۔"[1]

ان دونوں صاحبزادیوں (رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کا کوئی قصور اور عیب نہ تھا محض رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیت پہنچائی گئی۔ اور کسی عورت کو بلاوجہ طلاق دیا جانا اس کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کے فطری احساسات مجروح ہوتے ہیں لیکن یہ سب کچھ ان معصومات و طاہرات نے دین اسلام کی خاطر برداشت کیا۔ گو اس طلاق میں ان کا اپنا ہی اعزاز اور کفار کے

---

[1] ۱۔ الطبقات لابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ تحت آیۃ قل لازواجک وبناتک ...... الخ

۳۔ الاصابۃ لابن حجر ص۲۹۷ ج۴ تحت رقیۃ بنت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ تاریخ الخمیس ص۲۷۴ ج۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاں جانے سے ایک عملی احتراز تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک

اہل سنّت کے علماء نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اس واقعہ کو مزید تفصیل سے یوں لکھا ہے کہ :-

"حضرت رقیہؓ کو عتبہ بن ابی لہب نے نکاح میں لیا پھر اس سے شادی ہونے سے قبل رقیہؓ کو طلاق دیدی۔ اس طریق کار کی وجہ سے حضرت رقیہؓ کو عتبہ کی وجہ سے نہایت تکلیف پہنچی تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے حق میں بددعا فرمائی اور فرمایا "یا اللہ! اپنے درندوں میں سے ایک درندہ عتبہ پر مسلط فرما دے (جو اس کو چیر پھاڑ ڈالے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منظور ہو گئی۔ ایک موقعہ پر عتبہ اپنے ساتھیوں میں موجود تھا کہ ایک شیر نے آکر عتبہ بن ابی لہب کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا۔

واما رقیة فتزوّجها عتبة بن ابی لھب فطلّقها قبل ان یدخل بھا ولحقھا منه اذی فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم " اللھمّ سلّط علی عتبة[1] کلبا من کلابک فتناوله الاسد من بین اصحابه"

۱۔ الانوار النعمانیة ص ۳۶۷ ج ۱ تحت نور مولودی للشیخ نعمت اللہ الجزائری الشیعی

۲ الانوار النعمانیة للشیخ نعمت اللہ الجزائری ص ۸۰ ج ۱ تحت نور مولودی

---

[1] قوله۔ علی عتبة کلبا۔

اس بات کی وضاحت اس مقام میں ضروری سمجھی گئی ہے کہ ابولہب (باقی اگلے صفحہ پر)

حقیقت میں حضرت رقیہؓ کے دل کے یہ وہ احساسات تھے جو نبی کریم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا کونسا بیٹا تھا جسے ایک درندے نے پھاڑ ڈالا۔ تو ہمارے علماء نے مندرجہ ذیل چیزیں ذکر کی ہیں ان سے اس مسئلہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عتبہ بن ابی لہب اور اور اس کا بھائی معتب بن ابی لہب خوف زدہ ہو کر مکہ سے بھاگ کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبد المطلب سے دریافت فرمایا کہ تیرے بھتیجے کہاں ہیں تو حضرت عباس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ خوف زدہ ہو کر کسی دوسری جگہ نکل گئے ہیں تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس تشریف لے گئے اور عتبہ اور معتب دونوں کو بلا لائے۔ وہ دونوں آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور یہ بھی ساتھ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں یہ دونوں بھائی شریک ہوئے اور غنائم سے حصہ پایا۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔

اور اس کے بعد وہ دونوں بھائی مکہ شریف میں مقیم رہے۔

۱۔ الاصابہ ص ۴۴۸-۴۴۹ ج-۲ تحت عتبہ بن ابی لہب

۲۔ الاصابہ ص ۴۲۲-۴۲۳ ج-ثالث تحت معتب بن ابی لہب

یہاں سے معلوم ہوا کہ درندہ کے پھاڑ ڈالنے کا اگر واقعہ صحیح ہے (جیسا کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے) تو یہ عتیبہ (مصغر) کے حق میں واقعہ ہو گا۔ جو فتح مکہ سے پہلے مرگیا تھا اور ایمان نہیں لایا تھا۔

عتبہ (مکبر) کے حق میں یہ واقعہ صحیح نہیں (واللہ اعلم بالصواب) (منہ)

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بددعا کی شکل میں ظاہر ہوتے اور قدرت کاملہ کی طرف سے وہ منظوری پا گئے۔

صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نکاح

جب ابولہب کے لڑکوں نے حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو طلاق دے دی تو اس کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہ رضی کا نکاح مکہ شریف میں حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

اور اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کے فضائل کے تحت علماء نے بعض روایات نقل کی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ایک روایت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی عزیزہ رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کر دوں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ مکہ شریف میں کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی [۱]

---

[۱] ۱۔ کنز العمال ص ۳۷۵ ج ۶ تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ

۲۔ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص ۱۶۲-۱۶۳ تحت ذکر من تزوجھا رقیہ بنت رسول اللہؐ

اور یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاجزادیاں حضرت سیدہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں دے دی تھیں پہلے حضرت رقیہؓ کا عقد کر دیا تھا یہ مکہ شریف میں ہوا تھا اور ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا تھا پھر حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح ہوا جس کی تفصیلات آئندہ ذکر کی جا رہی ہیں۔

۲

دوسری روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ ابن عفان کو ایک صاجزادی نکاح کر کے دی (اس کے انتقال کے بعد) پھر اپنی دوسری صاجزادی ان کے نکاح میں دے دی نکاح یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔

"وزادجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ بعد واحدۃ۔" [1]

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان صاجزادیوں کا نکاح کر دینا حضرت عثمانؓ کے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہے اور خوش بختی ہے جو ان کو نصیب ہوئی حضرت عثمانؓ حضورؐ سے دامادی کا شرف پا گئے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ (۳) تاریخ الخمیس للحسین الدیار البکری ص۲۷۵ ج۱ تحت ذکر رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اخرجہ الطبرانی فی معجمہ)

حاشیہ صفحہ ہذا [1] - کنز العمال ص۳۷۹ ج۶ بحوالہ ابن عساکر طبع اول حیدر آباد دکن روایت ۵۸۷۵ باب فضائل ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ

نیز یہ چیز بھی قابل قدر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ تعلقات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدت العمر خوشگوار رہے اور کسی ناخوشگواری کی نوبت نہیں آئی اور اسی صورت حال پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

حضرت رقیہؓ کی تعریف نساء قریش کی زبانی

علماء تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہؓ کو حسن اور جمال کے وصف سے خوب نوازا تھا۔ صاحب "تاریخ الخمیس" اپنی تاریخ میں اور محب الطبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں اسے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:۔ وکانت ذات جمال رائع" یعنی حضرت رقیہؓ نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں[1]۔

جس وقت حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی شادی اور بیاہ ہوا ہے تو اس دور کے قریش کی عورتیں ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتی تھیں۔

"وتزوجها عثمان بن عفان وکانت نساء قریش یقلن حین تزوجها عثمانؓ۔

احسن شخصین رای انسان
رقیۃ وبعلها عثمان

"یعنی قریش کی عورتیں کہتی تھیں کہ انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہؓ اور ان کے خاوند عثمانؓ ہیں[2]۔

---

[1] ۱۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۴ ج ۱ تحت رقیہؓ۔ ۲۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲ تحت حالات رقیہؓ

[2] ۱۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیت قل لازواجک ومنہا تحت سورۃ احزاب

اسی نوع کا ایک اور واقعہ "ارسال ہدیہ" کے عنوان کے تحت آئندہ درج ہو گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

"ہجرت حبشہ"

اسلام کا یہ ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے جا رہے تھے اور کئی قسم کے مصائب کا اہل اسلام کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے یہ مشورہ دیا کہ حبشہ کی ولایت کی طرف اگر تم سفر اختیار کر لو تو بہتر رہے گا۔ اسلئے کہ ارض حبشہ کا بادشاہ ایسا شخص ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہاں لوگ آرام و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے وہاں لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور وہ پرامن علاقہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی کشادگی کی صورت فرما دیں گے۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ حبشہ کی ولایت کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکل پڑے۔ یہ لوگ اہل مکہ کے فتنہ سے بچنا چاہتے تھے اور اللہ کے دین کو بچانے کے لئے گھر سے نکل پڑے تھے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی جو اہل اسلام کو پیش آئی۔

قرآن مجید میں مہاجرین کے حق میں بہت سی فضیلت کی آیات آئی ہیں ان میں سے ایک یہاں درج کی جاتی ہے۔

"والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر"..... الخ (پارہ ۱۴ قریب نصف)

"یعنی جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور ترک وطن کیا ان لوگوں کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور

آخرت کا اجر بہت بڑا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

یہ آیات قرآنی عام ہیں اور ہر اس ہجرت کو شامل ہیں جو دین کی خاطر ہو سو مہاجرین حبشہ بھی ان کا مصداق ہیں اور وہ ان فضیلتوں کے حامل ہیں جو مالک کریم نے مصائب و شدائد پر مرتب فرمائیں اور انہیں بڑے انعامات سے نوازا۔

اور جو حضرات اس ہجرت میں مکہ شریف سے نکلے تھے ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں مسلمانوں میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اور نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس مفہوم کو حافظ ابن کثیر نے مندرجہ الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"قال لهم لو خرجتم الى الارض الحبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده احد وهى ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه فخرج عند ذالك المسلمون من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ارض الحبشة مخافة الفتنة وفرارا الى الله بدينهم فكانت اول هجرة كانت فى الاسلام فكان اول من خرج من المسلمين عثمان بن عفان وزوجته رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم" [1]

---

[1] البداية والنهاية لابن كثير ص ۶۶ جلد ۳

تحت باب الهجرة من هاجر..... من مكة الى ارض الحبشة

۲۔ تفسیر القرطبی ص ۱۷۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك ..... الخ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کو ہجرت حبشہ کا شرف پہلے حاصل ہوا۔ ان کو اپنے خاوند کی معیت میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔ دین کی حفاظت کی خاطر سفر کے مصائب برداشت کرنا کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت رقیہؓ کے احوال کی دریافت

ہجرت حبشہ کے بعد ان ہجرت کرنے والوں کی خیر و عافیت کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہو سکے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق پریشانی لاحق تھی۔ اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ کے علاقہ سے مکہ شریف پہنچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتلایا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے داماد اور آپؐ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے۔ تو رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ کیسی حالت پر دیکھا ہے؟ تو اس نے ذکر کیا کہ عثمانؓ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کئے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے تو اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ دعائیہ فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو !! حضرت عثمانؓ ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی"

"خرج عثمان بن عفان ومعه امراته رقيه بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ارض الحبشة فابطا على رسول الله صلى الله عليه وسلم خبرهما فقدمت امراة

من قريش فقالت : يا محمد! قد رايت ختنك ومعه امراتهٗ قال : على اى حال رائيتها ؟ قالت رايته قد حمل امراتهٗ على حمار من هٰذه الدابة وهو يسوقها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عثمان اول من هاجر باهله بعد لوط عليه السلام ؑ[1]

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے ہجرت حبشہ کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے گیارہ[1] مرد اور چار عورتیں تھیں کفار مکہ سے روپوش ہو کر یہ حضرات حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے ان میں (حضرت) عثمان بن عفان بھی تھے اور ان کی اہلیہ رقیہؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھیں۔

---

[1] ۱ البدایة لابن کثیر ص ۶۶-۶۷ جلد ثالث
تحت باب هجرة من هاجر..... من مكة الى ارض الحبشة۔
۲۔ اسد الغابة لابن اثیر جزری ص ۴۵۵ ج ۵ تحت ذکر رقیة رض۔
۳۔ ذخائر العقبى للمحب الطبرى ص ۱۶۳ تحت ذکر هجرتها۔
۴ شرح مواهب الدنیة للزرقانی ص ۱۹۸ ج ۳ تحت رقیة رض۔
۵۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۵ ج ۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ کنز العمال ص ۳۸۱ ج ۶ روایت ۵۸۸۵ بحوالہ طب - ق - فی - کر (طبع اول تحت فضائل عثمان بن عفان رض۔

"پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل کفر گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود"[1]

اسلام کے ابتدائی دور میں اہل اسلام پر بڑی بڑی آزمائشیں آئی تھیں ان میں ہجرت حبشہ بھی ایک مستقل آزمائش تھی۔ مہاجرین حبشہ میں حضرت عثمان بن عفّان کا مع اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) کے شمار ہونا مسلمات میں سے ہے۔ شیعہ و سُنّی علماء نے اس مسئلہ کو اپنے اپنے انداز میں بصراحت درج کیا ہے چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم نے دونوں جانب سے پیش کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلی ہو سکے۔

تنبیہ :

بعض لوگوں نے ہجرت حبشہ کے مسئلہ میں خواہ مخواہ ایک شبہ پیدا کر لیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت حبشہ میں صاحبزادی رقیہؓ نہیں تھیں بلکہ رملہ بنت شیبہ تھی۔

اس کے متعلق اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ جس مقام سے یہ اعتراض اخذ کیا گیا ہے وہیں اسکا جواب بھی موجود ہے یعنی اس روایت کو علماء نے دلائل کے ساتھ ردّ کر دیا ہے۔

وہ قول متروک ہے۔ صحیح واقعات کے خلاف پایا گیا ہے اور اقوال متروکہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔ فلہذا صحیح چیز یہی ہے کہ ہجرت حبشہ

---

[1] ۱۔ حیات القلوب از ملّا باقر مجلسی ص ۳۳۰ جلد ۲
باب ۲۵ در بیان ہجرت حبشہ۔

۲۔ الانوار النعمانیہ ص ۳۶۷ ج ۱ ب۔ تحت نور مولودی

میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ تھیں جیسا
کہ جمہور شیعہ و سُنّی علماء کے حوالہ جات بالا میں نقل کیا گیا ہے۔

حبشہ سے واپسی

مہاجرین حبشہ نے حبشہ کے علاقہ میں ایک مدّت گزاری پھر وہاں سے
مکّہ شریف کی طرف واپس ہوئے۔ ان حضرات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی
اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت واپس ہوئے۔ اسی دوران نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم
مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیّبہ تشریف لے جا چکے تھے ہجرت حبشہ کے بعد
پھر حضرت عثمانؓ ہجرت مدینہ کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ)
سمیت مدینہ شریف کی طرف دوسری ہجرت کی۔

والذی علیہ اھل السیر ان عثمان رجع الی مکۃ من حبشۃ
مع من رجع ثم ھاجر باھلہ الی المدینۃ۔ [1]

دوبارہ ہجرت کا اعزاز

اس سلسلہ میں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی اہلیہ

---

[1] ۱۔ الاصابۃ لابن حجر ص۲۹۸ ج۴ تحت ذکر رقیہؓ۔
۲۔ مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۱۷ ج۹ باب ماجاء فی رقیۃ بنت رسول اللہ صلعم
۳۔ ذخائر العقبیٰ (للمحب الطبری) ص۱۶۲ لاحمد بن عبداللہ الطبری
تحت ذکر من تزوج رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محترمہ سمیت دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے راستے میں دین کی خاطر دو بار[1] ہجرت نصیب فرمائی ایک بار انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری مرتبہ مکّہ شریف سے مدینہ کی طرف مشہور ہجرت کا شرف حاصل ہوا، دو بار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت رقیہؓ بھی ان دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں اور ان کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہوئی۔ دو بار ہجرت کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس کا یہ واقعہ مذکور ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکّہ سے مدینہ شریف) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی پس ہم رسولِ خدا کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں یہ سنکر حضرت اسماء غصّہ میں آگئیں اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا کر شکایت کی کہ عمر بن خطابؓ یوں کہتے ہیں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ :۔ له ولاصحابه هجرة واحدة ولكم انتم اهل السفينة هجرتان "۔ یعنی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور اے اہل السفینہ[1] " تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں تمہارے لئے دو گنا ثواب ہے۔[2]

---

[1] ہجرت حبشہ میں کشتیوں پر سواری پیش آتی تھی۔ کشتیوں کے بغیر اس زمانہ میں ارض حبشہ کی طرف سفر نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے مہاجرینِ حبشہ کو " اہل سفینہ " سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ (منہ)

[2] مسلم شریف جلد ثانی ص ۳۰۴ ج ۲ باب فضائل جعفر و اسماء بنت عمیس۔

اولادِ رقیہؓ کا ذکر

یہاں اب حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حبشہ میں ان کے ہاں ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا تھا پھر اس کے بعد ان کا دوسرا بچہ حبشہ ہی میں ہوا جس کا نام "عبداللہ" رکھا گیا اور اسی نام کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عبداللہ" مشہور ہوئی۔ اپنے والدین کے ساتھ نواسۂ رسولؐ عبداللہ مدینہ شریف پہنچے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ جب قریباً چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونگ لگا کر زخم کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متورم ہو گیا تھا پھر وہ ٹھیک نہ ہو سکا اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے

یہ اپنی والدہ کے بعد جمادی الاولیٰ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔

اس کے بغیر حضرت رقیہؓ کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔

وکانت قد اسقطت من عثمان سقطاً ثم ولدت بعد ذالك عبد الله وكان عثمان يكنى به في الاسلام و بلغ ستين فنقره ديك في وجهه فمات و لم تلد له شيئاً بعد ذالك ۔

لہ ۱۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ طبع مصر تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك .... الخ

۲۔ اسد الغابۃ ص۴۵۶ ج۵ تحت ذکر رقیہؓ

۳۔ طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت رقیہؓ

۴۔ البدایہ ص۳۰۸ ج۵ فصل اولاد نبوی صلعم۔

۵۔ طبقات ابن سعد ص۳۷ ج۳ تحت عثمان بن عفانؓ

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عثمان کے لڑکے عبداللہ (جو حضرت رقیہؓ سے متولد تھے) کے متعلق اسی طرح تحریر کیا ہے کہ وہ صغیر السن تھے کہ ایک مرغ نے اس کی آنکھوں میں چونچ سے زخم کر ڈالا اس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔

شیخ نعمۃ اللہ الجزائری شیعی مجتہد لکھتا ہے کہ :-

فولدت له عبد الله ومات صغيرا نقره ديك على عينيه فمرض ومات "..... الخ [1]

اور مشہور مؤرخ مسعودی شیعی نے یہاں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ عثمان بن عفانؓ کے لئے حضرت رقیہؓ سے دو عدد لڑکے تھے ایک لڑکے کو عبداللہ اکبر کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ اصغر دونوں کی والدہ رقیہؓ تھیں۔

"وكان له من الولد عبد الله الاكبر وعبد الله الاصغر امهما رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وآله" [2]

صاحبزادہ عبداللہ کا جنازہ اور دفن

بلاذری وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے جب صاحبزادہ عبداللہ بن عثمانؓ کا انتقال ہوا سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمناک ہوئے اسی پریشانی کی حالت میں آنجنابؐ نے عبداللہ کو اٹھا کر گود میں لیا آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ

---

[1] ۱- الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری ص ۸۰ ج ۱ تحت نور مرتضوی۔
۲- الانوار النعمانیہ ص ۳۶۷ ج ۱ تحت نور مولودی۔

[2] ۱- مروج الذھب للمسعودی ص ۳۴۱ ج ۲ تحت ذکر عثمان ذکر نسبہ ولمع من اخبارہ وسیرہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے" اس کے بعد اس کی نماز جنازہ خود پڑھی ہے پھر دفن کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ قبر میں اترے اور ان کو دفن کر دیا۔

"واما عبد اللہ بن عثمانؓ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضعہ فی حجرہ ودمعت علیہ عینہ وقال انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء"

وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل عثمان فی حفرتہ" [1]

اس تمام واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک غم تھے اور اپنے سامنے اپنے نواسے کے حق میں ہدایات فرمائیں اور ان کے موافق یہ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔

انسان کا اپنی اولاد سے فطری طور پر قلبی تعلق ہوتا ہے۔ جب بھی اولاد پر مصیبت آتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے پھر صبر و سکون کرنے سے ہی یہ مرحلہ طے ہوتا ہے اس موقعہ پر اسی طرح کیا گیا۔

اُمِّ عیاش کا ذکر

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ تھیں ان کو اُمِّ عیاش کہتے

---

[1] ۱۔ انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۱ ج-۱ تحت ذکر بنات رسول اللہ صلعم
۲۔ تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۵ ج-۱ تحت ذکر رقیہؓ

تھے یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری میں لگی رہتی تھیں اور خانگی امور سرانجام دیتی تھیں۔ ام عیاش خود کہتی ہیں کہ میں بعض اوقات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتی تھی در آنحالیکہ میں کھڑی ہوتی تھی اور آنجناب بیٹھے ہوتے تھے۔

قالت: کنت اوضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا قائمۃ وھو قاعد" اخرجھا الثلاثۃ[1]

ام عیاش کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عیاش بطور ہدیہ کے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کو عنایت فرمائی تھی۔ ام عیاش حضرت رقیہ کی خدمت گزاری کیلئے حضرت عثمانؓ کے گھر رہتی تھیں۔ اور حضرت رسالت مآبؐ کی طرف سے خاص عنایت کریمانہ تھی کہ ایک خادمہ خصوصی طور پر حضرت رقیہؓ کو عنایت فرمادی تھی تاکہ صاحبزادی رقیہؓ کے لئے خانگی کام کاج میں سہولت رہے۔

بعثھا مع ابنتہ الی عثمان[2] (رضی اللہ عنہما)

آنجنابؐ کی طرف سے ھدایا کا ارسال کیا جانا

سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم اسامہ بن زید تھے جو زید بن حارثہ کے لڑکے تھے اور آنجنابؐ کے خاص خدام میں سے شمار ہوتے تھے۔ اسامہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بار

---

[1] اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ج۵ ص۶۰۷ تحت ام عیاش

[2] ـ " " " " " " " "

ایک بار گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفّان کے گھر پہنچادیں پس میں یہ ہدیہ لے کر حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچا۔ حضرت عثمان اور حضرت رقیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں تشریف فرما تھے میں نے وہ ہدیہ حضرت رسالتمآبؐ کی طرف سے ان دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسامہ کہتے ہیں میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میاں بیوی دونوں حسن و جمال میں بڑے فائق تھے۔

عن اسامة بن زيد قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم بصحفة فيها لحم الى عثمان قد خلت عليه فاذا هو جالس مع رقية ما رايت زوجا احسن منهما[1]

(اخرجه البغوي في معجمه)

حضرت عثمان کی طرف سے ایک ہدیہ

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہد اور نقی سے مرکب عمدہ طعام تیار کیا (جس کو عربی میں الخبیص[2] کہتے تھے) وہ آپؐ نے

---

[1] ۱۔ ذخائر العقبى لاحمد بن عبد الله المحب الطبري ص۱۶۲ تحت ذكر من تزوجها رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

۲۔ كنز العمال ص۳۸۰ ج۶ رجواله البغوي ـ كر) طبع اول تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

[2] قولہ الخبیص۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ کھجور اور گھی سے مرکب ایک طعام تیار کیا جاتا تھا ۱۲

(منہ)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ارسال کیا۔ اس وقت آں جنابؐ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر پر قیام فرما تھے جس وقت یہ ہدیہ پہنچا تو آنجنابؐ گھر میں موجود نہیں تھے۔ جب آپؐ خانہ اقدس میں تشریف لائے تو ام المومنین ام سلمہؓ نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ ہدیہ کس نے ارسال کیا ہے؟ تو اہل خانہ نے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ پہنچا ہے۔ ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دُعا فرمائی کہ اے اللہ! عثمان تجھے راضی کرنا چاہتے ہیں تو بھی ان سے راضی ہو۔

وقال لیث بن ابی سلیم: اوّل من خبص الخبیص عثمان خلط بین العسل والنقی ثم بعث بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی منزل ام سلمۃ فلم یصادفہ فلما جاء وضعوہ بین یدیہ فقال من بعث ھذا؟ قالوا عثمان: قالت فرفع یدیہ الی السماء فقال اللھم ان عثمان یترضاک فارض عنہ" [1]

خادمہ کا عنایت فرمانا اور ہدایا کا باہمی ارسال کیا جانا وغیرہ کے واقعات بتلا رہے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کریمانہ اپنی صاحبزادی رقیہؓ اور اپنے داماد کی طرف مبذول رہتی تھیں اور یہ شائستہ تعلقات دائماً قائم تھے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص۲۱۲ جلد۔ ۷
تحت روایات فضائل عثمان

حضرت رقیہ کی اپنے خاوند کی خدمت گزاری

سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے احوال کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اس وقت وہ اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے سر کو دھو رہی تھیں۔ تو آنجنابؐ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا " اے بیٹی! اپنے خاوند عثمان کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی گزاریں۔ عثمان میرے اصحاب میں سے خلق اخلاق میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں۔

یا بنیة احسنی الی ابی عبد اللہ فانه اشبه اصحابی بی خلقا (طب عن عبد الرحمٰن بن عثمان القرشی) ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دخل علی ابنته وھی تغسل رأس عثمانؓ۔ [1]

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ کمال شفقت تھی اور وقتاً فوقتاً آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے نیز ان صاحبزادیوں کے اپنے ازواج کے ساتھ نہایت شائستہ تعلقات تھے اور وہ اپنے زوج کی خدمت گزار بیبیاں تھیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ زوجہ اپنے خاوند کی بہتر طریق سے خدمت بجا لائے۔

نیز معلوم ہوا کہ سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ

---

[1] کنز العمال ص ۱۴۹ ج ۶ روایت ۲۴۲۰ فضائل عثمان

عمدہ روابط رکھتے تھے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق میں عثمانؓ میرے زیادہ مشابہ ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حق میں بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوّت سے بیان ہوئی۔

حضرت رقیہؓ کی بیماری

مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے اس دوران آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اتفاقاً بیمار پڑ گئیں اور بیماری کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ "خسرہ" کی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ ادھر غزوۂ بدر کی تیاری تھی اور آنجناب کے ساتھ صحابۂ کرامؓ بھی غزوۂ بدر میں شمولیّت کے لئے تیار تھے حضرت عثمانؓ کو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ رقیہؓ بیمار ہیں آپؐ ان کی تیمارداری کے لئے یہاں مدینہ میں ہی مقیم رہیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے اپنے خادم حضرت اسامہ بن زید کو مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم فرمادیا۔

اندریں حالات حضرت عثمان بن عفانؓ کا تقاضا تھا کہ میں بھی غزوۂ بدر میں شمولیّت کی سعادت حاصل کروں تو اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انّ لک اجر رجل ممن شهد بدراً و سهمه" [1]

---

[1] ۱۔ بخاری شریف جلد اول ص۵۲۳ ج-۱ تحت مناقب عثمانؓ

۲۔ بخاری شریف جلد اوّل ص۴۴۲ ج-۱ باب اذا بعث الامام رسولاً فی حاجته

۳۔ بخاری شریف جلد ثانی ص۵۸۲ ج-۲ تحت باب قوله الله تعالیٰ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن

"یعنی آپؓ کے لئے بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر ہے اور غنائم میں سے حصہ بھی آپ کے لئے ہے۔

حضرت عثمانؓ کا بدری صحابہ کے مساوی حصہ

علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کے ذریعے بدر کی شمولیت سے روکا تھا تو گویا حضرت عثمانؓ فرمان نبویؐ کے تحت حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رُکے تھے اور پھر حضرت عثمانؓ کو غزوہ بدر کے غنائم میں سے دیگر غانمین اور مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ حصہ دیا گیا تھا۔ اور غزوۂ بدر میں شمولیت کے ثواب کے متعلق بھی زبان نبوّت سے صریح طور پر حکم ہوا کہ عثمانؓ اس اجر اور ثواب میں بھی برابر کے شریک ہیں گویا حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا۔ رقیہؓ کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوّت سے صادر ہوئی۔ یہ فضیلت کہ ان کی خدمت جہاد غزوہ بدر کے برابر شمار ہو، حضورؐ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت رقیہؓ کا ہی اعزاز ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں لکھا ہے کہ :-

"و تخلف عن بدر علیها باذن رسول الله صلی الله علیه وسلم وضرب له رسول الله صلی الله علیه وسلم سهمان اهل بدر وقال واجری یا رسول الله قال واجرك" [1]

---

[1] مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۷ ج-۹-
تحت باب ما جاء فی رقیة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باعث حضرت عثمانؓ غزوہ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے ذمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری تھی پھر آنجنابؐ نے حضرت عثمانؓ کے لئے بدر کے غنائم کے حصوں میں برابر حصہ مقرر فرمایا اور جب حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اجر اور ثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو ارشاد نبویؐ ہوا کہ تمہارا اجر و ثواب بھی باقی اہل بدر کے ساتھ برابر ہے۔

مضمون ہذا بہت سے مصنفین نے تحریر کیا ہے، اہل تحقیق مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے مزید تسلی کر سکتے ہیں۔[1-4]

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح ذکر کیا ہے اور مزید یہ تشریح بھی کر دی ہے کہ آٹھ افراد قتال میں شامل نہیں ہو سکے تھے لیکن پھر بھی ان کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے برابر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ ان افراد میں سے ایک حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تھے جو غزوہ بدر میں حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور حضور اقدسؐ نے ان کے لئے غنائم میں سے برابر کا حصہ مقرر فرمایا۔ اس وقت عثمانؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے اجر کا کیا ہوا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا اجر تمہیں ملے گا۔

۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص ۴۵۶ ج ۵ تحت ذکر رقیہؓ

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳۰۸-۳۰۹ ج ۵ فصل فی اولاد النبیؐ

۳۔ البدایہ والنہایۃ ص ۳۴۲ ج ۳ فصل فی ذکر جمل من الحوادث

۴۔ کنز العمال ص ۳۸۲ ج ۶ تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان روایت ۵۹۰۴

اہل علم کی تسلی کے لئے شیعہ مؤرّخ مسعودی کی عبارت بعینہٖ پیش خدمت ہے وضرب لثمانیۃ نفر باسھمھم لم یشھدوا القتال وھم عثمان بن عفّان تخلف عن بدار لمرض رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فضرب لہ بسھمہٖ فقال یارسول اللہ واجری قال واجرک[1]...الخ

تنبیـــــــــہ

بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آنکھیں بند کر کے اعتراض قائم کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بدر کے فضائل سے محروم رہے۔ تو اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات نے واضح کر دیا کہ حضرت عثمانؓ آنحضرتؐ کی صاحبزادی رقیہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ ہذا میں شریک نہ ہو سکے اور یہ صورت حال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت پیش آئی تھی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخلّف کے ہوتے ہوئے آپ کو ان غنائم کے حصّوں اور اجر و ثواب میں برابر کا شریک قرار دیا تھا۔ فلہٰذا حضرت عثمانؓ ان فضائل اور ثواب بدر سے محروم نہیں رہے۔

مسئلہ ہذا اگر مزید سمجھنا مطلوب ہو تو اس واقعہ کو سامنے رکھیں کہ غزوہ تبوک میں جس کے فضائل کتاب و سُنّت میں بیان فرمائے گئے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ شامل نہیں ہو سکے تھے اور مدینہ طیبہ میں ٹھہرے رہے تھے۔ حضرت علیؓ کا

1۔ التنبیہ والاشراف ص۲۰۵ للمسعودی الشیعی تحت ذکر السنۃ الثانیہ من الھجرۃ۔

مدینہ شریف میں قیام اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونا بھی فرمان نبوی کے تحت تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت عثمانؓ کی غزوہ بدر میں عدم شرکت بھی اسی نوعیّت کی ہے مختصر یہ ہے کہ جیسے علی المرتضیٰؓ کی ذات اس مسئلہ میں قابل طعن نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان بن عفّان بھی اس مقام میں لائق اعتراض نہیں ہیں۔

وفات رقیہؓ

جنگ بدر ۲ھ میں رمضان المبارک میں پیش آیا تھا۔ سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے ادھر حضرت رقیہؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آنجنابؐ کی غیر موجودگی میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے کفن و دفن کی تیاری کی گئی اور یہ تمام امور حضرت عثمان نے سرانجام دیئے۔
حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر جب زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مدینہ شریف پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہؓ کو دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔

تاریخ وفات اس مقام میں علماء فرماتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزرنے کے بعد حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ اور بعض علماء نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ہجرت کو ایک سال دس ماہ گزرنے

لہ ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴-۲۵ جلد آٹھ تحت ذکر حضرت رقیہؓ۔
۲۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك......

کے بعد حضرت رقیہؓ کی وفات حسرت آیات ہوئی تھی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) [1]

بین کرنے اور واویلا کرنے کی ممانعت

چند ایام کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں پہنچے تو جنت البقیع میں قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے۔ اور اس موقع پر آنحضرت کی آمد کی بناء پر مزید عورتیں بھی جمع ہو گئیں اور حضرت رقیہؓ پر رونے لگیں جب عورتوں کا زیادہ آواز بلند ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سختی کرنے سے روک کر عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ شیطانی آواز کرنے سے باز رہو اور ارشاد فرمایا کہ جب تک آنکھ اور قلب سے رونا صادر ہو تو یہ علامت رحمت اور شفقت کی ہے لیکن جب زبان سے واویلا اور ہاتھ سے جزع و فزع ظاہر ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

"وبکت النساء علی رقیۃ فجعل عمرؓ ینھاھن یضربھن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہ یا عمرؓ قال ثم قال ایاکن ونعیق الشیطان فانہ مھما یکون من العین والقلب فمن الرحمۃ ومایکون من اللسان والید فمن الشیطان۔" [2]

---

[1] ۱۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ص۳۵۱ تحت مسندات یوسف بن مہران عن ابن عباس۔ طبع اول۔ حیدر آباد دکن۔

۲۔ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص۱۵۹ ج اول

[2] ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص۱۶۳ تحت ذکر وفاتہا۔

حضرت فاطمہؓ کا وفاتِ رقیہؓ پر گریہ کرنا

اس موقعہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کے ساتھ قبر رقیہؓ پر حاضر ہوئیں اور اپنی پیاری بہن کے غم میں ان کی قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ شفقت فاطمۃ الزہراؓ کے چہرے سے آنسو اپنے ہاتھ سے اور کپڑے سے صاف کرنے لگے اور انہیں تسلی دی اور صبر و سکون کی تلقین فرمائی۔

قال وجعلت فاطمۃ رضی اللہ عنہا تبکی علی شفیر قبر رقیۃؓ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح الدموع وجھھا بالید او قال بالثوب [1]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) باب الرخصۃ فی البکاء بغیر نوح وصیاح۔ (طبع مصر)

۳ - طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ جلد ثامن تحت ذکر رقیہؓ

۴ - وفاء الوفاء للسمہودی ص۸۹۵ جلد ۳ تحت قبر رقیہ بنت الرسولؐ۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [1] منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص۱۵۹۔ باب الرخصۃ فی البکاء علی المیت بغیر نوح۔

۲ - السنن الکبری للبیہقی ص۷۱ ج۴ کتاب الجنائز تحت باب سیاق اخبار تدل علی جواز البکاء بعد الموت

۳ - طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت ذکر رقیہؓ طبع لیدن

۴ - وفاء الوفاء للسمہودی ص۸۹۵ ج۳ تحت قبر رقیۃ بنت الرسولؐ

"ایک خصوصی ارشاد"

صاحبزادی رقیہؓ کا جب انتقال ہوگیا تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم اور پریشان تھے اور پریشانی کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپؐ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوا تھا اور آنجنابؐ ان آخری لمحات میں اور جنازہ یا کفن و دفن میں شمولیّت نہیں فرما سکے تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں تو مزار رقیہؓ پر تشریف لے گئے وہاں پر آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہؓ کے حق میں تحسر کے کلمات ارشاد فرمائے کہ:۔

"الحقی بسلفنا عثمان ابن مظعون" [1]

یعنی اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو اور ان کے ساتھ جا کر شامل ہو۔

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۲۴-۲۵ جلد ثامن تحت تذکرہ رقیہؓ۔

۲۔ الاصابۃ ص۲۹۷ ج۴ تحت ذکر رقیہؓ۔

۳۔ الزرقانی شرح مواهب ص۱۹۹ ج۳ تحت رقیہؓ۔

۴۔ وفاء الوفاء از نور الدین السمہودی ص۸۹۴ ج۳ تحت قبر رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عثمانؓ بن مظعون کا اجمالی تعارف

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک قدیم الاسلام اور بڑے مقتدر صحابی تھے۔ تیرہ افراد کے بعد اسلام لائے تھے اور ہجرت حبشہ کی فضیلت بھی ان کو نصیب ہوئی تھی۔ مدینہ شریف میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا اور "جنت البقیع" میں مہاجرین میں سے پہلے دفن ہونے والے یہی تھے۔

جب ان کا انتقال ہوا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ارتحال کی وجہ سے نہایت غمناک ہوتے تھے اور آنجنابؐ کے آنسو مبارک جاری تھے اور اسی حالت میں آپؐ نے عثمان بن مظعونؓ کو بوسہ مبارک سے نوازا تھا۔

اس بنا پر حضرت عثمانؓ بن مظعون کو آپؐ نے اپنے سلف صالحین کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔[1]

"شیعہ کی طرف سے تائید"

صاحبزادی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے احوال جس طرح علماء اہل سنت کی کتب سے مختصراً پیش کیے گئے ہیں اسی طرح شیعہ علماء نے بھی اپنے آئمہ کرام سے اس موقعہ کے حالات باسند نقل کیے ہیں چنانچہ ہم ان کی اصول کی کتاب "فروع کافی" کتاب الجنائز باب المسئلہ فی القبر سے بعض احوال نقل کرتے ہیں اس سے حضرت رقیہؓ کا مقام تو قیر حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الاصابۃ لابن حجر ص۴۵۷ ج ثانی تحت عثمان بن مظعون۔

کے ہاں تھا وہ واضح ہو جائے گا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا اپنی بہن سے قلبی تعلق نمایاں ہوگا اور ان کے باہمی روابط معلوم ہونگے۔

شیعہ کے ائمہ فرماتے ہیں کہ جب صاجزادی رقیہؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رقیہؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کہ اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ شامل رہو۔

حضرت فاطمہؓ اپنی (پیاری) بہن کی قبر شریف کے کنارے پر تشریف لائیں اور فرطِ غم کی وجہ سے رونے لگیں اور فاطمہؓ کے آنسو قبر رقیہؓ میں گر رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاس کھڑے تھے اور اپنے کپڑے سے ان کے آنسو پونچھ رہے تھے وہیں آنجنابؐ نے رقیہؓ کے حق میں کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "رقیہؓ کی ضعیفی مجھے معلوم ہے میں نے اللہ کریم سے سوال کیا ہے کہ وہ رقیہؓ کو قبر کی گرفت سے پناہ دے

"قال لما مات رقیۃ ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ الحقی بسلفنا الصالح عثمٰن بن مظعون و اصحابہ قال و فاطمۃ علیہا السلام علی شفیر القبر تنحدر دموعہا فی القبر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یتلقاہ بثوبہ قائم یدعو قال انی لاعرف ضعفہا و سألت اللہ عزوجلّ ان یجیرہا من ضمۃ القبر" [1]

---

[1] فروع کافی ص۱۳۲ ج-اول کتاب الجنائز باب المسئلۃ فی القبر۔ طبع نول کشور لکھنؤ

اسی کتاب فروع کافی کے ایک دیگر مقام میں امام جعفر صادقؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اس میں بھی حضرت رقیہؓ کی وفات کا ذکر ہے اور وہاں امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رقیہؓ کی قبر پر تشریف لائے آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپؐ کے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے فرمایا "مجھے رقیہؓ کی تکلیف یاد آئی ہے اور جو اس کو مصیبت پہنچی ہے۔ میں نے قبر کی گرفت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ اس رقیہؓ کو قبر کی تکلیف سے معافی دے دے پس اللہ تعالیٰ نے رقیہؓ کو معافی دیدی ہے۔

"وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی قبرھا رفع رأسه الی السماء فدمعت عیناہ وقال للناس انّی ذکرت ھذہ وما لقیت فرققت لھا واستوھبتھا من ضمّة القبر قال فقال اللّٰھم ھب لی رقیة من ضمّة القبر فوھبھا اللہ له" [1]

یہ ایک دو روایتیں شیعہ کے متقدمین علماء نے ذکر کی ہیں اب ایک آدھ روایت شیعہ کے متاخرین علماء کی ذکر کی جاتی ہے تاکہ احباب کو تسلی ہو جائے کہ حضرت رقیہؓ کی فضیلت کے یہ واقعات متقدمین اور متاخرین سب علماء نے ذکر کیے ہیں۔ (اگرچہ بعض مجلس خوان دوستوں کو نظر نہیں آتے)۔

شیخ عباس قمی چودھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف مجتہد ہیں وہ ائمہ کی روایت کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

---

[1] فروع کافی ص ۱۲۹ ج اول طبع نول کشور لکھنؤ۔
کتاب الجنائز باب المسئلة فی القبر۔

"چوں رقیہ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وفات یافت حضرت رسول اورا خطاب نمود کہ ملحق شو بگذشتگان شائستہ، عثمان بن مظعون واصحاب شائستہ او۔ وجناب فاطمہ علیہا السلام برکنار قبر رقیہ نشستہ بود و آب از دیدۂ اش درقبر می ریخت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ آب از دیدہ نور دیدۂ خود پاک میکرد و در کنار قبر ایستادہ بود و دعا میکرد پس فرمود کہ من دانستم ضعف وتوانائی اورا واز حق تعالیٰ خواستم کہ اورا امان دہد از فشار قبر۔" [1]

"یعنی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہؓ نے وفات پائی تو آنجنابؐ نے اس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم لاحق ہو اور حضرت فاطمہؓ (اپنی بہن) حضرت رقیہؓ کی قبر کے کنارے بیٹھی رو رہی تھیں اور ان کے آنسو قبر میں گر رہے تھے[2] اور جناب

---

[1] منتہی الآمال للشیخ عباس قمی ص ۱۰۸ ج ۱۰ فصل ہشتم در بیان اولاد امجاد آنحضرت است طبع تہران

[2] جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات رقیہ کے وقت بدر میں تھے مندرجہ بالا حالات کیسے صحیح ہوئے؟ تو اس کا مختصر جواب ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے کہ:

"یحمل علی انہ اتی قبرھا بعد ان جاء من بدر"

"یعنی بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد آنجنابؐ قبر رقیہؓ پر پہنچے اور یہ کوائف وحالات پیش آئے۔" ملاحظہ ہو (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر رقیہؓ

(۲) الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ ج ۴ تحت رقیہ رضؓ

(۳) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۱۹۹ ج ۳ تحت رقیہؓ۔

شاید شیعہ علماء بھی یہی توجیہہ پسند کریں گے یہ ان کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔ (منہ)

رسول خداؐ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے اپنی نورچشم فاطمہؓ کے آنسو صاف فرما رہے تھے اور دُعا کر رہے تھے کہ مجھے رقیہ کی ناتوانی اور ضعف معلوم تھا اور حق تعالیٰ سے میں نے درخواست کی کہ قبر کی گرفت سے رقیہ کو امان دے دیں۔"

حاصل کلام مختصر یہ ہے کہ مذکورہ بالا شیعی روایات میں رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی وفات کے حالات مذکور ہوئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل نکات آشکارا ہیں۔

- حضرت رقیہؓ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی تھیں۔
- آپؐ نے ان کو اپنے سلف صالحین کے ساتھ لاحق ہونے کا خطاب فرمایا۔
- حضرت فاطمہؓ اپنی بہن کے دفن کے وقت قبر پر حاضر ہوئیں۔ اور گریہ وزاری کی۔
- رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے حق میں دُعائیں فرمائیں اور وہ یقیناً مقبول و منظور ہوئیں۔

حضرت رقیہؓ پر درود بھیجنے کا حکم

مندرجہ بالا حالات ذکر کرنے کے بعد اب ہم شیعہ بزرگوں سے ایک دوسرا مسئلہ نقل کرتے ہیں ان کے شیعہ علماء نے اپنے ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں (حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم) پر درود و صلوٰۃ بھیجا جائے چنانچہ ہم درود و صلوات کے یہ صیغے انکے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صحیح عقیدت و محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

اصول اربعہ کی مشہور کتاب "تہذیب الاحکام" کتاب الصلوٰۃ میں تسبیحات، ورد رمضان کے تحت لکھا ہے کہ:۔

"اللّٰھم صلی علے القاسم والطاھر ابنی نبیّك۔ اللّھمّ صلّی علی رقیة بنت نبیك والعن من آذی نبیّك۔ فیھا اللّھمّ صلّی علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من آذی نبیّك فیھا" [1]

اور یہی درود و صلوٰۃ ان کی متعدد معتبر کتابوں میں موجود ہے ہم صرف تائیداً ایک اور کتاب "تحفۃ العوام" کا نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ حضرات اپنی اصول اربعہ کی کتب سے لیکر تحفۃ العوام تک لعن وطعن کے کلمات

---

[1] تہذیب الاحکام کامل ص۱۵۴ کتاب الصلوٰۃ تسبیحات در ورد رمضان۔ طبع قدیم ۱۳۱۷ھ

بڑے التزام کے ساتھ لکھتے چلے آرہے ہیں۔

"اللّٰھم صل علی القاسم والطاھر ابنی نبیک۔
اللّٰھم صل علی رقیۃ بنت نبیک والعن من اٰذی
نبیک فیھا اللّٰھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن
من آذی نبیک فیھا" [1]

اہل علم حضرات تو عبارت بالا کا ترجمہ اور مفہوم خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام دوستوں کے لیے اس عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"...... اے اللہ! تو اپنے نبی کے دونوں فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود وصلوٰۃ بھیج اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی رقیہؓ پر درود وصلوٰۃ بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ کے حق میں اذیت پہنچائی"

اس پر لعنت کر (نعوذ باللہ) اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر درود وصلوٰۃ بھیج اور اس شخص پر جس نے تیرے نبی کو ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر" (نعوذ باللہ)

عبارت مندرجہ بالا میں ان الفاظ پر غور کیجئے "جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ / ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر"

ان صاحبزادیوں کو اس سے زیادہ کس بات سے اذیت ہو گی کہ انہیں کہہ دیا جائے کہ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہی نہ تھیں ہر وہ شخص جو ان صاحبزادیوں کو اس طرح اذیت پہنچاتا ہے وہ یقیناً اس بددعا کے تحت آتا ہے۔

---

[1] تحفۃ العوام باب انیسواں ماہ رمضان المبارک فصل ششم از حاجی حسن علی شیعی۔

سوانح حضرت رقیہؓ
کا اجمالی خاکہ

۱ ــــ صاحبزادی حضرت سیّدہ رقیہؓ حضرت سیّدہ زینب سے تین برس بعد میں پیدا ہوئیں۔

۲ ــــ اپنے والد شریفؐ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے زیر نگرانی رقیہؓ نے تربیت پائی اور جوان ہوئیں۔

۳ ــــ اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ایمان لائیں اور بیعت نبویؐ ان کو نصیب ہوئی۔

۴ ــــ نوعمری میں ابولہب کے لڑکے "عتبہ" کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ پھر اسلام کے ساتھ عناد کی وجہ سے رخصتی سے قبل اس نے طلاق دے دی۔

۵ ــــ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا۔ اور امر الٰہی کے تحت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر دیا۔

۶ ــــ قریش کی عورتوں نے حضرت رقیہؓ کے حسن وجمال کی تعریف کی۔

۷ ــــ ہجرت حبشہ کی فضیلت حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو نصیب ہوئی۔ خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھا کر اوّلین مہاجرین میں شمار ہوئے اور آخرت میں ثواب واجر کے مستحق ہوئے۔

۸ —— اس دوران سیّد دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم ان کے احوال کی دریافت کرتے اور کلمات دُعا فرماتے تھے کہ " اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی ہو"۔

۹ —— ایک مُدّت کے بعد" ہجرت حبشہ" سے واپسی ہُوئی پھر اس کے بعد" ہجرت مدینہ" ان کو حاصل ہوئی گویا دو ہجرتوں سے میاں بیوی دونوں مشرف ہوئے۔

۱۰ —— حضرت رقیہؓ کی اولاد ہوئی " عبداللہ" پیدا ہُوئے پھر چند برس کے بعد ۴ھ میں مدینہ طیبّہ میں عبداللہ کی وفات ہُوئی غسل کفن دفن وغیرہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں اتمام پذیر ہوا۔

۱۱ —— ایک خادمہ (ام عیاش) آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیّدہ رقیہؓ کو ہدیۃً عنایت فرمائی۔

۱۲ —— آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہؓ کے گھر پختہ طعام بطور ہدیہ کے ارسال فرماتے تھے۔
اور حضرت عثمانؓ کی جانب سے بھی آنجناب کی خدمت اقدس میں ہدیۂ طعام پیش کیا جاتا تھا۔

۱۳ —— حضرت رقیہؓ اپنے خاوند کی بہت خدمت گزار خاتون تھیں اس مسئلہ پر ان کے والد شریف نے انہیں خاص ہدایت فرمائی۔

۱۴ —— ۲ھ ایام بدر میں حضرت رقیہؓ بیمار ہوئیں آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ہذا میں تشریف لے گئے اور حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمار داری کے لئے مقرر فرما کر ٹھہرایا۔ اور عثمانؓ کو اجر و ثواب بدری صحابہ کے برابر حاصل ہوا۔ غنائم بدر سے بھی ان کو دیگر حضرات کے مساوی حصّہ عنایت فرمایا گیا۔

۱۵ ـــــ حضرت عثمانؓ کے حق میں بدر میں غیر حاضری کی ایسی ہی نوعیت تھی جیسا کہ غـــزوۂ تبوک میں حضرت علیؑ کی غیر حاضری۔

۱۶ ـــــ حضرت سیّدہ رقیہؓ اسی دوران فوت ہو گئیں۔ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزرنے کے بعد ۲ سنہ ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۷ ـــــ ان کی وفات کے بعد رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے ساتھ مدینہ کی عورتیں بھی تھیں ان کو واویلا کرنے اور بین و نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔

۱۸ ـــــ حضرت فاطمۃ الزہراؑ اپنی بہن کی قبر پہ حاضر ہوئیں اور گریہ کرنے لگیں۔

۱۹ ـــــ اس موقعہ پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کے حق میں ارشاد فـــرمایا کہ "تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو۔"

۲۰ ـــــ حضرت رقیہؓ پر درود و صلوٰۃ بھیجنے کا مسئلہ (یہ صرف شیعہ کتب میں منقول ہے۔)

ـــــ اس کے بعد ازالہ "شبہات" کا عنوان پیش خدمت ہے۔

ازالہ شبہات

"شیعہ دوستوں کی طرف سے حضرت رقیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کئی شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضرت رقیہؓ کے سوانح ذکر کرنے کے بعد اب ان شبہات کا ازالہ کر دینا مناسب خیال کیا گیا ہے۔"

۱

ایک تو یہ کہا جاتا ہے کہ صاحبزادی رقیہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی نہیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدیجہؓ کی خواہر زادی ہیں۔

معترضین کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

قبل ازیں ہم نے یہ بحث ابتدائے کتاب ہذا میں مفصل ذکر کر دی ہے یعنی حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج سے اولاد کی بحث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خدیجہ کی اولاد ہوئی ان دونوں امور کو پوری تفصیل کے ساتھ وہاں بیان کر دیا گیا ہے اور دونوں فریق کی کتابوں سے اس مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے اور اس شبہ کا جواب تمام کر دیا ہے دوبارہ ذکر کرنے کی یہاں حاجت نہیں۔ ابتدائی مباحث

کی طرف رجوع کرلیں تشفی ہو جائے گی۔

۲

دوسری یہ چیز ذکر کرتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ کے لئے کوئی "فضیلت" اسلامی کتب میں مذکور نہیں نہ کسی شیعہ کتاب میں فضیلت پائی جاتی ہے نہ کسی سُنّی کتاب میں درج ہے۔"

یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور محض عناد کی بنا پر اس کو نشر کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد مبارک ہونے کا انہیں شرف حاصل ہے۔ ان کے سوانح جو ماقبل میں ہم نے مفصل ذکر کئے ہیں وہ اس بات پر شاہد عادل ہیں۔

حضرت رقیہؓ کے سوانح کا ایک ایک عنوان آپ ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرما دیں (جو کم و بیش بیس عدد ذکر کئے گئے ہیں) تو آپ کو یقین آجائے گا کہ عدمِ ذکر فضیلتِ رقیہؓ کا جو اعتراض ذکر کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور لطف یہ ہے کہ ہم نے بیشتر مقامات میں شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے بھی حضرت رقیہ کے احوال و سوانح درج کیئے ہیں تاکہ کسی فریق کو کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ تمام سوانح مذکورہ مندرجہ ملاحظہ کرنے کی فرصت نہ ہو تو صرف "سوانح حضرت رقیہ کا اجمالی خاکہ" پر نظر کرلیں جو ان کے حالات کے آخر میں مندرج ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن دوستوں نے یہ لکھا ہے کہ "رقیہؓ کے لئے کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی الخ۔"

انہوں نے یہ کتنا قدر "بابرکت جھوٹ" بولا ہے اور عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ اور اپنے نبی مقدس صلعم کی اولاد شریف پر کس قدر افترا کیا ہے۔ اور تاریخ اسلامی کو کس

طرح مسخ کر ڈالا ہے ؟؟

۳

تیسری چیز یہ ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے حضرت رقیہؓ پر بڑے مظالم کئے ان کو زد و کوب کیا اور ان کو سخت ایذائیں پہنچائیں حتیٰ کہ ان کا انہیں حالات میں انتقال ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر یہ لوگ لعن و طعن کرتے ہیں۔

ناظرین کرام! حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر مظالم کی یہ داستان سراسر بہتان اور بے اصل ہے اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی اس کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ :۔

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو غنائم بدر سے باقی اہل بدر کے ساتھ مساوی حصہ عطا فرمایا تھا اور اجر و ثواب میں بھی ان کو شریک ٹھہرایا۔ اور حضرت رقیہ کا ان ہی ایام میں انتقال ہو چکا تھا۔ اگر حضرت رقیہؓ کا انتقال حضرت عثمانؓ کی ایذا رسانی کی وجہ سے ہوا تھا تو پھر یہ غنائم بدر سے حصہ دینا اور اجر و ثواب میں شریک ٹھہرانا کیسے درست ہوا ؟؟

۲۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا (جیسا کہ عنقریب حضرت ام کلثومؓ کے سوانح میں اس کا مفصل ذکر آ رہا ہے۔)

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر پہلی صاحبزادی کے ساتھ ایذا رسانی کی گئی اور اس پر مظالم کیے گئے جن کی وجہ سے وہ وفات پا گئیں تو دوسری صاحبزادی کو ایسے ظالم داماد کے نکاح میں دے دینا عقل و عادت کے برخلاف ہے اور

معززین شرفاء کے طریقہ کے برعکس ہے۔

۳ - نیز حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں بے شمار مقامات میں مدائح اور فضائل ذکر فرمائے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ پر رضا مندی کا اظہار دواماً فرمایا ہے۔ اس کے متعلق چند چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں مثلاً فرمایا کہ :-

(۱) انّ لکلّ نبیٍ رفیقًا وانّ رفیقی فی الجنّۃِ عثمان[۱]
یعنی ہر نبی کے لئے ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں"

نیز ارشاد فرمایا کہ :-

(۲) ...... عن عبد الرحمٰن ابن عوف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ[۲] ...... الخ۔
یعنی فرمایا کہ ابوبکر جنّت میں ہوں گے۔ عمر جنّت میں ہوں گے عثمان جنّت میں ہوں گے۔ علی جنّت میں ہوں گے ...... الخ

---

[۱] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۵۶۱ باب مناقب عثمان رضہ الفصل الثانی، طبع نور محمدی ، دہلی

(۲) کنز العمال ص۱۵۱ ج۶ تحت فضائل عثمان ذی النورین رضہ روایت ۲۴۷۳ ، ۲۴۷۴ ، طبع اوّل دکن۔

[۲] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ ص۵۶۶ طبع نور محمدی باب المناقب العشرۃ المبشرۃ ۔ الفصل الثانی۔

یہ چند مرفوع روایات ہیں جو اُوپر پیش کی گئی ہیں ان میں حضرت عثمانؓ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا جنّت میں رفیق ہونا بتلایا گیا ہے اور جنّت وہ مقام ہے جو مومن کو اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے ثمرہ میں حاصل ہوتا ہے تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ پر رضامند تھے تب ہی تو ان کو جنّت میں رفاقت کی بشارت دی گئی۔

اور اگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ پر کسی وجہ سے ناراض تھے تو حضرت عثمانؓ کو یہ بشارت نہیں نصیب ہو سکتی تھی۔ نیز حضرت عمرؓ سے بھی رضامندی کا یہ مسئلہ مروی ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

۳- عن عمر رضی اللہ عنہ قال ما احد احق بھذا الامر من ھٰؤلاءِ النفر الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راضٍ فسمی علیًا وعثمان والزبیر وطلحۃ وسعدًا وعبد الرحمٰن[1] (رواہ البخاری)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی حقدار نہیں جن لوگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رضامند ہو کر اس عالم سے رخصت ہوئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے نام ذکر کئے وہ حضرت علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ ابن عوف تھے۔

---

[1] ۱- مشکوٰۃ شریف ص۵۶۵ باب مناقب العشرۃ رض الفصل الاوّل۔

۲- طبقات ابن سعد ص۴۲ ج۳ تذکرہ عثمان رض

تحت ذکر الشوریٰ وما کان من امرھم - طبع لیدن۔

۴۔ اور خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اپنے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ:۔

"وتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنی راضٍ"[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم سے انتقال ہوا۔ درآنحال کہ آنجنابؐ مجھ سے راضی اور خوش تھے"

مختصر یہ ہے کہ مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہوگیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے آپؐ سے کسی قسم کی ناراضگی اور ناچاکی پیش نہیں آئی تھی۔ اور مدت العمر حضرت عثمانؓ کے ساتھ آنجنابؐ کے تعلقات شائستہ رہے اور اسی پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

اگر ان صاحبزادیوں (رقیہؓ وام کلثومؓ) کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے برا سلوک کیا تھا اور ان کے حق میں اس قدر ایذا رسانی کی تھی کہ ان کی موت واقع ہوگئی۔ تو اس کا احساس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہونا چاہئے تھا اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو یقیناً اس کا صدمہ پہنچنا چاہیے تھا۔

اگر ایسا ہوتا تو اس کی پاداش میں حضرت عثمان سزا کے مستحق ہوتے۔ اور کچھ بھی نہ ہوتا تو کم از کم زبانی کلامی سرزنش اور عتاب تو ضرور کیا جاتا۔ اور باہمی تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے اور روابط ختم کر لئے جاتے۔

لیکن ان تمام چیزوں کے برخلاف یہاں تو آپس میں رضامندی ہے حضرت

---

[1] کنز العمال ص ۳۷۲ ج ۶ طبع اوّل دکن، تحت فضائل ذی النورین رضؓ بحوالہ حم۔ خ۔ وابو نعیم فی المعرفۃ

عثمانؓ کے مدائح اور فضائل بیان ہوتے ہیں ان کے کردار و اعمال پر بشارتیں دی جاتی ہیں جو ان کی قبولیت کی علامت ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صاحبزادیوں کو ایذا رسانی کے قصے تصنیف شدہ ہیں۔ جو حضرت عثمانؓ کے حق میں سوءِ ظنی نشر کرنے کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان میں حبہ بھر صداقت نہیں ہے۔

۵ ۔ ایک اور قابلِ غور چیز

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق شیعہ کے اکابر مؤرخین نے چند ایسی عالی صفات ذکر کی ہیں جن کے آئینہ میں حضرت عثمانؓ کا اعلیٰ کردار صاف نظر آتا ہے اور ان کا فضل و کمال سورج بن کر چمکتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے اپنی مشہور تصنیف "مروج الذھب" میں (ذکر ذی النورین کے تحت) حضرت عثمان بن عفانؓ کی صفات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہیں۔

"وکان عثمان فی نہایۃ الجود والکرم والسماحۃ والبذل فی القریب والبعید" [1]

"یعنی عثمانؓ نہایت سخی اور مہربان تھے اور نرم برتاؤ اور فیاضی کرنے والے تھے اور قریب اور بعید رشتہ داروں میں بہت خرچ کرنے والے تھے"

مسعودی شیعی کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ نہایت عمدہ صفات

---

[1] مروج الذھب للمسعودی ص ۳۴۱ ج ۲ تحت ذکر ذی النورین۔

کے حامل تھے اور نرم معاملہ اور نرم برتاؤ کرنے والے تھے اور اپنے رشتہ داروں میں قریبی ہوں یا غیر قریبی ان سب پر خرچ کرنے والے تھے۔ یہ صفات بتلا رہی ہیں کہ حضرت عثمانؓ سفاک اور قاتل نہیں تھے اور نہ ہی اپنوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ جن لوگوں نے اپنی اہلیہ پر ظلم اور تشدد کرنے کا ان پر الزام لگایا ہے وہ سراسر کذب وافترا ہے۔ اور ایسا مبارک دروغ تصنیف کیا ہے جس کو کوئی باشعور منصف مزاج آدمی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور خود شیعہ کے مندرجات بالا اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور شیعہ کے اعاظم واکابر علماء ذوالنورین کے عنوان کو حضرت عثمانؓ کے لئے بطور لقب کے استعمال کرتے تھے۔ یہ لقب صاحبزادیوں کی عظمت کی بنا پر مستعمل ہے۔

(اس کے بعد صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کے سوانح ذکر کئے جاتے ہیں)

سوانح صاحبزادی حضرت سیدہ اُمّ کلثوم

رضی اللہ تعالےٰ عنہا

اسم گرامی سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ محترم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کا اسم گرامی "اُم کلثوم" ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور رہے اور کوئی الگ نام معروف نہیں ہے بہت سے علماء نے اس چیز کی وضاحت کر دی ہے ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

"...... وھی ممن عرف بکنیتہ ولم یعرف لھا اسم"[1]

ولادت باسعادت اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام کلثوم اپنی بہن حضرت فاطمۃ الزہرا سے بڑی اور اپنی بہن حضرت رقیہؓ سے چھوٹی تھیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ سے بڑی تھیں لیکن

---

[1] (۱) تاریخ الخمیس ص۲۷۵ ج۔ اوّل تحت ذکر ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلعم

(۲) الزرقانی شرح مواہب اللدنیہ ص۱۹۹ ج۔۳ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ۔

(۳) ذخائر العقبیٰ لاحمد ابن عبداللہ الطبری ص۱۶۴ تحت فصل السادس فی ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

یہ قول شاذ ہے پہلی چیز تذکرہ نویسوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔[1]

اسلام لانا اور بیعت کرنا

قبل ازیں حضرت اُم کلثومؓ کی بہنوں کے تذکرہ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اس بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں۔ پھر جس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوّت فرمایا تو یہ تمام بہنیں اپنی والدہ کے ہمراہ اسلام لائیں اور بیعت کے موقعہ پر انہوں نے اپنے والد شریف کے ساتھ بیعت کی اور دیگر عورتوں نے بھی بیعت کی۔ اور ہجرت تک مکہ شریف میں ان کا قیام رہا۔

"...... فلم تزل بمكة مع رسول الله صلّى الله عليه وسلم واسلمت حين اسلمت امّها و بايعت رسول الله صلّى الله عليه وسلم مع اخواتها حين بايعه النساء"[2]

---

[1] (۱) اسد الغابہ صـ۶۱۲ ج۔ ۵ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۲) تاریخ الخمیس للدیار البکری صـ۲۷۵ ج۔ اوّل تحت ذکر ام کلثومؓ

[2] (۱) تفسیر احکام القرآن للقرطبی صـ۲۴۲ جلد رابع عشر ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك۔ (سورۃ احزاب)
(۲) طبقات ابن سعد صـ۲۵ ج ۸ تحت ام کلثومؓ

حضرت اُمِ کلثُوم کا نکاح اوّل اور طلاق

اعلانِ نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق نبی اقدس صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثُوم رضہ کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے لڑکے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا اور حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن جب اسلام کا دور آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ قرآن مجید میں شرک کی مذمت کی گئی اور مشرکین کا بُرا انجام واضح کیا گیا ان دنوں ابولہب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ابولہب کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت (سورۃ تبت یدا ابی لہب... الخ) نازل فرمائی۔ ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) دونوں کی اس مختصر سورۃ میں قباحت واضح کی گئی تھی۔

اس وقت ابولہب اور ام جمیل میاں بیوی دونوں نے اپنے لڑکے عتیبہ کو مجبور کیا کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی ام کلثُوم کو طلاق دیدے۔ اور ام جمیل اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو کہنے لگی کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں لڑکیاں رقیہ اور اُم کلثُوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) بے دین ہوگئیں ہیں اور قدیم مذہب چھوڑ چکی ہیں۔ فلہذا ان دونوں لڑکیوں کو تم دونوں بھائی طلاق دے دو۔ پس انہوں نے اپنے والدین کے مجبور کرنے پر دونوں صاحبزادیوں کو بلا وجہ طلاق دے دی اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا۔

کہ یہ پاک بیبیاں ان ناپاک مشرکین کے گھر نہ جائیں سو عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو اور عتیبہ نے حضرت اُمِّ کلثومؓ کو چھوڑ دیا۔ اور یہ طلاق ان کی رخصتی سے قبل واقع ہوئی تھی۔

قالت ام جمیل...... لابنیها ان رقیه وام کلثوم قد صبتا فطلقاهما ففعلا فطلقاهما قبل الدخول بهما۔[1]

قبل ازیں حضرت رقیہؓ کے سوانح میں ذکر کیا گیا ہے ان صاحبزادیوں رقیہؓ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کو بلا وجہ طلاق دے دی گئی تھی ان کا کوئی قصور نہ تھا آنحضرت صلعم کو دکھ دینے کے لئے اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ابولہب کے بیٹوں نے یہ ستم روا رکھا تھا۔ اور اسلام کی خاطر ہی ان پاک دامنوں نے یہ مصیبت اٹھائی۔ ان بنات رسولؐ نے نہایت صبر کے ساتھ یہ مراحل طے کیئے

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معصوم صاحبزادیوں نے یہ صدمے صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنے والد شریف کی خدمت میں مقیم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اخواتها وعن امها۔

---

[1] (۱) اسد الغابة لابن اثیر الجزری ص ۶۱۲ ج۔ ۵
تحت ذکر ام کلثومؓ

(۲) البدایة لابن کثیر ص ۳۰۹ ج۔ ۵
تحت فصل اولاد نبوی صلعم

(۳) تفسیر القرطبی ص ۲۴۲/۲۴۳ جلد رابع عشیر ۱۴
تحت ایۃ قل لازواجك وبناتك۔ (سورۃ احزاب)

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے اذن سے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی سفر ہجرت میں آنجنابؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے اور ابتدائی ایام میں ابوایوب انصاری رضؓ کی منزل پر مدینہ میں قیام تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل و عیال تاحال مکہ شریف میں مقیم تھے اپنی ہجرت کے کچھ مدت بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ باقی گھر والوں کو بھی یہاں مدینہ شریف بلوا لیا جائے

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور زیدبن حارثہ کو اس کام کے لئے تیار کر کے مکہ شریف روانہ فرمایا اور سواریاں بھی ساتھ دیں اور کچھ دراہم آمد و رفت کے کے مصارف کے طور پر عنایت فرمائے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آنجنابؐ نے سواری کے لئے دو اونٹ ارسال کئے اور خرچ کے لئے پانچ سو درہم عنایت فرمائے تھے اور یہ درہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیش کئے تھے۔

آپؐ نے ابورافعؓ اور زیدبن حارثہ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ شریف پہنچ کر ہمارے اہل و عیال کو ساتھ لائیں۔

ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبداللہ ابن اریقط الدئلی کو دو اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ بھی ان کے گھر والوں کو ان کے ساتھ روانہ کرے یعنی یہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے ساتھ ہو کر ہجرت کر کے مدینہ شریف آئیں۔

چنانچہ زید ابنؓ حارثہ اور ابو رافعؓ مکہ شریف پہنچے اور سفر ہجرت کی تیاری کر کے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں یعنی ام المؤمنین حضرت سودۃ بنت زمعہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کو لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت زید ابن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمنؓ اور اپنے لڑکے اسامہ بن زید کو بھی ساتھ لیا۔ اور یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبد اللہ ابن ابی بکر صدیقؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ اُم رومان اور اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کو ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے ساتھ ہم سفر ہو کر مدینہ شریف جا پہنچے۔ اس وقت نبی اقدسؐ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کی تعمیر میں مصروف تھے اور مسجد کے آس پاس اپنے حجرات کی تعمیر کرا رہے تھے۔ آنجنابؐ نے اپنے اہلِ خانہ کو اس موقعہ پر حارثہ بن نعمان کے مکان پر ٹھہرایا تھا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے وہ حجرہ بنوایا جس میں آنجنابؐ کا مزار اقدس ہے۔ اور آپ اس میں مدفون ہیں آپؐ نے اس حجرہ مبارک کا ایک دریچہ مسجد نبویؐ کی جانب بنوایا تھا جس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اس کے زوج ابو العاص بن ربیع نے روک لیا تھا اس بنتِ رسولؐ نے بعد میں ہجرت کی تھی۔ اور حضرت سیدہ رقیہؓ نے نے اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی تھی[1] (جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا گیا ہے)۔

۱۔ (۱) طبقات ابن سعد ص ۱۱۸/۱۱۹ جلد ثامن۔ طبع لیڈن (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ جس وقت زید بن حارثہ اور اس کے ساتھی مکہ شریف پہنچے تو طلحہ بن عبید اللہ سے ملاقات ہوئی حال احوال بیان کئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ بھی سفر ہجرت کے لئے تیار ہیں چنانچہ مندرجہ بالا تمام حضرات اور طلحہ بھی عبید اللہ سفر ہجرت کے لئے مل کر نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے [1]

مندرجہ واقعات سے معلوم ہوا کہ :۔

۱ ۔ جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں حضرت صدیق اکبرؓ آنجناب کے ہم سفر تھے اسی طرح آنجناب کے اہل وعیال (دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ وام کلثوم اور ام المؤمنین حضرت سودۃ رضی) کے ساتھ سفر ہجرت میں صدیق اکبرؓ کے اہل وعیال شامل تھے یہ چیز دونوں خاندانوں کے تعلقات کی یگانگت ظاہر کرتی ہے اور خوشی اور غمی کے معاملات میں کامل اتفاق واتحاد کا پتہ دیتی ہے۔

۲ ۔ آنحضرتؐ کے اہل وعیال کے سفر ہجرت کے مصارف حضرت صدیق اکبرؓ نے پیش خدمت کئے تھے اور ثواب دارین حاصل کیا تھا۔

۳ ۔ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ نے ہجرت مدینہ کا سفر مل کر کیا تھا۔ ان

(حوالہ جات صفحہ گزشتہ)

تحت ذکر منازل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۲۰۲ ج۳ جلد ثالث فصل فی دخولہ علیہ السلام المدینۃ الخ

(۳) انساب الاشراف للبلاذری ص۲۶۹ جزء اوّل

(حوالہ صفحہ ہذا) [1] مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۲۷ ج ۹ باب فی فضل عائشۃ ام المؤمنینؓ (تزویجہا)

دونوں بہنوں کی ہجرت ایک سفر میں ہوئی تھی یہ دونوں بہنیں اپنی دو بڑی بہنوں
حضرت زینبؓ وحضرت رقیہؓ سے ہجرت میں اسبق رہیں۔ مہاجرین
کے فضائل جو اسلام میں منقول ہیں اور جو آیات ان کے حق میں موجود ہیں، وہ
ان دونوں صاحبزادیوں کے لئے بھی ثابت ہیں اور ہجرت کے اجر و ثواب
میں یہ دونوں برابر کی شریک ہیں۔

حضرت اُمِّ کلثُوم کی تزویج

پہلے ایک تمہیدی روایت تحریر کی جاتی ہے اس کے بعد دیگر روایات پیش خدمت ہُونگی۔

ا۔ پہلی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ ایک موقعہ پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اور تزویج کے متعلق ارشاد فرمایا کہ :۔

"...... ما انا ازوّج بناتی ولکن اللہ تعالیٰ یزوجھن"

"یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کی تزویج میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں"[1]

یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی بیٹیوں کو میں کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی تزویج کا امر فرماتا ہے اس روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت ام کلثوم رضؓ کا نکاح اللہ تعالےٰ کے اذن کے موافق ہوا تھا۔ اور باقی صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت فاطمہؓ) کے نکاح بھی امر الٰہی کے تحت ہی سرانجام پائے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حق میں گویا یہ ایک خصوصیّت پائی جاتی ہے کہ ان کا نکاح بامر خداوندی ہوتا ہے اور ان کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاتا۔ چنانچہ اس مسئلہ

---

[1] المستدرك للحاكم ص۴۹ ج۔ رابع۔ تحت ذکر ام کلثوم بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب معرفة الصحابة

کو بعض علماء نے بحوالہ ابن حجر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ

"قال ابن حجر لا یبعد ان یکون من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم منع التزویج علی بناتہ"

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ خصوصیت ہو کہ آنجناب کی صاحبزادیوں کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری بیوی کو ان کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے"۔ [1]

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نکاح میں پہلے حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کا انتقال جنگِ بدر کے موقع پر ہو گیا جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے سوانح میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس چیز کے خواہشمند اور متمنی تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ دامادی قائم رہتا تو بہتر تھا حضرت رقیہؓ کے انتقال کی وجہ سے آپ نہایت مغموم رہتے تھے، اور پریشانی کے عالم میں تھے۔

چنانچہ ام عیاشؓ ذکر کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ ابن عفان کے نکاح میں دینے کا ارادہ کیا ہے اور یہ چیز وحی آسمانی کے مطابق عمل میں آئے گی۔ ام عیاش وہ عورت ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کو بطور خادمہ عنایت فرمائی تھی اور ام عیاش نبی اقدس کو وضو کرانے کی خدمت بجا لاتی تھیں (قبل ازیں ان کا ذکر حضرت رقیہؓ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے)

اصل روایت کے الفاظ اس طرح مروی ہیں۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۵۵ ج۲ الجزء الثانی۔ طبع اول دکن
باب اختصاصہ صلعم بان بناتہ لا یتزوج علیھن۔

"عن ام عیاش وکانت امۃً لرقیۃ بنت رسول اللہ
علیہ وسلم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما زوجت ام کلثوم من عثمان الا بوحی من اسماء وبھذا
الاسناد عن ام عیاش قالت وضأت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وانا قائمۃ وھو قاعد" [1]

۳ - اور تیسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عثمان! یہ حضرت جبرائیلؑ ہیں خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثومؓ کو آپؓ کے نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہؓ کے لئے مقرر ہوا تھا اسی کے موافق ام کلثومؓ کا مہر ہو اور ان کی مصاحبت اور رفاقت بھی انہیں کے مطابق ہوگی [2]

---

[1] (۱) التاریخ الکبیر امام بخاری ص۲۸۱ ج۲ القسم الاول تحت باب روح۔
(۲) کنز العمال ص۱۴۸ ج۶ روایت ۲۴۱۸ طبع اول دکن
بحوالہ (طب عن ام عیاش) تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ
(۳) کنز العمال ص۱۴۹ ج۶ روایت ۲۴۳۰ طبع اول دکن
تحت فضائل ذی النورین عثمان بحوالہ (ابن مندۃ۔ طب۔ خطیب۔ ابن عساکر)
(۴) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۰ ج۳ جلد ثالث تحت ذکر ام کلثومؓ
(۵) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص۳۶۴ ج۱۲ تذکرہ فضل ابن جعفر بن عبداللہ
(۶) مجمع الزوائد للھیثمی ص۸۳ ج۹ تذکرہ ام کلثومؓ)
[2] (۱) اسد الغابہ ص۶۱۳ ج۵ تذکرہ ام کلثوم

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

۴۔ اور بعض روایات میں حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کا مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا سابق خاوند فوت ہو گیا اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بھی فوت ہو گئیں تو کچھ مدت کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی دختر حضرت حفصہؓ کے نکاح کے لیے حضرت عثمانؓ کو پیش کش کی لیکن حضرت عثمانؓ نے فی الحال نکاح لینے سے معذرت کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر (بطور اظہار افسوس کے) ذکر کیا تو آنجنابؐ نے (اطمینان دلاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ حفصہؓ کو وہ زوج نکاح کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہوگا اور عثمانؓ اس عورت سے نکاح کریں گے جو حفصہؓ سے بہتر ہوگی۔

فعرضها على عثمان حين ماتت رقية بنت النبي صلى الله

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص۱۶۵ للحافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی ۶۹۴ھ طبع مصری (الفصل السادس فی ذکر ام کلثومؓ) (قال المحب الطبری) خرجہ ابن ماجۃ القزوینی والحافظ ابو القاسم الدمشقی والامام ابو الخیر القزوینی المالکی۔

(۳) کتاب المعرفۃ والتاریخ جلد ثالث ص۱۵۹ ج۳ لابی یوسف یعقوب بن سفیان الیسوی۔

(۴) کنز العمال ص۲۷۵ ج۶ روایت ۵۸۲۵ تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ۔

(۵) المستدرک للحاکم ص۴۹ ج۴ جلد رابع تذکرہ ام کلثوم بنت الرسولؐ۔

(۶) کنز العمال ص۱۴۹ ج۶ تحت فضائل عثمانی روایت ۲۴۲۹

علیہ وسلم ما اریدان اتزوج الیوم فذکر عمرؓ لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال یتزوج حفصۃ من ھو خیر من
عثمان ویتزوج عثمان من ھی خیر من حفصۃ"۔ لہ

چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں لیا اور وہ ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔

اس طرح حضرت عثمان نے آنجنابؐ کے دوہرے داماد ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اور اس نکاح اور تزویج کے حق میں جو ارشادات خداوندی ہو چکے تھے وہ پورے ہوئے۔

نیز مندرجہ بالا مقام میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں "لفظ خیر" کا استعمال فرمایا گیا۔ یہ چیز ام کلثومؓ کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے۔
جن لوگوں کے دل میں اپنے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا احترام ہے وہ اس کلمہ کی قدردانی کرتے ہیں اور اس کے وزن کو سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ "بنات ثلاثہؓ" کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے خارج کرنے پر کمربستہ ہیں ان کی نگاہ میں ان کا کیا احترام ہو سکتا ہے؟؟

لہ (۱) الاصابۃ ص۲۶۴ ج-۴ تحت حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہ
(۲) شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۰ ج-۳ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۳) تاریخ الخمیس ص۲۷۶ ج-اول تحت ذکر ام کلثومؓ
(۴) نسب قریش ص۳۵۲ تحت حفصہؓ بنت عمرؓ۔

مندرجات بالا سے ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے دستیاب ہیں جن میں سے چند حوالہ جات اوپر پیش کر دیئے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بابرکت رشتہ نکاح امر خداوندی کے تحت ہوا تھا۔ اور یہ چیز زوجین (حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ) دونوں کے حق میں بڑی عالی منقبت ہے۔

۲۔ نیز یہ چیز واضح ہوئی کہ حضرت ام کلثومؓ کے نکاح میں وہی مہر رکھا گیا جو حضرت رقیہؓ کے لئے تجویز کیا گیا تھا اور ان کے ساتھ بہتر مصاحبت اور عمدہ رفاقت کی بھی وہی حدود ملحوظ رکھی گئیں جو حضرت رقیہؓ کے حق میں ملحوظ خاطر رہی تھیں۔

ان حالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رقیہؓ پر ظلم و ستم کی داستانیں جو مخالف لوگ تیار کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور بے حقیقت ہیں۔

۳۔ نیز اس مقام سے حضرت عثمان کی فضیلت اور برتری اعلیٰ درجے کی ثابت ہوتی ہے کہ ایک صاحبزادی کے انتقال فرمانے کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوسری لخت جگر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیتے ہیں اور یہ سارا معاملہ وحی آسمانی کے تحت سرانجام پاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ وحی آسمانی کے تحت ہوا تھا اسی طرح یہ بھی ہوا ہے۔

اس بنا پر امت مسلمہ نے حضرت عثمانؓ کے لئے ذوالنورین کا صحیح لقب تجویز کیا ہے۔ اور وہ اس اعزاز کے بجا طور پر مستحق ہیں اور یہ ایسا اعزاز ہے جس میں ان کے ساتھ اور کوئی صحابی شریک نہیں ہے۔

تاریخ تزویج سیدہ اُمِّ کلثوم رضؓ

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوا تھا اور چند ماہ کے بعد یعنی ماہ جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہوئی تھی اور اس طرح قلیل مدت میں یہ تقریب سعید پوری ہوئی۔

...... وکان نکاحہ ایاھا فی ربیع الاول من سنۃ ۳ھ ثلاث و بنٰی بھا فی الجمادی الاخریٰ من السنۃ ثلاث" [1]

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیخ نعمت اللہ الجزائری نے اپنی کتاب "الانوار النعمانیہ" میں لکھا ہے کہ صاحبزادی رقیہؓ کے بعد حضرت عثمان ابن عفانؓ نے ان کی بہن حضرت اُمّ کلثوم کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں ہی فوت ہوئیں۔"

"...... واما ام کلثوم فتزوّج ایضاً عثمان بعد اختھا

---

[1] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص۶۱۲ ج ۵ تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ

رقیۃ وتوفیت عندہ" ؎

عدمِ اولاد اللہ تعالےٰ اپنے تکوینی مصالح آپ ہی جانتا ہے نظامِ عالم کے یہ امور اس کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہماری عقل نارسا انہیں پا نہیں سکتی یہ چیزیں عقولِ عامہ سے بالاتر ہیں اور فہمِ قاصر سے بعید ہیں۔

چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادیوں سے بعض کی اولاد ہوئی ہی نہیں اور بعض سے اولاد شریف ہوئی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا البتہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ سے جو اولاد ہوئی تھی اس سے آنجناب کی نسل مبارک چلی۔ جیسا کہ عنقریب ہم تذکرہ سیّدہ فاطمہؓ میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

ہر ایک صاحبزادی کے تذکرہ کے تحت ان کی اولاد کا ذکر جس صورت میں پایا جاتا ہے وہ بیان کر دیا ہے۔

حضرت ام کلثومؓ کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے نکاح (جو عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا) میں رخصتی ہی نہیں ہوئی تھی اور شادی کی رسم نہیں ادا کی گئی تھی۔ اس سے اولاد کا نہ ہونا تو ظاہر بات ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت عثمان کے ساتھ ان کی تزویج ہوئی اور رخصتی بھی ہوئی اور زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی درست رہے لیکن حضرت اُم کلثومؓ سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی بنا بریں اس عنوان کے تحت یہ تصریح کر دی گئی ہے۔

؎ الانوار النعمانیہ ص ۳۶۷ ج۔ اول تحت نور مولودی (ب ۱)

ایک انتباہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اخلاق بہت بلند تھا نہایت کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔ آپؓ کے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کے مراسم نہایت مخلصانہ تھے اس بنا پر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں جب تک حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ (یکے بعد دیگرے) زندہ رہیں تو انھوں نے کوئی دوسرا نکاح اور شادی نہیں کی۔ کیونکہ ضرائر یعنی سوکنوں میں عموماً چپقلش ہوجاتی ہے اور تنازعات پیدا ہوجاتے ہیں اور کئی قسم کے باہمی مناقشات چل نکلتے ہیں اپنے اہل خانہ کو ان تمام چیزوں سے بچانے کے لئے یہی طریق اسلم تھا جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمایا اور صرف آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اکرام کے پیش نظر نکاح ثانی کا ارادہ تک نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے ان صاحبزادیوں کے انتقال کے بعد متعدد خواتین سے نکاح کئے اور ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی۔ مثلاً فاختہؓ بنت غزوان۔ فاطمہؓ بنت ولید۔ رملہؓ بنت شیبہ نائلہؓ بنت فرافضہؓ وغیرہا۔ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

"بیش قیمت چادر کا استعمال"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم حضرت انس بن مالک[رض] بیان کرتے ہیں کہ "میں نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی۔"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا لباس عمدہ ہوتا تھا حضرت عثمان[رض] غنی جیسے خاوند کے ساتھ رہتے ہوئے یہ انداز معاشرت لازمی تھا آپ اس طرح کے اچھے لباس کو استعمال فرماتی تھیں یہ حالات ان کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت کرتے ہیں اور ان سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ روایت کے الفاظ ذیل میں منقول ہیں۔

" اخبرنی انس بن مالك انهٗ رأیٰ علی ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برد حریرٍ سیراءَ "[1]

---

[1] (۱) بخاری شریف ص۸۶۸ ج۲ کتاب اللباس باب الحریر النساء۔

(۲) السنن للنسائی ص۲۵۲ باب ذکر الرخصة النساء فی لبس السیراء

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج۸ تحت ذکر ام کلثوم[رض]

(۴) کتاب المعرفة والتاریخ للبسوی ص۱۶۴ ج۳

(۵) الاصابه فی تمییز الصحابة لابن حجر ص۴۶۶ ج۴ تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم۔

حضرت ام کلثومؓ کا انتقال

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا انتقال سنہ ۲ھ میں ہو گیا تھا (جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے حالات میں ذکر کیا گیا) اور حضرت زینبؓ کا انتقال سنہ ۸ھ میں ہوا تھا جیسا کہ یہ بات ان کے حالات میں ذکر کی جا چکی ہے۔

قدرت کاملہ کی طرف سے حالات کی یہی صورت فیصلہ تھی اور اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا انتقال بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی ہو چنانچہ ماہ شعبان سنہ ۹ھ میں آپ بھی اپنے سفر آخرت پر چلی گئیں۔

...... وتوفيت ام کلثوم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان سنۃ تسع من الهجرة"[1]

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں کا جناب کی حیات

---

[1] (۱) تفسیر القرطبی ص ۲۴۲-۲۴۳ جلد رابع عشر ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجک وبنات ...... الخ سورۃ احزاب۔

(۲) کتاب الثقات، لابن حبان ص ۱۰۵ ج ثانی تحت سنۃ التاسع ۹

(۳) البدایۃ لابن کثیر ص ۳۹ ج ۵ تحت سنۃ تاسع ۹

(۴) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

میں ہی انتقال کر جانا عجیب اتفاقات قدرت میں سے ہے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان بھی آنجناب کی حیات طیبہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اندریں حالات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگینی و اندوہناکی ایک فطری امر تھا اور انسانی تقاضوں کے عین مطابق تھا مگر حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مالک کریم کے فرمان کے تحت نہایت صابر و شاکر ہوتے ہیں اور اپنی امت کو بھی برداشت مصائب کی تلقین فرمایا کرتے ہیں۔ اس بناء پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی پیاری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر پوری طرح صابر و شاکر تھے آنجنابؐ کی اولاد شریف میں سے اب صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ زندہ تھیں باقی تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حدیث شریف میں مذکور ہے :-

"اشد الناس بلاءً الانبیاء الامثل فالامثل الخ راد کما ذکر فی الحدیث"

یعنی انبیاء علیہم السلام لوگوں کے اعتبار سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں پھر جو ان کے زیادہ مشابہ ہو الخ

اس مقام میں بھی اسی چیز کا مظاہرہ ہوا۔ اور اُمّت کے لئے تسکین و تسلی کا ایک طرح یہ نمونہ قائم ہوا کہ جب ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے معاملہ میں یہ صورت پیش آئی اور ایک صاحبزادی کے بغیر باقی اولاد زندہ نہ رہی تو ہمارے لئے ایسی صورت ہو تو ہمیں بھی صبر و سکون سے کام لینا چاہئے اور رضا الٰہی پر راضی رہنا چاہیئے۔ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ)

"یعنی فرمان خداوندی ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ اس کے موافق عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر

روایات کی کتابوں میں یہ چیز بھی ملتی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس انقطاع صہریت پر نہایت غم زدہ اور پریشان خاطر تھے۔ ان حالات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"لو کن عشرًا لزوجتهن عثمان" [1]

یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمانؓ کی تزویج میں دے دیتا۔"

اور بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عمیق تعلقات تھے اور اس رشتہ کے منقطع ہونے پر جانبین میں کس قدر قلبی اضطراب پیدا ہوا۔

نیز واضح ہوا کہ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ پر ظلم و ستم کئے جانے کے قصے جو لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں وہ سراسر جعلی اور بے بنیاد ہیں اگر ان میں سے کوئی بات صحیح ہوتی تو حضرت عثمانؓ اور نبی اقدسؐ کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے چاہیے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۲) مجمع الزوائد للهیثمی ص ۲۱۷ ج ۹ تحت ما جاء فی رقیۃ واختہا ام کلثومؓ

حضرت ام کلثومؓ کے غسل کا بیان

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے غسل اور کفن کے انتظامات سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے اور جو عورتیں حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں شریک ہوئی تھیں ان کا ذکر متفرق روایات میں پایا جاتا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور اسماء بنت عمیس اور لیلیٰؓ بنت قانف الثقفیہ اور ام عطیہؓ انصاریہ شامل تھیں اور انہوں نے ام کلثومؓ کا غسل حسب دستور سرانجام دیا۔
ام عطیہؓ[1] کہتی ہیں کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے غسل دلانے میں میں بھی موجود تھی۔

---

[1] قولہٗ ام عطیہؓ انصاریہ کے ذکر میں ایک تھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے۔ کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کے غسل کے موقع پر بھی ام عطیہ انصاریہؓ کے متعلق منقول ہے کہ یہ حضرت زینبؓ کے غسل دلانے میں شامل تھیں اور کفن کے کپڑوں کی تفصیلات ابھی انہوں نے ذکر کی ہیں (جیسا کہ حضرت زینبؓ کے حالات میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ جات سے ذکر کیا گیا ہے)۔
تو ام عطیہؓ انصاریہ کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ:۔
"ویمکن الجمع بان تکون حضرتھما جمیعاً"
(فتح الباری شرح بخاری ص ۹۹ ج ۳ باب غسل المیت ووضوئہ)
یعنی ہو سکتا ہے کہ ام عطیہ انصاریہؓ حضرت زینبؓ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین یا پانچ یا سات بار غسل دلائیں اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں اس کے بعد مجھے اطلاع کریں۔ پس ہم نے اسی طرح کیا اور نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کی تو آپ نے ہمیں کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑائے کہ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیص اور پھر ایک اوڑھنی اور اس کے بعد ایک چادر اور پھر ایک بڑی چادر جس میں تمام جسم کو لپیٹ دیا گیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے آنجناب کے پاس یہ کپڑے تھے جو آپ نے ایک ایک کر کے ہمیں پکڑائے۔ اور آنجناب کے ارشاد کے مطابق ان کو استعمال میں لایا گیا۔ اور ام کلثوم کی کفن پوشی کا کام سرانجام پایا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور حضرت ام کلثوم رض دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوئی ہوں۔

اور یہ بھی علامہ ابن عبدالبر نے ام عطیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ :۔ بانّھا کانت غاسلۃ المیتات ۔ یعنی ام عطیہ انصاریہ میتوں کے غسل دینے میں ہمیشہ شریک ہوتی تھیں۔" فلہذا ام عطیہ کا متعدد غسلوں میں شریک ہونا کوئی قابل اشکال نہیں ہے۔ (منہ)

(۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۰۱ ج ۳ تحت ذکر ام کلثوم رض

(۲) تہذیب الاسماء واللغات للنووی ص ۳۶۴ تحت ام عطیہ

(حرف العین)

ذیل مقامات میں یہ مضمون منقول ہے اہل علم رجوع فرما سکتے ہیں[1]۔

---

[1] (۱) مسند احمد ص۳۸۰ ج۶ تحت حدیث لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ۔

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص۶-۷ ج۴ باب کفن المرأۃ

(۳) شرح السنۃ للبغوی ص۳۱۳-۳۱۴ جلد خامس باب التکفین۔

(۴) البدایۃ لابن کثیر ص۳۹ ج۵ تحت ۹ھ۔

(۵) اسد الغابۃ ص۶۱۲ ج۵ تذکرہ ام کلثوم

(۶) ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص۱۶۶-۱۶۷ تحت ذکر وفات ام کلثوم۔

ان روایات سے فقہاء کرام نے غسل اور کفن کے مسائل استنباط کر کے کتب فقہ میں درج کیے ہیں۔

حضرت سیدہ اُمِّ کلثومؓ کی نمازِ جنازہ

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل اور کفن ہو چکا تو ان کے جنازہ کے لئے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تشریف لائے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ خود پڑھائی اور آنجنابؐ کے معیت میں جو صحابہ کرامؓ موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے۔

"قال ابن سعد وصلّٰے علیہا ابوہا صلی اللہ علیہ وسلم۔"[1]

حضرت ام کلثومؓ کے لئے یہ ایک فضیلتِ عظمیٰ ہے کہ ان پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دُعائیں فرمائیں اور آپؐ کے ساتھ باقی صحابہ کرام بھی دُعا کرنے میں شامل اور شریک رہے۔

یہ تمام چیزیں "قرائنِ اجابت ہیں اور "حسنِ مآل" پر دال ہیں۔ غفر اللہ تعالیٰ لہا ولاخواتہا۔

---

[1] (۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۰ ج۳
تحت ذکر ام کلثوم رضؓ

(۲) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۶ ج اوّل
تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۶ ج۸ جلد ثامن
تحت ذکر ام کلثوم

حضرت اُمِّ کلثومؓ کا دفن

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ہو چکی تو اس کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لئے جنت البقیع میں لایا گیا اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور جب قبر تیار ہو چکی تو ام کلثومؓ کو دفن کرنے کے لئے ابو طلحہ انصاریؓ قبر میں اترے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ اور الفضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے اور دفن کرنے میں معاونت کی۔

آنحضرت صلعم کا غم واندوہ

خادم نبوی حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے دفن کے موقع پر ہم حاضر تھے اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک (فرطِ غم کی وجہ سے) جاری تھے۔

"عن انس رضی اللہ قال شھدنا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدفن ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی القبر فرایت عینیہ تدمعان"[1]

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۴۹ تحت باب دفن المیت الفصل الثالث

(بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

مختصر یہ ہے کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے انتقال اور غسل وکفن وجنازہ و دفن کے تمام مراحل میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود موجود تھے اور شریک حال اور نگران کار تھے اور یہ تمام امور جناب کے ارشادات کے تحت سرانجام پائے ام کلثوم کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت کی چیز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن اخواتہا وعن امہاتہا۔

اب اس کے بعد "ازالہ شبہات" تحریر کیا جاتا ہے جیسا کہ سابقاً یہ عنوان سوانح کے آخر میں درج کیا جا رہا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) شرح السنۃ للبغوی ص۳۹۴ ج۵ باب نزول الرجل فی قبر المرأۃ۔

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۶ ج۸ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

(۴) تفسیر القرطبی ص۲۴۲-۲۴۳ جلد رابع عشر (۱۴) تحت ایۃ قل لازواجک......

(سورۃ الاحزاب)

ازالۂ شبہات

(۱)

بعض لوگوں کی طرف سے یہ شبہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضؓ، ام المؤمنین ام سلمۃؓ کی لڑکی تھیں اور ان کے سابق زوج ابو سلمہ کی اولاد میں سے تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پانے کی بنا پر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کہا گیا ہے۔ یعنی ام کلثومؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک بیٹی ہیں جسے عربی زبان میں "ربیبہ" کہتے ہیں۔

جواباً گذارش ہے کہ :-

حضرت ام سلمہؓ کی اولاد جو ابو سلمہ سے تھی اس میں بیشتر علماء نے تو ام کلثومؓ نامی کوئی لڑکی ذکر ہی نہیں کی۔ ابو سلمہ کی اولاد میں دو لڑکے سلمہ اور عمر اور دو لڑکیاں زینب اور درہ ذکر کی گئی ہیں البتہ بعض علماء نے ابو سلمہ کی ایک لڑکی "ام کلثوم" بھی ذکر کی ہے۔ لیکن یہ قول شاذ ہے اگر اسے درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ام سلمہؓ کی ایک لڑکی ام کلثوم بھی تھیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی ام کلثوم حضرت عثمانؓ کی زوجہ بنیں حضرت ام سلمہؓ کی لڑکی اگر ہے بھی تو وہ ام کلثوم دوسری ہے اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے اور اس ام کلثوم کی والدہ کا نام حضرت خدیجہؓ ہے

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ ایک دوسری شخصیت ہے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی نہیں۔ جیسا کہ ہم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی تفصیلات کے تحت قبل ازیں مفصّل ذکر کر دیا ہے۔

سو اس اعتراض کی بنیاد صرف تشابہ لفظی پر ہے کہ دونوں لڑکیوں کا نام ام کلثوم ہے محض مشابہت اسمی کی وجہ سے اعتراض پیدا کر لیا گیا ہے ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اتنی اہم تاریخی بات کا فیصلہ کرنے کے لئے محض اس قسم کے احتمالات اور لفظی شبہات کوئی وزن نہیں رکھتے۔

۲

معترض دوستوں نے ایک یہ اعتراض بھی نشر کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہن) کی کوئی فضیلت کی چیز اسلامی کتب میں نہیں پائی جاتی۔ شیعہ و سنّی علماء کی تصانیف کا ہر صفحہ ان کے ذکر فضیلت سے کورا نظر آیا اور نبی پاک اور ان بیٹیوں کے درمیان الفت و محبّت کا مظاہرہ کہیں نظر نہیں آتا۔“ وغیرہ وغیرہ۔

اس اعتراض کے جواب کے لئے اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہر سہ صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے مذکورہ سوانح پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ایک ایک عنوان کو سامنے رکھا جائے تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے اور اس

اعتراض کا بے بنیاد ہونا از خود واضح ہو جاتا ہے۔

ناظرین کرام کی توجہ کے لئے چند معروضات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال و سوانح ہم نے قریباً اڑتیس عدد اپنی کتب سے اور ساتھ ہی کم و بیش چوبیس[۲۴] عدد شیعہ اکابر علماء کی کتب سے پیش کئے ہیں جن کے اسماء کی فہرست اس کتاب کے اوّل میں یا آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔ ان کتابوں کے ذخیرہ سے ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال بقدر ضرورت ہم نے نقل کر دیئے ہیں اور بیشتر مقامات میں ان کی اصل عبارات بھی ذکر کر دی ہیں تاکہ ناظرین کرام کے لئے پوری طرح تسلی کا سامان ہو جائے۔

اہل علم و دانش ان تفصیلات کے مطالعہ سے بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ معترضین کا یہ دعویٰ کہ "سنی و شیعہ کتب ان کے ذکر فضیلت سے خالی ہیں" کہاں تک درست ہے؟ اور "بناتِ ثلاثہ" کے ذکر فضیلت کا کتب تاریخ و روایات میں نہ پائے جانے کا بلند بانگ دعوےٰ کتنا قدر صحیح ہے؟؟ اور اس میں کیا کچھ صداقت ہے؟؟

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال کا ایک مختصر خاکہ آپ مندرجہ ذیل صورت میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مثلاً ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا :-

۱- سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "نسبِ مبارک" اور "اولاد شریف" میں سے ہونا۔

۲ ۔ آنجنابؐ کے خانہ مبارک میں پرورش پانا اور تربیت حاصل۔

۳ ۔ اسلام لانا اور دین کی دولت سے مشرف ہونا۔ اور بیعتِ نبویؐ سے سرفراز ہونا۔

۴ ۔ حضرت رقیہؓ کا دو ہجرتوں اور زینبؓ و ام کلثومؓ کا ایک ایک ہجرت کے مصائب اٹھانا اور شرف ثواب حاصل کرنا اور مہاجرین کے فضائل سے بہرہ ور ہونا۔

۵ ۔ آنجنابؐ کا ان کے حق میں نکاح و تزویج کے سامان کرنا اور ان کے ساتھ مہر و الفت کے شائستہ تعلقات قائم رکھنا۔

۶ ۔ پھر ان بیبیوں سے جو اولاد ہوئی اس کے ساتھ آنجنابؐ کا محبت و الفت کا سلوک کرنا۔

۷ ۔ ان "بنات طیبات" کے حق میں آنجنابؐ کا "کلمات خیر" فرمانا۔

۸ ۔ حضرت رقیہؓ کے بغیر باقی دونوں صاحبزادیوں (حضرت زینب و حضرت اُم کلثومؓ) کی وفات کے موقع پر آنجناب کا موجود ہونا اور رنج و الم کے واقعات میں شرکت کرنا اور حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے جانا۔

۹ ۔ ان پیاری صاحبزادیوں کے غسل و کفن کے انتظامات خود مکمل کرانا اور بعض دفعہ اپنی چادر مبارک ان کے کفن میں شامل کرنا۔

۱۰ ان کی نماز ہائے جنازہ خود پڑھانا اور ان کے حق میں مغفرت کی دعائیں فرمانا۔

۱۱ ۔ اس کے بعد اپنی نگرانی میں ان کے دفن کے انتظامات کرنا اور قبر میں اُتر کر خصوصی دعائیں فرمانا۔

۱۲ ۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا اپنی پیاری بہنوں کے ان اندوہناک مواقع میں غمگساری کے طور پر شریک و شامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا امور اہل علم اور دیندار و منصف مزاج لوگوں کے نزدیک خیر و برکت کے شمار ہوتے ہیں اور فضیلت اور عظمت کے واقعات سمجھے جاتے ہیں۔

ان تمام احوال سے صرف نظر کر کے بعض لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ "ان محترم بیبیوں کے حق میں کوئی فضیلت کی چیز کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتی" اور یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں یہ نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں۔ نیز یہ کہنا کہ آنجناب ؐ کے ان بیٹیوں سے انس و محبت کے فطری تعلقات کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ یہ امر واقع کے بالکل برعکس ہے اور سیرت نبوی کے واقعات کے من و عن برخلاف ہے۔ اسلامی تاریخ کے بیانات کے ساتھ تضاد ہے۔

اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے ساتھ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے اور آنجناب ؐ کی مقدس نسل کے ساتھ خاص قلبی عداوت ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ بظاہر دوستی کی شکل میں دشمنی ہے کہ ان کی حقیقی بہنوں کے نسب مبارک کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان بیبیوں کے فضائل و مکارم کی نفی کر کے خاندان نبوی کے ساتھ ستم روا رکھا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اہل اسلام اور اہل ایمان کے قلوب مجروح ہوتے ہیں۔ (فیا اسفاہ)

یہاں حضرت سیدہ ام کلثوم رضؓ کے متعلقات اختتام پذیر ہیں اس کے بعد حضرت فاطمہ رضؓ کے حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔ بعونہ تعالیٰ)۔

سوانح حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ماقبل میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سہ صاحبزادیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے احوال اور سوانح بقدر ضرورت ذکر کیے ہیں۔ اس سے ان طیبات طاہرات کی عظمت اور منزلت پورے طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چہارم صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے احوال زندگی ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کی تفصیلات کے تحت گذشتہ اوراق میں ان کے اجمالی ذکر و اذکار آگئے تھے لیکن یہاں ان کے مستقل سوانح حسبِ ترتیب درج کرنا مطلوب ہیں اب وہ تحریر کیے جاتے ہیں۔ فضائل و مناقب (جو عند الجمہور صحیح ہوں) وہ بھی ذکر کیے جائیں گے اور خاص طور پر اخلاق و کردار اور عملی و معاشرتی زندگی کے پہلو زیادہ واضح کرنے کا ارادہ ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

ولادت باسعادت

سیرت نگاروں کے نزدیک سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں قریش مکہ کعبہ شریف کی بنا کر رہے تھے اس زمانہ میں حضرت فاطمہؓ کی ولادت باسعادت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بطن مبارک سے ہوئی اور اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کو پہنچ چکی تھی۔ اور یہ واقعہ نبوت سے قریباً پانچ برس پہلے کا ہے[1]

اور بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بعثت نبوی کے قریب ہوئی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔ اسی طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں[2]

سیدہ فاطمہؓ کا اسم گرامی اور القاب

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۱ ج۸ تحت ذکر فاطمہؓ۔ طبع لیڈن۔

۲۔ الاصابہ لابن حجر ص۳۶۵ ج۴ تحت ذکر فاطمہؓ۔

۳۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۱ ج۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک ..... الخ (سورۃ احزاب)

[2] ۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر ص۳۶۵ ج۴ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہرا رضؓ۔

رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کا اسم گرامی "فاطمہ" ہے اور ان کے القاب ہیں "زھرا" اور بتول" مشہور لقب ہیں۔ یہ چاروں صاحبزادیوں (حضرت زینب، رقیہ، اُم کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی اولاد شریف ہیں اور باہمی حقیقی بہنیں ہیں۔

ان کی پرورش اور تربیت خانۂ رسُول خُدا کے مبارک ماحول میں ہُوئی۔ اور اپنی والدہ محترمہ رض کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں اور اپنے والدین شریفین کے نفوس طیبہ سے مستفید ہوتی رہیں۔

شمائل و خصائل

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہ رض کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:

فاقبلت فاطمة تمشى۔ ما تخطئ مشية الرسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا۔

یعنی حضرت فاطمہ رض جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی [1]

---

[1] ١۔ مسلم شریف ص ٢٩٠ ج ثانی باب فضائل حضرت فاطمہ رض

٢۔ الاستیعاب ص ٣٦٣/٣٦٤ جلد چہارم تحت تذکرہ حضرت فاطمہ رض

٣۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ص ٣٩ جلد ثانی تحت تذکرہ حضرت فاطمہ رض

ترمذی شریف میں یہی مضمون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ:۔

"عن عائشۃ قالت مارأیت احداً اشبہ سمتاً ودلاً وھدیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ قیام و قعود میں نشست و برخاست کے عادات و اطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا طرز و طریق اخلاق شمائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ موافق تھا۔ "الولد سر لابیہ" کے صحیح مصداق تھیں۔ اور آپ کی گفتار رفتار اور لب و لہجہ اپنے والد شریف کے بہت مطابق تھا۔

بچپن کا ایک واقعہ

قریش مکہ کی اسلام سے عداوت ابتدا سے ہی قائم تھی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے پاس حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے چند شرار نے شرارت کی، شتر کا اوجھ لا کر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر رکھ دیا۔ آنجناب سر بسجود تھے قریش اس حرکت پر آپس میں بڑے مسرور ہوئے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو اسکی اطلاع دی (آپ کا بچپن تھا) جلدی پہنچکر آنجناب سے اس اوجھ کو اتارا۔ اور کافروں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا فرمائی وہ قبول ہوئی۔ اور ان میں سے بیشتر غزوہ بدر میں مارے گئے۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال...... فانطلق منطلق الی فاطمہ

وھی جویریۃ فاقبلت تسعٰی وثبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساجداً حتّٰی القتہ عنہ واقبلت علیھم تسبھم فلما قضٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قال اللّٰھم علیک بقریش-اللھم علیک بقریش[1]..... الخ

ہجرت مدینہ طیبہ

اسلام میں جو مشہور ہجرت ہوئی تھی اس کا تفصیلی واقعہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مفصّل موجود ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سمیت اپنے اہل وعیال سے پہلے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

کچھ مدت گزرنے کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال کو مکّہ شریف سے بلانے کا انتظام فرمایا۔

اس سے پہلے حضرت ام کلثومؓ کے حالات ہجرت میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہاں حضرت فاطمہؓ کے حالات کے سلسلہ میں ان کی ہجرت مدینہ کا واقعہ بقدر ضرورت درج کیا جاتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں (حضرت فاطمہؓ و حضرت ام کلثومؓ) کو مکہ شریف میں چھوڑ گئے تھے۔

جب آپؐ مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے تو آنجنابؐ نے ہمارے منگوانے کے لئے انتظام فرمایا۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور ابورافع رضؓ کو اس کام کے لئے متعین فرمایا اور ان کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم عنایت فرمائے تاکہ اس رقم سے مزید سواری خرید

[1] بخاری شریف ج ۱ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئا من الاذی

سکیں اور دیگر مصارف میں بھی انہیں صرف کر سکیں (یہ دراہم آنجناب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے اہل و عیال کو منگوانے کے لئے عبداللہ بن اریقط لیثی کو سواریاں دے کر زید ابن حارثہؓ اور ابورافعؓ کے ساتھ روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف لکھا کہ وہ اپنی والدہ (ام رومانؓ) اور اپنی بہنوں (حضرت عائشہ اور اسماءؓ) کو ساتھ لائیں۔ پس جب یہ حضرات مدینہ شریف سے روانہ ہو کر "قدید" کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ضرورت کے مطابق سواریاں خریدیں اور پھر مکہ شریف میں داخل ہوئے اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ بھی ہجرت مدینہ کے لئے آمادہ تھے۔ پس یہ تمام احباب (حضرت زیدؓ، ابورافعؓ، حضرت فاطمہؓ و ام کلثومؓ، ام المؤمنین حضرت سودہؓ اسامہؓ بن زید اور ام ایمنؓ) مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل و عیال جو اوپر مذکور ہوئے وہ بھی ہمراہ تھے اور تمام قافلہ ایک سفر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء جلد دوم میں یہ واقعہ بعبارت ذیل درج کیا ہے :۔

"عن عائشۃ قالت لما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ خلفنا وخلف بناتہ۔ فلما قدم المدینۃ بعث الینا زید بن حارثہ وابا رافع واعطاھم بعیرین وخمسمائۃ درھم اخذھا من ابی بکر لیشتریان بھا ما تحتاج الیہ من الظھر۔ وبعث ابوبکر معھما عبد اللہ بن اریقط اللیثی ببعیرین او ثلاثۃ وکتب الی ابنہ عبداللہ یامرہ ان یحمل اھلہ۔ ام رومان وانا واختی اسماء فخرجوا فلما انتھوا الی قدید اشتری بتلک الدراھم

ثلاثة ابعرةٍ ثم دخلوا مكة وصادفوا طلحة يريد الهجرة بآل ابی بکرؓ فخرجنا جمیعًا وخرج زید وابورافع بفاطمة وام کلثوم وسودة وام ایمن واسامة فاصطحبنا جمیعًا" ؎۱

تنبیہ :- باقی صاحبزادیوں حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ کی ہجرت کے احوال سابقاً ان کے تذکروں میں درج ہو چکے ہیں۔ گویا ہر چہار صاحبزادیاں شرفِ ہجرت سے مشرف تھیں اور مہاجرین کی فضیلتوں سے بہرہ یاب تھیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کی تزویج

مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہونے کے بعد ۲ھ میں نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کی تزویج کی طرف توجہ فرمائی۔ بعض روایات کی رُو سے حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے نکاح کے متعلق "خطبہ" عرض کیا بطور منگنی کے درخواست پیش کی تو آنجناب نے فرمایا آپؓ کے پاس مہر کے لئے کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علیؓ نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر ایک سواری اور زرہ ہے اس روایت میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو چار سو درہم میں بیچ ڈالا۔ اس موقعہ پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

؎۱ سیر اعلام النبلاء للذھبی ص۱۰۹ ج۲ تحت عائشۃ ام المؤمنین رضی

۲ البدایۃ لابن کثیر ص۲۰۲ ج۳ فصل فی دخولہ علیہ السلام المدینۃ واین استقر منزلہ ...... الخ

نے فرمایا کہ اس میں سے حضرت فاطمہؓ کے لیئے خوشبو بھی خرید کی جائے کیونکہ فاطمہ بھی خواتین میں سے ہے اور ان کے لیئے خوشبو درکار ہوتی ہے۔

عن جعفر بن سعد عن ابیہ ان علیا قال لما خطبت فاطمۃ۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل لك من مھر؟ قلت
عندی راحلتی ودرعی۔ فبعتھما باربعمائۃ وقال اکثروا
من الطیب لفاطمۃ فانھا امراۃ من النساء" [1]

روایت بالا کے قریب سنن سعید بن منصور میں بھی اس مضمون کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے [2]

سیدہ فاطمہؓ کے مکان کی تیاری

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے مکان کے لیئے حضرت عائشہؓ (ام المومنین) کو فرمایا کہ فاطمہؓ کی رخصتی کے لیئے مکان کی تیاری کی جائے اس موقعہ پر اس کام میں ام سلمہؓ بھی ان کے ساتھ معاون تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور وادی بطحاء سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ اس مکان کو لیپا

---

1 { التاریخ الکبیر لامام بخاریؒ ص۶۱ ج۲۰ القسم الثانی
تحت باب العین

2 { کتاب السنن لسعید بن منصور ص۱۵۴ قسم اول جلد ثالث
تحت باب، ما جاء فی الصداق۔ طبع مجلس علمی۔

پونچا اور صاف کیا۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کیے اور خرما اور منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لئے شیریں پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔

جب مذکورہ بالا انتظامات مکمل ہو چکے تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

"فما رأينا عرسا احسن من عرس فاطمة"

یعنی فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی" [1]

سیدہ فاطمہؓ کا جہیز

حضرت فاطمہؓ کی شادی کے سلسلہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیاری کے جو سامان کئے گئے ان میں سے جہیز فاطمہؓ کا ایک مستقل عنوان کتابوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس مقام میں حضرت علیؓ سے جو روایت مروی ہے اس کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

"عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما زوّجہ فاطمۃ بعث معھا بخمیلۃ ووسادۃ من ادم حشوھا لیف ورحیین وسقاء وجرتین" [2]

---

[1] السنن لابن ماجۃ ص۱۳۹ کتاب النکاح باب الولیمۃ مطبوعہ مطبع نظامی۔ دہلی

[2] ۱۔ مسند احمد ص۱۰۴ ج۔ اول تحت مسندات علی کرم اللہ وجہہ

۲۔ الفتح الربانی ص۴۴-۴۵ جلد۔۲۱ (ترتیب مسند احمد) (بقیہ ص۲۶۶ پر)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی تزویج کر دی تو آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہؓ کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں۔

ایک بڑی چادر۔ ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبودار گھاس) سے بھرا ہوا تھا۔ ایک چکّی (آٹا پیسنے کے لئے)۔ ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے لئے یہ مختصر سا جہیز عنایت فرمایا گیا۔ ان کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کل سامان معیشت یہی کچھ تھا۔

یہاں سے ان حضرات کی خانگی معیشت کا اندازہ ہوتا ہے یہاں کسی قسم کے تکلفات اور زیب و زینت کی مکلف چیزیں نظر نہیں آتیں گویا اُمّت کے لیے یہ سادہ اور مختصر سامان سبق آموزی کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اور اس بے سروسامانی کے احوال میں ان حضراتؓ کا گزر بسر کرنا عملاً بتلا رہا ہے کہ مسلمان کے لئے اصل چیز فکر آخرت ہے اور یہ زندگی عارضی ہے اس کے لئے کسی بڑی کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۴)

۳ { دلائل النبوۃ للبیہقی ص۴۳۱-۴۳۰ جلد ثانی
تحت باب ماجاء فی تزویج فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم }

۴- البدایۃ ص۳۴۶ ج-۳ تحت فصل فی دخول علی ابن ابی طالب علی زوجتہٖ فاطمۃؓ

۵- البدایۃ ص۳۳۲ ج-۶ ذکر من توفی فی ھذہ السنۃ (سنہ۱۱ھ)

۶- السنن للنسائی ص۷۷ ج-۲ باب جھاز الرجل ابنتہ۔

انعقادِ نکاح اور زوجین کی عمر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج اور شادی کے سلسلہ میں جب ابتدائی مراحل طے ہو چکے اور مکان اور جہیز وغیرہ کی تیاری ہو چکی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بامرِ خداوندی مجلس نکاح قائم کر کے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے کر دیا۔ اور عام روایات کے اعتبار سے مہر چار سو مثقال مقرر کیا گیا۔ فاضل زرقانی وغیرہم کے بیان کے موافق مجلس نکاح میں اکابر صحابہ کرامؓ (حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ وغیرہم) مدعو تھے اور یہ حضرات اس واقعہ کے گواہ تھے۔

نکاح کی یہ تقریب بالکل سادہ تھی اس میں کسی قسم کے تکلفات نہ برتے گئے اور نہ زمانے کی کوئی رسومات ادا کی گئیں۔

نکاح کے بعد علماء کرام فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ نے اپنی دختر کو بی بی ام ایمن کے ساتھ حضرت علیؓ کے خانۂ مبارک میں روانہ فرمایا اور ام ایمن کی معیت میں حضرت فاطمہؓ پیدل چل کر تشریف لے گئیں اور کوئی ڈولی اور سواری وغیرہ تجویز نہ کی گئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے بعد رمضان شریف ۲ھ میں حضرت علیؓ کا تزوج ہوا اور اس کے چند ماہ بعد یعنی ذوالحجہ ۲ھ میں رخصتی عمل میں آ گئی۔

اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر بعض سیرت نگاروں کے مطابق پندرہ (۱۵) سال اور پانچ ماہ تھی اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ اس مقام میں کئی دیگر اقوال بھی منقول ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی عمر مشہور قول کے مطابق اس وقت اکیس ۲۱ برس کی تھی۔[1] واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] ۱۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۱ ج۱۴ تحت آیت قل لا زواجك وبناتك ..... الخ

[2] الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ تحت ذکر فاطمۃ الزہراءؓ ص۶۱۳ (باقی ص پر)

انتباہ

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی اور بیاہ کے سلسلہ میں ہم نے صرف تین چار عنوان مختصراً ذکر کیے ہیں اور بقدر ضرورت احوال درج کیے ہیں مصنفین حضرات نے اس موقعہ پر بے شمار طول طوال اور رطب ویابس روایات تحریر کی ہیں ان کی صحت واقعہ اور عدم صحت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ ان بے اصل چیزوں اور بے سروپا روایات پر نظر کرتے ہوئے علماء نے اس مقام میں ان سے پہلو تہی کا اشارہ کیا ہے:۔

"وقد وردت احادیث موضوعة فی تزویج علیؓ بفاطمةؓ لم نذکرہا رغبة عنها" [1]

ابن کثیر کہتے ہیں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی تزویج میں بہت سی روایات جعلی وارد ہوئی ہیں ہم ان سے روگردانی کرتے ہوئے ان کو ذکر نہیں کرتے۔"

"فراش شبینہ"

جب ان دونوں حضرات (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کی تزویج ہو چکی تو

(بقیہ حاشیہ صـــ)

۳۔ تہذیب الاسماء واللغات للنووی تحت ذکر فاطمة الزہراؓ

۴۔ شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص۳، ج۲ تحت ذکر تزویج علی بفاطمہؓ

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] البدایة والنہایة لابن کثیر ص۳۴۲ ج۶ تحت واقعات سن ہذا۔

اس کے بعد ان کی ازدواجی زندگی اور خانگی معیشت کا دور شروع ہوا۔ اس میں کئی واقعات اس نوعیت کے دستیاب ہیں کہ ان کے پاس بچھانے کے لئے کوئی عمدہ قسم کا بستر نہیں تھا اور زوجین کے لئے سونے کے الگ الگ کپڑے موجود نہ تھے چنانچہ حضرت علیؓ سے مندرجہ ذیل روایت مذکور ہے۔

...... عن مجالد بن شعبة قال انا من سمع عليا رضي الله عنه يقول على المنبر نكحت ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وما لنا فراش ننام عليه الا جلدة شاة ننام عليه بالليل و نعلف عليه الناضح بالنهار" [1]

یعنی ایک دفعہ حضرت علیؓ نے (اپنی دیرینہ سرگذشت) بیان کرتے فرمایا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ میرا نکاح ہوا تو بعض دفعہ یہ حالت تھی کہ ہمارے پاس رات کو سونے کے لئے ایک بکری کی کھال تھی رات کو یہ ہماری خوابگاہ ہوتی اور دن کو اسی پر ہم اپنے شتر کو چارہ ڈالتے تھے۔

خانگی امور میں تقسیم کار

ازدواجی زندگی میں خانگی کام کاج ایک ضروری امر ہے جب تک سلیقہ سے سرانجام نہ پاتے تب تک گھریلو نظام کار درست نہیں رہتا۔ اسی سلسلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے گھر کے بارے میں خانگی معاملہ اسی طرح متعین فرما

---

[1] ۱۔ کتاب السنن لسعید بن منصور ص ۱۵۴ ج ۳ قسم اول۔ مطبوعہ مجلس علمی تحت ما جاء فی الصداق
۲۔ الطبقات لابن سعد ص ۱۳ ج ۸ تحت ذکر فاطمۃ رض

فرمادیا تھا کہ :-

فاطمہؓ اندرونِ خانہ سارا کام کاج سرانجام دیں گی اور علی المرتضیٰؓ بیرون خانہ کے فرائض بجا لائیں گے۔

..... قضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتہ فاطمۃ بخدمۃ البیت وقضیٰ علی علیٍ (رضی اللہ عنہ) بما کان خارجًا من البیت من خدمۃ [1]

اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہؓ کے لئے بیرون خانہ کام کاج کی ضروریات میں پوری کروں گا۔ اور گھر کے اندر کے کام میں فاطمہؓ تمہارے لئے کفایت کریں گی۔ آٹا پیسنا۔ آٹا گوندھنا۔ اور روٹی پکانا وغیرہ۔ [2]

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے حق میں شیعہ علما نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ اندرونِ خانہ کام کاج حضرت فاطمہ سرانجام دیتی تھیں اور باہر کے کام حضرت علی سرانجام دیتے تھے۔ [3]

---

[1] ا { حلیۃ الاولیاء للحافظ ابی نعیم اصفہانی ص ۱۰۴ ج ۲ تحت ۱۳۰ ۔ (ضمرۃ بن حبیب)

[2] ا { سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۹۱ ج ثانی تحت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲ { الاصابہ لابن حجر ص ۳۹۸، ۳۹۹ جلد رابع تحت فاطمہؓ بنت اسد (والدہ محترمہ حضرت علیؓ)

[3] ا۔ کتاب الامالی للشیخ الطوسی ص ۲۷۴ ج ثانی۔ تحت مجلس یوم الجمعۃ الثالث والعشرین من رجب

خانگی امور کے لئے ایک خادم کا مطالبہ

جب حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زوج محترم کے ساتھ الگ رہنے لگیں تو خانگی کام کاج خود سر انجام دیتی تھیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا۔

اسلام کا ابتدائی دور تھا بعض دفعہ غلام اور لونڈیاں فتوحات میں آتی تھیں اور مسلمانوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام آئے تو اس موقعہ پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ سے بطور مشورہ کہا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایک خادم کا مطالبہ کریں جو خانگی کام کاج میں آپ کا کفیل ہو سکے اور آپ اس زحمت سے بچ جائیں۔

اس بنا پر حضرت فاطمہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن کچھ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن سے آپؐ مصروف گفتگو تھے۔ تو جناب سیّدہ فاطمہؓ وہاں سے واپس لوٹ آئیں اور اس وقت کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے وقت میں حضرت فاطمہؓ کے گھر خود تشریف لائے۔ وہاں حضرت علیؓ بھی موجود تھے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؓ! آپ میرے پاس آئی تھیں۔ آپؐ اس وقت کیا کہنا چاہتی تھیں؟ تو حضرت فاطمہؓ حیا کی بنا پر خاموش رہیں۔ حضرت علیؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں عرض کرتا ہوں۔ فاطمہؓ گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں۔ چکی پیستی ہیں تو ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ پانی لانے کے لئے مشکیزہ خود اٹھاتی ہیں جس کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ آنجنابؐ کی خدمت میں کچھ خدّام آئے تو میں نے انؓ سے کہا تھا کہ جنابؐ کی خدمت سے ایک خادم طلب کریں تاکہ آپؓ مشقّت اٹھانے سے بچ جائیں۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ "اے بیٹی! تجھے اپنے فرائض خود ادا

کرنے چاہئیں اور اپنے خانگی کام خود سرانجام دینے چاہئیں میں تمہیں وظیفہ بتلاتا ہوں جس وقت رات کو آپ آرام کرنے لگیں تو اسے پڑھ لیا کریں۔ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳۔ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ یہ سو عدد کلمات ہیں۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں۔" تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ "میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔"

روایت ہذا کا مضمون اپنی اپنی عبارات میں متعدد علماء نے ذکر کیا ہے مقامات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں ؎

ان واقعات سے خواتین کے لئے درس عبرت ملتا ہے کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے ان مخدرات طیبات نے نہایت سادگی سے گذر کیا خانگی امور اپنے ہاتھوں سے بجالائیں اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں۔ آنے والی اُمتوں کے لئے گویا انہوں نے نمونے قائم کر دیئے۔

؎ ۱ ابوداؤد شریف ص ۶۴ ج ۲ کتاب الخراج باب بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذوی القربی۔ طبع دہلی۔

۲ بخاری شریف ص ۴۳۹ جلد اوّل باب الدلیل علی ان الخمس للنوائب۔

۳ بخاری شریف ص ۸۰۷-۸۰۸ جلد ثانی باب عمل المرأة فی بیت زوجها

۴ مسند ابوداؤد الطیالسی ص ۱۶ ج اوّل احادیث علی ابن ابی طالبؓ

۵۔ مسند احمد ص ۱۳۶-۱۴۷-۱۵۳ جلد اوّل تحت مسندات علیؓ

خاتونِ جنّت کی درویشانہ زندگی اور کوتاہ لباس

اسی طرح آپ کی زاہدانہ زندگی کے احوال مصنّفین نے اپنی تصانیف میں ذکر کئے ہیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہؓ کے لباس سے متعلق ایک واقعہ حضرت انسؓ نے ذکر کیا ہے کہ :-

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا۔ غلام ساتھ تھا۔ سیّدہ فاطمہؓ کے گھر میں آنجنابؐ تشریف لائے اتفاق سے حضرت فاطمہؓ ایک مختصر سا دوپٹہ زیب تن کئے ہوئے تھیں وہ اتنا کوتاہ اور مختصر تھا کہ اگر اس سے سر مبارک کو پوشیدہ کرتیں تو پاؤں نہیں چھپتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتیں تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ یہ حالت ملاحظہ فرما کر آنجنابؐ نے فاطمہؓ کو ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے (یعنی زیادہ تستّر کی حاجت نہیں) ایک تیرے والد ہیں اور ایک تیرا غلام ہے۔

واقعہ ہذا سنن ابی داؤد میں بعبارت ذیل موجود ہے۔

...... عن انس ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی فاطمۃ بعبدٍ قد وھبہ لھا قال وعلی فاطمۃ ثوب اذا قنعت بہ رأسھا لم یبلغ رجلیھا واذا غطّت بہ رجلیھا لم یبلغ رأسھا۔ فلما رأی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما تلقیٰ

قال انه ليس عليك باس انما هو ابوك و غلامك" ؎

یہاں سے واضح ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا لباس گھر میں بقدر ضرورت میسر تھا۔ لباس میں کوئی تکلف نہ تھا جو میسر ہوتا وہی زیب تن کر لیا کرتی تھیں۔

دوسرا معلوم ہوا محارم کے سامنے مختصر سے لباس کے ساتھ اگر عورت آجائے تو جائز ہے اور اندرونِ خانہ اس طرح صورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا نیز مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ پر پہلے آنجنابؐ نے خادم عطا فرمانے کی نفی کر دی تھی وہ بالکل ابتدائی دورِ اسلام تھا بعد میں کچھ بہتر حالات ہونے پر حضرت فاطمہؓ کو آنجنابؐ نے ایک غلام عطا فرما دیا تھا۔ اس بنا پر روایات میں تفاوت و تعارض نہیں۔ اور نہ ہی ان دونوں واقعات میں کوئی اشکال ہے۔

غزوۂ اُحد میں خدمات

غزوۂ اُحد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے۔ کفار کی طرف سے اہل اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا۔ جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیطؓ و دیگر خواتین اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اسی غزوہ میں جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو زخم پہنچے تو حضرت علیؓ پانی لاتے اور حضرت فاطمہؓ آنجنابؐ کے زخموں کو صاف کرنے

؎ السنن لابی داؤد ص ۲۱۳ ج ۲ مطبع مجتبائی دہلی
تحت باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ (کتاب اللباس)

لگیں۔ جب خون نہیں رُکا تو حضرت فاطمہؓ نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا ...... الخ

...... كانت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تغسله وعلى يسكب الماء بالمجن۔ فلما رأت فاطمة ان الماء لا يزيد الدم الا كثرة۔ اخذت قطعة من حصير فاحرقتها والصقتها فاستمسك الدم[1] ...... الخ

میّت والوں کی تعزیّت کرنا

عبداللہ ابن عمرو ابن العاص (رضی اللہ عنہم) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم ایک میّت کو دفن کرنے کے لئے گئے جب ہم دفن سے فارغ ہوئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ گھر کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک عورت آرہی تھی وہ آپؐ کی صاحبزادی فاطمہؓ تھیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپؓ اپنے گھر سے باہر کس کام کے لئے گئی تھیں؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ فلاں گھر والوں کی ایک فوتیدگی ہوگئی ہے اس کی تعزیّت کے لئے میں ان کے ہاں گئی تھی اور تعزیّت کی ہے اور ان کے میّت کے حق میں کلمات ترحم ادا کئے ہیں۔

...... فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اخرجك يا

---

[1] بخاری شریف ص۵۸۴ ج ثانی { کتاب المغازی تحت متعلقات غزوہ احد

فاطمة من بيتك ؟ قالت اتيت یا رسول الله اهل هٰذا البيت فرحمت اليهم ميتهم او عزيتهم به[1] ...... الخ

معلوم ہوا کہ اہل میت کے ہاں جا کر تعزیت کرنا اور میت کے لئے دعائیہ کلمات کہنا جائز ہے۔ اس طریقہ سے میت والوں کی خاطرداری ہو جاتی ہے اور تسکین خاطر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں باہمی تعلقات بہتر رہتے ہیں جو اجر و ثواب کے حصول کا باعث بنتے ہیں۔

قربانی کے موقع پر حاضری

ابو سعید الخدریؓ ایک صحابی ہیں ان سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کا موقعہ تھا اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو فرمایا کہ تم اپنی قربانی کے ذبح کے وقت اس کے پاس کھڑی رہو اور اس کو دیکھو ساتھ ہی فرمایا کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ تو اس وقت حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ مسئلہ صرف ہمارے لئے خاص ہے ؟ یا ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے ؟ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا فاطمة قومی الی اضحيتك فاشهديها فان لك بكل قطرة

---

[1] السنن لابی داؤد ص ۸۹ ج ۲ مطبع مجتبائی۔ دہلی
تحت باب التعزية (کتاب الجنائز)

تقطر من دمها ان یغفرلك ما سلف من ذنوبك، قالت یا رسول اللہ النا خاصة اهل البیت ؟ اولنا وللمسلمین ؟ قال بل لنا وللمسلمین"۔[1]

قربانی کے موقعہ پر موجود ہونا ایک مستقل ثواب کی چیز ہے جذبہ اخلاص کے ساتھ یہ منظر دیکھنا موجب اجر و ثواب ہے اور مسلمان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ چیزیں روایت مذا سے ثابت ہوتی ہیں۔

آنجنابؐ کے غُسل کے وقت پردہ کرنا

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز مکہ فتح ہوا یعنی ۸ھ میں، ام ہانیؓ بنت ابی طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آنجنابؐ اس وقت غسل فرما رہے تھے چاشت کا وقت تھا اور آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے کے ساتھ آنجنابؐ کے لئے پردہ بناتے ہوئے تھیں۔ میں نے جا کر سلام عرض کیا تو آنجنابؐ نے دریافت فرمایا: یہ کون آئی ہے؟ ام ہانی نے کہا کہ میں ام ہانی حاضر ہوئی ہوں اس کے بعد جب آپؐ غسل سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی......الخ

......ام هانی بنت ابی طالب تحدث انها ذهبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عام الفتح فوجدته یغتسل وفاطمة بنته تستره بثوب قالت فسلمت علیه وذالك ضحی قال رسول اللہ

---

[1] الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ص ۵۹ ج ۱۳ تحت باب ما جاء فی الاضحیة والحث علیها......الخ

صلی اللہ علیہ وسلم من ھذہ فقلت انا ام ھانی قالت فلما فرغ
من غسلہ قام فصلی ثمان رکعات[1]...... الخ

قربانی کے گوشت کی اباحت

ام سلیمانؓ کہتی ہیں کہ میں ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوئی قربانی کے گوشت کے متعلق میں نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قربانی کا گوشت بچا رکھنے سے منع فرمایا تھا مگر بعد میں اس کے بچا رکھنے کی اجازت دے دی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت علی المرتضٰیؓ کسی سفر سے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے قربانی کا پکا ہوا گوشت پیش کیا تو حضرت علیؓ کہنے لگے کہ اس کے کھانے سے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا تھا؟ اس کے بعد حضرت علیؓ نے یہی مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۔ السنن للدارمی ص۱۷۱ طبع نظامی کانپور
باب الصلوٰۃ الضحیٰ۔

۲۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ص۴۱۱ ج۲
تحت ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر الی مکۃ وذکر فتح مکّہ۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۴۷ طبع دہلی۔
باب الامان الفصل الاوّل بحوالہ بخاری ومسلم شریف۔

۴۔ البدایۃ لابن کثیر ص۳۰۳ ج۴ جلد رابع
تحت حالات دخولہ علیہ السلام (فتح مکہ)

خود دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت سال بھر کھایا جا سکتا ہے۔" [1]

یہ روایت قبل ازیں کتاب "رحماء بینھم" حصہ صدیقی ص۱۰۲ میں ذکر کی جا چکی ہے وہاں حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی اعتماد و اعتبار تبلانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔

مسجد میں دخول اور خروج کے وقت درود اور دعا پڑھنے کی سُنّت۔ حضرت فاطمہؓ کی روایت سے،

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے آپ فرماتی ہیں۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے:

"صلّی علی محمد و سلّم و قال اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك۔"

"یعنی نبی کریمؐ پر درود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔"

اور جب آنجنابؐ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو یہ کلمات فرماتے:۔

"صلی علی محمد وسلم۔ ثم قال اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك"

"یعنی نبی کریمؐ پر درود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے۔" [2]

---

[1] مسند احمد ص۲۸۲ ج۶ تحت احادیث فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[2] مسند احمد ص۲۸۲ ج۶ تحت مسندات فاطمہؓ

اس روایت سے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس سے نکلتے وقت درود شریف پڑھنا اور کلمات دعائیہ سے دخول مسجد اور خروج مسجد کے آداب اور اس وقت کا ورد کہنا ثابت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات اقدس پر خود درود بھیجنا بھی یہاں اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ پر شفقت فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کی رعایت خاطر کیلئے) کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے اور بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کے مقام پر بٹھا لیتے تھے۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو احتراماً حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جاتیں آپؐ کے دست مبارک کو چوم لیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں[1]

روایت مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادیوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی دلداری اور پاس خاطر کے لئے ان کے ساتھ بہت مہربانی فرماتے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲ بحوالہ ابوداؤد
باب المصافحۃ والمعانقۃ

نقش و نگار سے اجتناب

دنیا کی زیب و زینت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے اور آنجنابؐ کے گھروں میں کسی قسم کے ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں اور آنجنابؐ اپنی اولاد شریف کے متعلق بھی دنیاوی زیب و زینت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو طعام کی دعوت دی اور آپؐ تشریف لائے سیدہ فاطمہؓ نے گھر میں ایک منقش پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر کئی قسم کی تصویریں اور نقوش وغیرہ بنے ہوئے تھے۔ آپؐ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے اور یہ منظر دیکھ کر آنجنابؐ واپس ہوئے۔ سیدہ فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں آنجنابؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ کس وجہ سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے مکان میں داخل ہو جو مزین اور منقش بنایا گیا ہو۔

……"عن سفینة ان رجلا ضاف علی ابن ابی طالب فصنع له طعاماً فقالت فاطمةؓ لو دعونا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکل معنا فدعوه فجاء فوضع یدیه علی عضادتی الباب فرای القرام قد ضرب ناحیة البیت فرجع قالت فاطمةؓ فتبعته فقلت یا رسول الله ما ردک قال انه لیس لی او لنبی ان یدخل بیتاً مزوقاً۔ رواه احمد و ابن ماجة" [1]

---

[1] مشکوٰة شریف ص۲۷۸ الفصل الثانی باب الولیمة۔

واقعہ ہذا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دنیوی زیب و زینت کی کوئی وقعت نہیں بلکہ اس سے نفرت تھی۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ جس مقام میں کوئی غیر شرعی امر پایا جائے وہاں کی دعوت میں شامل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے محبت رکھنے کی ترغیب

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہؓ کو ایک کام کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنجنابؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اس کام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:-

ای بنیة الست تحبین ما احب قالت بلیٰ قال فاحبی ھٰذہ۔الخ

"یعنی اے میری بیٹی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی؟ تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں! میں محبوب رکھتی ہوں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت رکھنا[1]

یہاں سے معلوم ہوتا ہے حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ کا احترام ام المؤمنین ہونے کی بنا پر لازماً کرتی تھیں اور اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کر رکھی تھی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت اور عمدہ سلوک قائم رکھنا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کو محبوب جانیں اس کو محبوب ہی رکھنا چاہیے۔

---

[1] ۱۔ مسلم شریف ص ۲۸۵ ج ۲ باب فضائل عائشةؓ

۲۔ السنن للنسائی ص ۷۸ ج ۲ کتاب عشرة النساء

۳۔ مسند ابی یعلی الموصلی صفحہ ۱۷۲ جلد رابع روایت ۴۳۹۴ تحت مسندات عائشہ صدیقہؓ طبع جدید۔

یہ روایت اپنی تفصیل کے ساتھ "رحماء بینھم" حصہ صدیقی صفحہ ۶۸-۶۹ میں بھی آ چکی ہے۔

شکر رنجی کا ایک واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی (جویریہ) کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا اس بات کی اطلاع حضرت فاطمہؓ کو بھی ہو گئی آپؓ سخت رنجیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا عرض کیا۔ یہ واقعہ سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں ایک مستقل خطبہ دیتے ہُوئے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے (اُن کو ایذا پہنچانا گویا مجھے ایذا پہنچانا ہے) اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ (غیرت کی وجہ سے) اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو چیز فاطمہؓ کو بُری لگے وہ ناپسند ہے۔ اور پھر بنی عبد شمس میں سے اپنے داماد (ابوالعاصؓ) کا ذکر فرمایا کہ مَیں نے ان کو اپنی دختر نکاح کر کے دی تھی اس نے میرے ساتھ جو بات کی وہ سچی کر دکھائی اور جو وعدہ کیا اسے پُورا کیا۔ اور فرمایا کہ مَیں اپنی طرف سے حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہُوں لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دُشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہ ہُوں گی یہ روایت کرنے والے مسور بن مخرمۃ ذکر کرتے ہیں کہ جب ناراضگی کی یہ صورت پیدا ہو گئی تو حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

...... ان علی بن ابی طالب خطب بنت ابی جھل علی فاطمۃ فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس فی ذٰلک علی منبرہ۔ ھذا وانا (مسور بن مخرمۃ) یومئذٍ لمحتلم

فقال انّ فاطمۃ منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینہا ثم ذکر صہرًا لہ من بنی عبد شمس فاثنیٰ علیہ فی مصاھرتہ ایّاہ قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفّٰی لی وانی لست احرّم حلالًا ولا احلّ حرامًا ولکن اللہ لا تجمع بنت رسول اللہ وبنت عدو اللہ ابدًا۔"

ان الفاظ کے بعد ایک دوسری روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں کہ :-

عند رجل واحد فترک علیٌّ خطبۃ۔" [1]

واقعہ ہذا بخاری شریف کے کئی دیگر مقامات میں بھی مذکور ہے مثلاً ص ۷۸۷ ج۔ ثانی ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف میں مذکور ہے۔ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے اس چیز کی مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی علی بن ابی طالب کو نکاح کر دیں تو میں نے بالکل اجازت نہیں دی۔ یہ الفاظ بار بار فرماتے"۔

حضرت فاطمہؓ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے اندیشہ سے حضرت علیؓ اس اقدام سے رُک گئے۔ آپس میں صلح و مصالحت ہوئی اور معاملہ فرو ہو گیا۔

اس مقام میں ایک بات قابلِ وضاحت ہے اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ازالۃ الشبہات میں ذکر کیا جائے گا۔

ملحوظ رہے کہ زوجین (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کے درمیان متعدد دفعہ کشیدگی

لہ { بخاری شریف ص ۴۳۸ ج۔ اوّل تحت باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ .... الخ

۲ { بخاری شریف ص ۵۲۸ ج۔ اوّل تحت باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابو العاص بن الربیع

کی نوبت آتی رہی بعض دفعہ سردار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور زوجین کے درمیان صلح و آشتی کی صورت پیدا فرما دیتے تھے۔

اس نوع کے واقعات فریقین (سنّی و شیعہ) کی کتابوں میں دستیاب ہیں۔ اور یہ ازدواجی زندگی کا لازمہ ہے کہ اس طرح کے معاملات آپس میں پیش آتے رہتے ہیں۔
ایک اور دفعہ بھی اسی طرح باہم رنجیدگی ہوئی حضرت علیؓ نے کچھ قدرے سختی کی اور حضرت فاطمہؓ شکوہ لے کر جناب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی! تم کو اپنے خاوند کی اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے اور یہ سمجھ لے کہ ایسی کونسی عورت ہے کہ جس کے پاس اپنا شوہر خاموشی سے چلا آتے؟؟ یعنی اس کو تنبیہ وغیرہ کا حق ہوتا ہے۔" [1]

عمل صالح کی تاکید

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں آنجنابؐ نے متعدد وصایا اور فرامین ذکر فرمائے اور ان پر عمل کرنے کی اُمت کو بڑی تاکید فرمائی تھی ان ہدایات کو وصایا نبویؐ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محدثین اور اہل سیرت نے ان کو اپنے اپنے مقام میں ذکر کیا ہے یہاں ماقبل کے مضمون کی مناسبت سے اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کو جو وصیّت فرمائی تھی اسے بیان کیا جاتا ہے۔
آنجنابؐ نے دیگر چیزوں کے ساتھ ان دونوں (حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہؓ)

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۶ ج۸ تذکرہ فاطمہؓ
۲۔ الاصابہ ص۳۹۸ ج۴ تذکرہ فاطمہؓ

کو عمل صالح کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

......یا فاطمة بنت رسول اللہ یا صفیة عمة رسول اللہ!

اعملا ۔لما عند اللہ انی لا اغنی عنکما من اللہ شیئا......الخ

یعنی اے فاطمہؓ اور اے صفیہ! اللہ تعالٰی کے ہاں جو محاسبہ ہوگا۔ اس کی خاطر تم دونوں عمل کی تیاری کریں۔ میں تم کو اللہ تعالٰی کے ہاں حساب میں نفع نہیں دوں گا[1]......الخ

اس وصیت کا ہر ایک کی عملی زندگی کے ساتھ خصوصی تعلق ہے آنحضرتؐ بتلا رہے ہیں کہ:۔

۱ ــــ محاسبہ شرعی ہر ایک سے ہوگا۔

۲ ــــ ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے لئے (ایمان کے بعد) عمل کی تیاری لازم ہے۔

۳ ــــ حسب و نسب پر اعتماد کر کے اعمال صالحہ میں کوتاہی کرنا جائز نہیں ہے۔

باقی قیامت میں شفاعت کا مسئلہ وہ مستقل چیز ہے اور وہ اپنے مقام پر صحیح ہے وہ باذن اللہ ہوگی۔ اس فرمان سے شفاعت کی نفی ہرگز مقصد نہیں ہے۔

رازدارانہ گفتگو

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ ایک وقت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس وقت

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۴۶ ج ۲ قسم ثانی
ذکر ما اوصاہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؓ ہی زندہ موجود تھیں ان کی باقی تمام اولاد قبل ازیں فوت ہو چکی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کا انداز رفتار اپنے والد شریف کی رفتار کے موافق تھا جس وقت آنجناب نے حضرت فاطمہؓ کو دیکھا تو مرحبا فرمایا اور اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر ان کے ساتھ آنجنابؐ نے سرگوشی فرمائی تو آپؓ بے ساختہ رونے لگیں جب آنحضرتؐ نے ان کی غمگینی دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی۔ اس دفعہ حضرت فاطمہؓ ہنسنے لگیں۔

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے وہ بات دریافت کی جس کے متعلق سرگوشی ہوئی تھی۔ تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رازدارانہ بات کو میں افشا اور اظہار کرنا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہؓ کو اس حق کی قسم دلا کر بات کی جو میرا ان پر ہے کہ آپ مجھے ضرور خبر دیں تو اس وقت حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ آکر قرآن مجید میں معارضہ کرتے یعنی مجھے قرآن مجید سناتے اور مجھ سے سنتے اور اس سال دو بار مجھے انہوں نے قرآن مجید سنا اور سنایا ہے۔ میں اس سے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری وفات قریب آگئی ہے۔ اے فاطمہؓ! اللہ سے خوف کھانا اور صبر اختیار کرنا۔ میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں گا۔ پس میں یہ سن کر رونے لگی۔ جب آنجنابؐ نے میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو آنجنابؐ نے دوبارہ سرگوشی فرما کر مجھے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تم اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنجنابؐ نے مجھے خبر دی کہ اسی مرض میں اللہ تعالےٰ

کی طرف رحلت کر جاؤں گا پس میں گریہ کرنے لگی پھر آپ نے سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تم میرے اہل بیت میں سے پہلی شخصیت ہو جو میرے پیچھے آ سے گی۔ یہ سنکر میں خنداں ہوئی[1] (متفق علیہ)

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ:۔

یہ واقعہ آخری ایام نبوی کا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی آنجنابؐ کا وصال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہؓ کی فضیلت و بزرگی جس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ کے ذریعے ہی امت کو معلوم ہوئی ہے حضرت ام المومنین اسے پوری کوشش کے ساتھ حضرت فاطمہؓ سے دریافت کر کے اس بات کو منظر عام پر لائی ہیں۔

نیز ان پاک دامن طیبات مخدرات کے باہم تعلقات اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط آخر ایام تک عمدہ طریق سے قائم تھے۔ ان کی باہمی آمد و رفت ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام ان میں موجود تھا۔

میراث فدک وغیرہ کے مسائل نے ان حضرات کے درمیان کوئی انقباض نہیں پیدا کیا اور نہ ہی ان کے قلوب صافیہ اس وجہ سے مکدر ہوئے۔

انتقال نبویؐ پر سیدہ فاطمہؓ کا اظہار غم

گذشتہ واقعہ میں بات ذکر کر دی گئی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۵۶۸ طبع نور محمدی دہلی۔ باب مناقب اہل البیت الفصل الاوّل

حالت میں مذکورہ کلام حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ہوئی تھی یہ آخری ایام تھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ تھا۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت فاطمہؓ پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کہ "واکرب اباہ (افسوس! ہمارے والد صاحب کی تکلیف) اس وقت آنجنابؐ نے فرمایا کہ "آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہیں"

پھر آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتحال ہو گیا اور آپؐ دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ (اللّٰھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارك و سلّم)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اُمّت کے لئے مصیبتِ عظمیٰ تھی اور اس چیز کا رنج والم تمام اہل اسلام کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ آنجنابؐ کے ازواج مطہراتؓ تمام اقرباء اور تمام صحابہ کرامؓ پر دہشت اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی جس کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

ہم اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ کے متعلقات ذکر کر رہے ہیں۔ اس بنا پر باقی حضرات کے ہم وغم کی کیفیات شدیدہ یہاں ذکر نہیں کی گئیں۔

آنجنابؐ کے وصال ہو جانے کے بعد اظہار تأسف کے طور پر حضرت فاطمہؓ فرماتی تھیں کہ "اے باپ! آپ نے اپنے ربّ کی دعوت قبول کی۔ اے باپ! جنّت الفردوس آپؐ کا ٹھکانہ ہوگا۔ اے باپ! ہم جبرائیلؑ کو آپؐ کے انتقال کی خبر دیتے ہیں"

اس کے بعد آنجنابؐ کے کفن دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آنجنابؐ دفن ہوئے آپؐ کے دفن کے بعد حضرات صحابہ واپس ہوئے خادم نبویؐ انس بن مالکؓ سے حضرت فاطمہؓ دریافت فرمانے لگیں اور ازراہِ تحسر وافسوس سوال کیا کہ:

یا انس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم التراب ! (رواہ البخاری)

یعنی اے انس! آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا۔؟ اور کس طرح تم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا گوارہ کر لیا[1]

(انّا للہ وانا الیہ راجعون)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حضرت سیّدہ فاطمہؓ کو وصیّت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری اوقات میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک خصوصی وصیّت "ماتم" سے منع کرنے کے متعلق تھی کہ میرے وصال پر کسی قسم کا مروجہ ماتم نہ کیا جائے۔

چنانچہ اس وصیّت نبویؐ کو شیعہ کے متعدد اکابر علماء نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے۔ سطور ذیل میں اس پر چند حوالہ جات ان کی معتبر تصانیف سے درج کیے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد ابن یعقوب کلینی رازی نے امام محمّد باقرؒ سے فرمان نبویؐ نقل کیا ہے کہ

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ قال لفاطمۃ

---

[1] ۱ { مشکوٰۃ شریف ص۵۴۷ الفصل الاوّل عن انس
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نور محمدی دہلی

۲ { السنن للدارمی ص۲۳ مطبع نظامی کانپوری
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علیھا السلام اذا انا مت فلا تخمشی علی وجھا ولا ترخی علیّ شعرًا ولا و لا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃً"۔ [1]

۲۔ اور مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "معانی الاخبار" میں یہی فرمان نبوی ۲ امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے :۔

قال ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہٖ قال لفاطمۃ اذا انا مت فلا تخمشی علیّ وجھًا ولا ترخی علی شعرا ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃً۔ [2]

وصیت ہذا کا مفہوم مثلاً باقر مجلسی" نے اپنی مشہور تصنیف" حیات القلوب" میں بعبارتِ ذیل تحریر کیا ہے۔

۳۔ " ابن بابویہ القمی بسند معتبر از امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ گفت کہ اے فاطمہ! چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش [1] وگیسوئے خود را پریشان [2] مکن و واویلا مگو [3] و بر من نوحہ مکن [4] و نوحہ گراں [5] را مطلب [3]

---

[1] فروغ کافی ص ۲۲۸ ج ۲ کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ النساء۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

[2] کتاب معانی الاخبار للشیخ الصدوق ص ۱۱۱ باب ۲۴۵ طبع قدیم۔ ایران

[3] حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۸۵۲ ج ۲ باب شصت وسوئم در وصیت حضرت رسول علیہ السلام طبع نول کشور لکھنؤ۔

مندرجہ بالا روایات کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اپنی وفات کے وقت میں حضرت فاطمہؓ کو (بطور وصیّت) فرمایا کہ "اے فاطمہؓ! جب میرا انتقال ہو جائے تو میری وجہ سے (میرے غم میں) اپنے چہرہ کو نہ چھیلنا اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ اور بین نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ کرنے والیوں کو بلانا۔

فائدہ:

اس وصیّت میں سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مرّوجہ ماتم کے جمیع اقسام (چہرہ نوچنا اور پیٹنا، بال کھولنا، واویلا کرنا، بین کرنا اور نوحہ خوانی کرنا وغیرہ) سے تاکیداً منع فرمایا ہے۔ گویا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے تمام اُمّت کو یہ وصیّت فرمادی گئی ہے کہ جتنے بھی اہم مصائب مؤمن کو پیش آئیں ان میں صبر اور استقامت پر رہے۔ اور بے صبری کے ہمہ اقسام سے اجتناب کرے۔

اور اس وصیّت نبویؐ کے موافق حضرت علی المرتضٰی سے مصائب پر صبر کرنے کی وصیّت اور جمیع اقسام ماتم سے اجتناب کرنے کی نصیحت منقول ہے۔

نیز سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ کربلا میں اپنی گرامی قدر خواہر زینبؓ کو صبر کرنے کی تلقین اور ہر طرح کے ماتم سے منع مروی ہے۔

جناب امام زین العابدینؒ اور باقی ائمہ معصومین سے بھی مروجہ ماتم کی نفی شیعہ کتب موجود ہے۔

مومنین کرام کو ان وصایا اور ائمہ کے فرامین کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اگر اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو اپنی کتب کی طرف رجوع فرمالیں ہم نے اس مسئلہ کو حوالہ جات دیکھ لینے کے بعد درج کیا ہے۔

وصال نبویؐ کے بعد کا دور

جب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ حضرت فاطمہؓ کے لئے طبعی طور پر ایک مشکل دور تھا۔ حضرت فاطمہؓ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ان کی نوعمری میں ہی فوت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ اس میں حضرت فاطمہ نے بڑے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور آنجنابؐ کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہیں جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں ذکر ہو گی۔

اس مختصر دور میں چند ایک چیزیں جو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے لئے پیش آئیں ان کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔

سیّدہ فاطمہؓ کا مالی مطالبہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آنجنابؐ کے بلافصل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ منتخب ہوئے۔ آپ کے خلیفہ منتخب ہونے پر اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور آپ خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلیفہ وقت ہی پنجگانہ نماز مسجد نبویؐ میں پڑھایا کرتے اور مدینہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت ان کی اقتدار میں نماز پڑھتے۔ جمعہ اور دیگر اجتماعات بھی ان کے انتظام کے تحت منعقد ہوتے تھے اور امت کے مسائل اور تنازعات کے فیصلے بھی خلیفۂ رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہوتے تھے۔

ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی طرف سے مالِ فَئے کے متعلق ایک مالی حقوق کا

مطالبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ فدک کی آمدن اسی مال فئے میں سے تھی۔ اس مطالبہ میں حضرت فاطمہؓ کا مؤقف یہ تھا کہ مال فئے جس سے ہمیں عہد نبویؐ میں حصہ ملتا رہا ہے وہ مال اب ہمیں بطور میراث ملنا چاہیئے۔

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ"

یعنی آنجنابؐ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (اور اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے) البتہ مال فئے سے جو حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپ حضرات کو دیا جاتا تھا وہ بدستور جاری رہے گا۔

اس مطالبہ میراث کے تسلی بخش جواب حاصل ہونے پر حضرت فاطمہؓ خاموش ہوگئیں اور پھر پوری زندگی آپؓ نے مطالبہ کو نہیں پیش کیا۔

مسئلہ ہذا کے متعلق آئندہ اوراق میں کچھ مزید وضاحت درج کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) تھوڑی سی انتظار فرمائیں۔

حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک بشارت کی خبر دینا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق خلیفۂ اوّل حضرت ابوصدیقؓ کے ساتھ نہایت خوشگوار تھا۔ اور ان حضرات کی باہمی کشیدگی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا مطالبہ (مالی میراث) کے بعد حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

ساتھ کچھ ملال نہیں رکھتی تھیں اس کی تائید میں مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا جاتا ہے۔
چنانچہ ایک بار حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئیں۔
وہاں ان دونوں حضرات کی گفتگو ہوئی اسی دوران حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ
کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص بشارت سُنائی۔ وہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ:۔
"نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ بشارت فرمائی تھی کہ آنجناب
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے اہل بیت میں پہلی شخصیت ہوں گی جو
آپؐ کے ساتھ لاحق ہوں گی"۔

قال دخلت فاطمة علی ابی بکرؓ فقالت اخبرنی رسول اللہ
صلی اللہ وسلم انی اول اھلہ لحوقا بہ [1]

سیّدہ فاطمہؓ کی امامہؓ کے حق میں وصیّت

امامۃؓ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب کی صاحبزادی اور
حضرت فاطمہؓ کی سگی بھانجی تھیں۔ حضرت زینبؓ کے حالات میں اس پر مختصراً لکھا
جا چکا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنے آخری ایام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو امامۃ
کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرے بعد آپ شادی کرنا چاہیں تو میری بھانجی امامہؓ کو
نکاح میں لے لینا۔ یہ وصیّت متعدد علماء نے ذکر کی ہے۔ ہم یہاں سے "اسد الغابہ" سے

---

[1] مسند احمد ص ۲۸۳ ج-۶
تحت مسندات فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقل کر رہے ہیں چنانچہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں۔ کہ

"ولما کبرت امامة تزوجها علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بعد موت فاطمة علیہا السلام وکانت وصّت علیاً ان یتزوجہا فلما توفیت فاطمة تزوجہا"[1]

یعنی جب امامہؓ جوان ہوگئیں تو ان سے علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد شادی کی حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو وصیّت کی تھی کہ آپؓ ان کے ساتھ شادی کرلینا جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیّت کے مطابق انؓ سے شادی کی۔

"شیعہ کی جانب سے تائید"

مذکورہ وصیّت اور اس پر عمل درآمد کے متعلق شیعہ علماء نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اور باسند کتابوں میں اس وصیّت کا اندراج کیا چنانچہ "فروع کافی" میں مذکور ہے:۔

"عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمة الی علی علیہ السلام ان یتزوج ابنة اختہا من بعدہا ففعل"[2]

یعنی امام محمد باقرؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ نے

---

[1] اسد الغابة فی معرفة الصحابہ ص۴۰۰ ج۵
تحت امامة بنت ابی العاص بن الربیع

[2] فروع کافی ص۲۴۳ ج۲ طبع نول کشور لکھنؤ۔
باب النوادر

وصیت کی تھی کہ میری بہن کی بیٹی سے میرے بعد آپ شادی کر لینا۔ پس حضرت علیؓ نے اس وصیّت پر عمل کرتے ہوئے (امامہ بنت ابی العاص بن ربیع سے) شادی کی۔

قبل ازیں شیعہ کتب سے اس مسئلہ پر متعدد حوالے "امامہ" کے حق میں حضرت فاطمہؓ کی وصیّت کے عنوان کے تحت حضرت زینبؓ کے حالات میں بھی درج کئے جاچکے ہیں۔ وصیّت ہذا کا یہاں مختصر ذکر کر دیا ہے۔

تفصیل مطلوب ہو تو اسی کتاب میں حضرت زینبؓ کے حالات کے تحت اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری

پہلے بھی یہ بات مذکور ہو چکی ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہؓ نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایّام انہوں نے صبر و سکون کے ساتھ پورے کیے۔ علماء لکھتے ہیں ان کی عمر مبارک اٹھائیس ۲۸ یا انتیس ۲۹ برس کی تھی آپؓ کی اولاد شریف بیٹے اور بیٹیاں صغیر السن تھے آپؓ کی تیمارداری کے لیے حضرت اسماءؓ بنت عمیس جو خلیفہ اوّل صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں تشریف لاتیں اور خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

اسماء بنت عمیس وہ خوش بخت خاتون ہیں جو قبل ازیں حضرت جعفر طیارؓ کے نکاح میں رہیں ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ مگر جب حضرت جعفر طیارؓ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان کے بعد ان کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا۔ وصال نبویؐ کے بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری میں حضرت اسماء بنتؓ عمیس کا خصوصی

حصّہ تھا۔ اسماءؓ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اوّل کے نکاح میں تھیں آپ کی وفات کے بعد حضرت اسماء نے حضرت علیؓ سے نکاح کیا۔

"شیعہ کی طرف سے تائید"

ہمارے علماء نے حضرت فاطمہؓ کی بیماری اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس کی تیمارداری کا تذکرہ اس مقام میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو شیعہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت فاطمہؓ کی آخری ایام میں تیمارداری کی خدمات سرانجام دیں۔ شیخ طوسی نے اپنی تصنیف "الامالی" میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے تھے اور وتعینه علی ذالك اسماء بنت عمیس رحمهما الله علی استمرار بذلك ...... الخ

یعنی اسماءؓ بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کے معاملہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی معاونت اور امداد کرتی تھیں اور یہ کام اسماءؓ نے آخری اوقات تک سرانجام دیا۔[1]

شیخین کی طرف سے سیّدہ فاطمہؓ کی بیمار پرسی

شیعہ کے متقدمین علماء میں سے مشہور و معروف عالم سلیم ابن قیس نے اپنی

---

[1] کتاب "الامالی" للشیخ محمد بن حسن الطوسی ص۱۰۷ ج۱ اول تحت الجزء الرابع

تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں پانچوں نمازیں (باجماعت) ادا فرمایا کرتے تھے (یہ خلافت ابوبکر صدیق رضؓ کا دور ہے)

ایک روز جب آپؓ نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا کیا حال ہے؟ اور مزاج کی کیا کیفیت ہے؟......... الخ

وكان يصلي في المسجد الصلوات الخمس فلما صلّى قال له ابوبكر وعمر كيف بنت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) الى ان ثقلت فسألا عنها۔[1]

روایت مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ:-

۱- حضرت علی المرتضےؓ پنجگانہ نمازیں مسجد نبویؐ میں باقی صحابہ کرامؓ کے ساتھ ملکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے۔

۲- حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اور حضرت عمرؓ کو علم تھا اسلئے وہ ان کی عیادت اور بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔

۳- حضرات شیخینؓ اور حضرت علیؓ کا باہم کلام کرنا۔ حال احوال معلوم کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا اور کسی قسم کا متقاطعہ یا باہمی بائیکاٹ وغیرہ نہ تھا۔.........

یہ چیز قبل ازیں اپنی کتاب "رحماء بینھم" حصہ اول ص ۱۶۷-۱۶۸ میں ہم نے ذکر کر دی ہے۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں۔

---

[1] کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۴ - ۲۲۵ - مطبوعہ حیدریہ (نجف اشرف)

سیدہ فاطمہؓ کا انتقال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان المبارک ۱۱ھ میں منگل کی شب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک علماء نے اٹھائیس ۲۸ یا انتیس ۲۹ برس ذکر کی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے سن وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں ہم نے یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخ انتقال اور مدت عمر درج کی ہے۔[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ آخری اولاد تھیں جن کا انتقال اب ہوا۔ ان کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بلا واسطہ اولاد باقی نہ رہی اور سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ایک نشانی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئی۔

حضرت فاطمہؓ کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہل اسلام کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ جو مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ موجود تھے ان کے غم والم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہو گئی۔ تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ طیبہ میں موجود صحابہ کرامؓ اس صدمہ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گین تھے اور صحابہ کرامؓ کا اندوہ گین ہونا اس وجہ سے بھی نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہو گئی

---

[1] (۱) البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۴ ج ۶ تحت حالات ۱۱ھ

(۲) وفاء الوفاء للسمہودی ص ۹۰۵ ج ۳، تحت عنوان قبر فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تھی۔ اب صرف آپؐ کے ازواج مطہرات (امہات المؤمنینؓ) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی باقی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اور اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بعد از مغرب اور قبل العشاء انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے۔ اس مختصر وقت میں جو حضرات موجود تھے وہ سب جمع ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ کا غسل اور اسماء بنت عمیسؓ کی خدمات

حضرت فاطمہؓ نے قبل از وفات حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو یہ وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور حضرت علیؓ ان کے ساتھ معاون ہوں۔

چنانچہ حسب وصیت حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے آپؓ کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً آنحضرتؐ کے غلام ابورافعؓ کی بیوی سلمیٰؓ اور ام ایمنؓ وغیرہا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بعض وصایا جو غسل و اغتسال کے متعلق پائے جاتے ہیں ان میں بعض چیزیں بالکل قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

---

[1] ۱۔ اسد الغابہ ص۴۷۸ ج۔۵ تحت سلمیٰ امراۃ ابی رافعؓ

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ص۳۳۳ ج۔۶ تحت حالات ۱۱ھ

۳۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی صفحہ ۴۳ جلد ۲ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہراؓ۔

چنانچہ علماء نے اس موقعہ پر فرمایا ہے کہ :-

وما روی من انہا اغتسلت قبل وفاتہا واوصت ان لا تغسل بعد ذالک فضعیف لا یعول علیہ۔ اللہ اعلم[1]

مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل غسل کر لیا تھا اور وصیّت فرمائی تھی کہ مجھے اس کے بعد غسل نہ دیا جائے" یہ ضعیف ہے اس قسم کی باتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا" (اسکی وجہ صنف ابن اسحاق کا تفرد ہے)

غسل کے متعلق وہی چیز صحیح ہے جو اُوپر ذکر کر دی گئی ہے یعنی حضرت اسماءؓ اور دیگر خواتین نے مل کر حسب قاعدہ شرعی بعد از وفات غسل سرانجام دیا تھا۔ اس لئے کہ میّت کے لئے اسلام کا قاعدہ شرعی یہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی صلوٰۃ جنازہ اور شیخینؓ کی شمولیّت

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا تو آنمحترمہؓ کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ جو اس موقعہ پر موجود تھے، تشریف لائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے ذکر کیا کہ آنجناب

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۳۳۳ ج-۶
تحت ذکر من توفی ھذہ السنۃ (سنہ۱۱ھ)

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جناب کی موجودگی میں میں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا آپ ہی کا حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔

یہ چیز متعدد مصنّفین نے اپنی اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے چنانچہ چند ایک عبارتیں اہل علم کی تسلّی خاطر کے لئے بعینہٖ ہم یہاں نقل کرتے ہیں :۔

۱۔ ...... عن حماد عن ابراھیم قال صلّی ابوبکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبّر علیھا اربعًا۔[۱]

یعنی ابراہیم (النخعی) فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

۲۔ ...... عن جعفر ابن محمد عن ابیہ قال ماتت فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکر وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی ابن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لا تقدم وانت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابوبکر وصلّی علیھا [۲]

---

[۱] ۱ - طبقات ابن سعد ص۱۹ ج۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ طبع لیڈن

[۲] ۲ - کنز العمال ص۳۱۸ ج۶ خط فی رواۃ مالک طبع اوّل حیدرآباد۔ دکن تحت فضل الصدیقؓ (مسندات علیؓ) باب فضائل الصحابۃ

یعنی امام جعفر صادقؓ اپنے والد امام محمد باقرؒ سے ذکر فرماتے ہیں کہ محمد باقر نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ فوت ہوئیں تو ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں تشریف لائے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ تو ابو بکرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپؓ کے ہوتے ہوئے میں آگے نہیں ہوتا۔ پس ابو بکرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جنازہ پڑھایا۔

۳۔ اس مقام میں ایک تیسری روایت بھی درج کرنا مناسب ہے جو محب الطبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرۃ" میں ذکر کی ہے:۔

..... عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدّه علی بن حسين قال ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرها ابوبكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ والزبيرؓ وعبد الرحمان بن عوف فلما وضعت ليصلى عليها قال علیؓ تقدم يا ابا بكر قال و انت شاهد يا ابا الحسن؟ قال نعم! تقدم فوالله لا يصلى عليها غيرك فيصلى عليها ابوبكر رضى الله عنهم اجمعين و دفنت ليلاً خرجه البصرى وخرجه ابن السمان فى الموافقة "۔ [1]

یعنی جعفر صادقؓ اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات

---

[1] ریاض النضرۃ لمحب الطبری ص۱۵۶ ج اول
تحت باب وفات الفاطمۃؓ

ہوئی (ان کی وفات پر) حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور عبدالرحمانؓ بن عوف تشریف لائے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کہا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیے تو صدیقؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن کیا آپؓ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپؓ آگے تشریف لائیے، اللہ کی قسم آپؓ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؓ پر جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے فاطمۃ الزہرا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اور رات کو ہی حضرت فاطمہؓ کو دفن کر دیا گیا۔

۴۔ طبقات ابن سعد میں ہے:۔

"..... عن مجالد عن الشعبی قال صلّی علیها ابو بکر رضی اللہ عنه وعنها۔"

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی۔ [1]

دفن سیّدہ فاطمہؓ

صلوٰۃ جنازہ کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عام روایات کے مطابق رات کو ہی جنّت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اور دفن کے لئے قبر میں حضرت علیؓ۔ حضرت عباس عم نبوی اور فضل بن عباس اُترے

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۹ ج ۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ۔ طبع قدیم۔ لیڈن۔

دفن و قبر کے متعلق متعدد روایات مختلف قسم کی پائی جاتی ہیں۔ عام مرویات کے پیش نظر ہم نے یہ تحریر کیا ہے۔ [1]

حاصل کلام یہ ہے کہ:

یہ چند روایات حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے متعلق ہم نے یہاں ذکر کی ہیں قبل ازیں کتاب "رحماء بینھم" حصہ اوّل صدیقی میں "سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ کا مسئلہ" کے عنوان کے تحت ص۱۷۰ تا ص۱۷۶ میں تفصیلاً یہ روایات درج کی گئی ہیں مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہو تو وہاں رجوع فرمالیں۔ یہاں بطور اختصار کے مذکورہ روایات کے چند فوائد تحریر کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع اکابر صحابہ کرام کو یقیناً ہو گئی تھی۔ خصوصاً صدیق اکبرؓ اپنی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت عمیس کے ذریعے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ان تمام احوال سے یقیناً باخبر تھے۔

۲۔ نماز جنازہ کے لئے حضرات شیخین صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ بمع دیگر صحابہ کرامؓ کے تشریف لائے تھے اور اس میں شریک و شامل ہوئے۔

۳۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نماز جنازہ چار تکبیر کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی۔

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نعش مبارک کو رات کو ہی دفن کر دیا گیا یہ از راہِ تستّر اور پردہ داری کے طور پر تھا۔ اور اس میں شرعی مسئلہ "تعجیلِ دفن" بھی ملحوظ خاطر تھا۔

۵۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی باہمی مخاصمت اور ناچاکی نہیں تھی۔ مندرجہ بالا واقعات اس کی بیّن دلیل ہیں اور

---

[1] (الاصابہ ص۳۹۸ ج۴ تذکرہ فاطمہؓ)

واضح شواہد ہیں۔

اور بعض روایات میں جو چیزیں مذکور ہیں کہ:۔

حضرت فاطمہؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے ان کو حضرت فاطمہؓ کی بیماری۔ پھر وفات اور جنازہ اور دفن کی اطلاع تک نہیں کی گئی تھی۔

یہ چیزیں واقع میں درست نہیں ہیں بلکہ یہ تمام چیزیں ظنِ راوی ہیں اور راویوں کا اپنا گمان ہیں جو انہوں نے صحیح واقعات میں ملا کر نشر کر دیا ہے اور اصل واقعات میں مخلوط شدہ چیزوں کو پھیلا دیا ہے۔

اولاد سیّدہ فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ محض سرورِ دو عالم صلعم کی صاحبزادیوں کے احترام کی بنا پر تھا۔ اسی طرح آنجناب کی دیگر صاحبزادیوں کے داماد حضرات یعنی حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی احترام ملحوظ رکھا تھا جیسا کہ سابقاً ذکر کیا گیا۔

علماء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد مندرجہ ذیل ذکر کی ہے:-

"ایک صاحبزادہ سیّدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسرا صاحبزادہ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور تیسرا صاحبزادہ سیّدنا حضرت محسن رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت محسن رضی اللہ عنہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے "نسب قریش" میں لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت نصف رمضان المبارک ۳ھ میں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پانچ شعبان المعظم ۴ھ میں ہوئی تھی۔"[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادیاں ہوئی ہیں۔ ایک حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ اور دوسری ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

بعض علماء نے ایک تیسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر

---

[1] (نسب قریش" ص ۲۴-۲۵ تحت اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا)

مشہور روایات کے اعتبار سے آپ کی صرف دو صاحبزادیاں ہی تھیں۔
اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے اپنی صاحبزادیوں کے نام اپنی خواہران کے
اسماء کے موافق منتخب فرمائے تاکہ اپنی خواہراں کی یاد اپنے گھر میں
تازہ رہے۔"

حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح سیّدنا حضرت عمر بن خطاب سے ۱۷ھ
میں ہوا تھا اور حضرت زینبؓ بنت علیؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا[1]

---

[1] ("نسب قریش" صہ ۲۵ تحت اولاد فاطمہ رضؓ)

چند اہم مباحث

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اب آنمحترمہؓ کے متعلقہ چند مباحث مختصراً پیش کرنا مقصود ہیں۔ یہ گویا حضرت فاطمہؓ کے احوال کے لئے بطور "تتمہ" اور تکملہ کے ہونگے۔ ان میں بعض مسائل تو ایسے ہیں۔ جن کا تذکرہ سابقاً ہوا ہے لیکن ان میں کچھ تشریح کی ضرورت تھی وہ یہاں کر دی جائے گی۔

اور بعض جدید مسائل ہیں ان سے ناظرین کرام کے شبہات دُور ہوں گے اور جہاں غلو عقیدت ہوا ہے وہاں صحیح مسئلہ کی شکل سامنے آسکے گی۔

---

(۱)

بحث اوّل = سیّدہ فاطمہؓ کی رنجیدگی

سابقاً "شکر رنجی کا ایک واقعہ" کے عنوان کے تحت یہ ذکر کیا گیا تھا کہ یہاں ایک قابلِ وضاحت بیان ہے۔ اس کی اب مختصر سی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی دختر کے ساتھ نکاح کرتے

کے لئے اُس کے قبیلہ کے ساتھ گفتگو کی جس کو عام اصطلاح میں پیغام دینا اور عربی زبان میں خطبہ کہا جاتا ہے۔ جب اس چیز کی حضرت فاطمہؓ کو اطلاع ہوئی تو آنمحترمہؓ سخت پریشان ہوئیں اور فطری غیرت کی بناء پر غضبناک ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ سارا واقعہ عرض کیا۔

آنجناب بھی حضرت فاطمہؓ کا اضطراب اور پریشانی دیکھ کر نہایت رنجیدہ ہوئے اور اس پر ایک خطبہ دیتے ہوئے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فاطمہؓ کی رنجیدگی کو اپنی رنجیدگی قرار دیا۔

اس مقام میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام میں ایک شخص کو چار عدد نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اس ناراضگی اور رنجیدگی کی کیا وجہ ہے جو حضرت علیؓ کے حق میں اس اقدام پر کی جا رہی ہے ؟؟

"توضیح"

اس موقع پر ذیل میں چند توضیحات پیش کی جاتی ہیں ان کو ملحوظ رکھنے سے اس کا یہ اشکال رفع ہو جائے گا۔

(۱) اولاً یہ چیز ہے کہ یہ واقعہ کن ایام میں پیش آیا تھا؟ محدثینؒ نے اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ (۸ھ) کے بعد پیش آیا تھا اور ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تو بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپؐ کی حقیقی خواہران حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی تمام فوت ہو چکی

تھیں۔ حضرت فاطمہؓ صرف اکیلی رہ گئی تھیں[1]

اور یہی چیز فاضل الزرقانی نے بھی اپنی تصنیف شرح مواہب اللدنیہ میں بالفاظ ذیل ذکر کی ہے۔ ہم اس کو فتح الباری کے حوالہ مذکور کی تائید میں ذکر کر رہے ہیں۔ تاکہ اہل علم کو اطمینان ہو سکے۔

وکانت ھذہ الواقعۃ ای خطبۃ علی بنت ابی جھل بعد فتح مکۃ ولم یکن حینئذٍ تاخر من بناتہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرھا واصیبت بعد امھا باخواتھا فادخال الغیرۃ علیھا مما یزید ھا حزناً"[2]

"یعنی ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ خطبہ کا واقعہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا تھا اور اس وقت سیدہ فاطمہؓ کے بغیر حضورؐ کی کوئی صاحبزادی زندہ موجود نہ تھی اور فاطمہؓ اپنی ماں کے بعد اپنی بہنوں کے انتقال کی مصیبت اٹھا چکی تھیں۔ پس اس وقت سوکن کی وجہ سے اذیت اٹھانا اور غیرت سے کڑھنا فاطمہؓ کے لئے غم والم کی زیادتی اور قلق کی فراوانی کا باعث تھا۔"

(۲) ابوجہل کی جس لڑکی کے ساتھ حضرت علیؓ نے نکاح کرنے کا قصد کر کے خطبہ

---

[1] ۱- فتح الباری شرح بخاری شریف ص۲۷ ج-۹، ص۲۷۱ ج-۹ طبع قدیم مصر
تحت کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف

۲- فتح الباری شرح بخاری شریف ص۶۹ ج-۷ جلد سابع طبع قدیم۔ مصر۔
تحت کتاب المناقب باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابوالعاص بن ربیع

[2] شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۵ ج-۳۔ تحت تذکرہ فاطمہ

کیا تھا اس کا نام بعض نے "جویریہ" اور بعض نے جمیلہ اور "العوراء" ذکر کیا ہے اور "الحیفاء" بھی لکھا ہے۔ شارحین حدیث کے ہاں یہ چاروں نام دستیاب ہوتے ہیں [1]

(۳) دختر ابی جہل کے اعمام (چچے) جن کو بنی ہشام بن مغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک کا نام حارث ابن ہشام تھا اور دوسرے کا نام سلمہ بن ہشام تھا۔ ان کے ہاں جا کر حضرت علیؓ نے بطور خطبہ گفتگو کی تھی۔

اس کے بعد مذکورہ دونوں برادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کر کے اپنی بھتیجی کو حضرت علیؓ کے ساتھ نکاح کر دینے کی اجازت چاہی [2]

(۴) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں رنجیدہ ہو کر بار بار ارشاد فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پھر اس کے بعد اسی مسئلہ پر ایک مستقل خطبہ لوگوں کے درمیان ارشاد فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے ابو العاص بن ربیع کو اپنی لڑکی نکاح کر کے دی اور اس نے ہمارے ساتھ بڑا اچھا معاملہ کیا اور فرمایا کہ اس نے میرے ساتھ بات کی اور پھر اسکو صحیح کر کے دکھایا۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا پھر اس نے اس کو پورا کیا۔ (ابو العاص بن ربیع کے حسن اخلاق کی تعریف فرمانے کے بعد) آپ

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۶۹ ج ۷ طبع قدیم مصر
ابواب المناقب ۔ ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[2] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۶۹ ج ۹ طبع قدیم مصر
تحت کتاب النکاح باب ذب الرجل ...... الخ

نے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہوں گی۔

اور ارشاد فرمایا کہ "فاطمہؓ" میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ میرے لئے ایذا کا باعث بنتی ہے"

اور مزید فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ فطری غیرت کی وجہ سے دین کے معاملہ میں کسی آزمائش وابتلاء میں پڑے (یعنی غیرت اور غضب کی بناء پر اس سے ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے مطابق نہ ہو۔ اور شرعاً صحیح نہ ہو[1]

---

[1] ۱ { بخاری شریف ص۷۸۷ ج۔ ثانی کتاب النکاح
باب ذب الرجل عن ابنتہ ...... الخ }

۲ { بخاری شریف ص۴۳۸ ج۔ اول کتاب الجہاد
باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ۔ }

۳ { بخاری شریف ص۵۲۸ ج۔ اول ابواب المناقب
تحت ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابوالعاص }

۴ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۲۷۰/۲۷۱ جلد نہم کتاب النکاح
تحت باب ذب الرجل عن ابنتہ .... الخ }

۵ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۶۹ ج۔۷ ابواب المناقب
باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابوالعاص }

۶ - البدایۃ۔ لابن کثیر ص۳۳۳ ج۔۶ تحت ذکر من توفی فی ہذہ السنۃ (سنہ۱۱ھ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ مبارک مذکورہ بالا سے مندرجہ ذیل چیزیں مستنبط اور ماخوذ ہوتی ہیں۔

(۱) ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اوّل حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کے رشتہ دامادی کے معاملات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور آنجنابؐ ان کے حسن معاملہ پر خوش اور راضی تھے ان کے درمیان نہایت عمدہ تعلقات تھے جس کی بنا پر آنجنابؐ کی طرف سے ان کے حق میں ثنائے خیر اور مدح کے الفاظ فرمائے گئے اور آنجنابؐ کی خدمت میں مدت العمر ابوالعاصؓ کی طرف سے کبھی شکوہ وشکایت کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی سردار دو عالم صلعم جناب ابوالعاصؓ پر کبھی ناراض ہوئے۔

(۲) اس خطبۂ مبارک میں " بضعۃ منی " وغیرہ الفاظ سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ کہ جو چیز حضرت فاطمہؓ کے ایذا کا باعث بنے اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی متاثر اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس بنا پر حضرت علیؓ کے اس اقدام سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی اور رنجیدگی ہوئی (جس کا ازالہ اگرچہ بعد میں حضرت علیؓ کی طرف سے کر دیا گیا)

(۳) نیز حضرت فاطمہؓ کے حق میں " ان تفتتن فی دینہا " وغیرہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجنابؐ کو حضرت فاطمہؓ کے دین کی رعایت پیش نظر تھی اور ان کی قلبی استراحت کا خاص خیال تھا۔ اور آپؐ انہیں انتشار طبع اور ذہنی کوفت اور کدورت طبعی سے بچانا چاہتے تھے ان ایام میں جناب فاطمہؓ کے لئے آنجنابؐ کے سوا کوئی غمگسار گھر والوں میں سے نہیں رہا تھا اور ایسا کوئی مونس نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے آپ اپنی طبعی پریشانی زائل کر سکیں۔ والدہ اور بہنیں یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے آخرت کی طرف رخصت ہو چکی

تھیں۔ ان حالات میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی رعایتِ خاطر فرمانا نہایت اہم تھا جس کا آنجناب ؐ نے اہتمام فرمایا۔

اسلام میں بعض ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک ان چیزوں کو "خصوصیات نبویؐ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آنجناب ؐ کا چار عورتوں سے زائد کے ساتھ نکاح کرنا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی منکوحہ ازواج کے ساتھ آنجناب ؐ کے انتقال کے بعد کسی کے لئے نکاح کا دواماً جائز نہ ہونا وغیرہ۔

اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہ لینا بھی خصائص نبویؐ میں شمار کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ کو کبار علماء نے اپنی تصانیف میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں :۔

والذی یظھر لی انه لا یبعد فی خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یتزوج علی بناته[1] ...... الخ

علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف "الخصائص الکبریٰ" میں ابن حجر کے حوالہ کے ساتھ لکھا ہے کہ :۔

...... لا یبعد ان یکون خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم منع التزوج علی بناته[2] "

---

[1] (۱) فتح الباری شرح بخاری ص۲۷ ج۹ کتاب النکاح تحت باب ذب الرجل عن ابنته

(۲) { الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۵۵ ج ثانی طبع اوّل ۔ دکن
{ باب اختصاصه صلعم بان بناته لا یتزوج علیھن

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح پر کسی دوسرے نکاح کا عدم جواز آنجنابؐ کے خصائص میں سے ہو۔"

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ

(۱) چار عدد نکاح تک کے جواز کا جو شرعی مسئلہ ہے اس سے آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح کا مسئلہ الگ حیثیت کا حامل ہے۔ اور عام قاعدہ سے جداگانہ ہے۔

(۲) اور مسئلہ ہذا میں آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے فطرتی اور طبعی رجحانات کی رعایت کی گئی ہے تاکہ وہ سوکنوں کے ساتھ غیرت کی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوں۔ اور دین کے اعتبار سے فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ اسی حکمت و مصلحت کی بنا پر آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے ساتھ ان کے دامادوں یعنی حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا تھا بلکہ دوسرا نکاح کرنے کا قصد ہی نہ کیا۔

(۳) پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنجنابؐ کا اپنی بیٹیوں پر سوکن آنے کو منع کرنا صرف اپنی بیٹیوں کی خاطر نہ ہو بلکہ ان کی آئندہ ہونے والی سوکنوں کے اپنے ایمانی تحفظ کے لئے ہو۔ سوکنیں جب کبھی آپس میں الجھتی ہیں تو ایک دوسری کے خاوند یا سسرال کو برا نہیں کہتیں شعلہ عتاب اٹھتا ہے تو ایک دوسری کے میکے والوں کے خلاف۔"

مثلاً حضرت فاطمہ سے اگر کہیں ابوجہل کی برائی میں جملہ نکل جاتے اور ان کی سوکن اسی جذبۂ رقابت میں حضرت سیدہ کے والدین کے متعلق کچھ بوجھ جی میں رکھ لے تو کیا اس سے پورا ایمان معرض خطر میں نہ آجائے گا۔ ؟؟ سو آنجنابؐ نے اس لئے اپنی بیٹی پر سوکن نہ آنے دی کہ کہیں اس جذبۂ رقابت میں وہ خاتون اپنے سرمایہ ایمان کو

ہی نہ کھو بیٹھے آنجناب ؐ کے بارے میں جس دل میں بوجھ ہو۔ اسے کبھی قلب مسلم نہیں کہا جا سکتا۔

---

(۲)

بحث ثانی ــــ "افضلیّت النساء"

یہاں یہ بحث پیش خدمت ہے کہ خواتین میں سے کون سی خاتون افضل ہے؟؟ اور اسی بحث کو "افضلیّت النساء" کی بحث سے تعبیر کرتے ہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق اکابر علماء کے بیانات کی روشنی میں چند اہم باتیں تحریر کی جائیں گی۔ اہل علم حضرات تو ان ابحاث سے واقف ہیں البتہ عوام کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا مناسب رہے گا۔ افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے ہم نے اعتدال کے طریق کو اختیار کیا ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق متعدد روایات مختلف نوع کی ملتی ہیں۔ بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ

۱۔ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواتین جنّت میں سے افضل خدیجہ رضؓ فاطمہ رضؓ مریم سلام (بنت عمران) اور آسیہ سلام بنت مزاحم ہیں۔[1]

---

[1] ۱ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۳۴۷ ج۶ کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امراۃ فرعون

۲ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۰۶ ج۷ کتاب المناقب باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا ← (بقیہ)

(۲) اسی طرح ایک اور مرفوع روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے ارشاد نبویؐ ہے کہ مریم بنت عمران کے بعد تمام اہل جنّت کی عورتوں کی سردار فاطمہؓ ہیں خدیجہؓ ہیں اور پھر آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[1]

(۳) ابن عباسؓ کہتے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہیں تو حاضرین مجلس نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنّت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہؓ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمدؐ ہیں اور مریمؑ بنت عمران ہیں اور آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[2]

(رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی ورجالھم رجال الصحیح)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ ______

(۳) فتح الباری شرح بخاری شریف ص۳۶۷ ج-۶ کتاب احادیث الانبیاء تحت آیت واذ قالت الملئکۃ یامریم ان اللہ اصطفاک ...... الخ

(حاشیہ صفحہ ھذا ______

[1] ا۔ مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۰۱ ج-۹ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر باب الفضائل (مناقب فاطمۃ الزھرا رض)

[2] ۲ - مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۲۳ ج-۹ تحت فضل خدیجہ بنت خویلد

۳- الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص۳۶۶ ج-۴ تحت ذکر فاطمۃ الزھرا

۴- تہذیب التھذیب لابن حجر ص۴۴۱ ج-۱۲ تحت ذکر فاطمۃ الزھرا

۵ - سیر اعلام النبلاء للذھبی ص۹۲ ج-۲ تحت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ھذا شیعہ اکابر کی نظر میں

شیعہ کے مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "کتاب الخصال" میں یہی سابقہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

(۱) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا جانتے ہو یہ خط کیسے ہیں؟ حاضرین نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنّت کی عورتوں میں سے چار خواتین افضل ہیں خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہ بنت محمدؐ۔ مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم۔ (امرأة فرعون)[1]

(۲) دوسری باسند روایت ابن عباسؓ سے ہی ذکر کی ہے کہ:-
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خط لگاتے پھر فرمایا جنّت کی عورتوں میں سے بہترین خواتین چار ہیں۔ مریمؑ بنت عمران خدیجہؓ بنت خویلد فاطمہؓ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم (امرأة فرعون)[2]

(۳) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام جہان کی عورتوں میں سے بہترین چار خواتین ہیں۔ مریمؑ۔ آسیہؑ۔ خدیجہؓ۔ اور فاطمہؓ

---

[1] کتاب الخصال للشیخ صدوق ص۱۸۲ باب الاربعۃ

[2] کتاب الخصال 〃 〃 〃 〃 〃

اور الشعبی حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے چار عورتیں فضیلت میں کافی ہیں پھر ان مذکورہ چار خواتین کا ذکر کیا۔[1]

بعض دیگر روایات میں اس طرح منقول ہے کہ :-

(۱) حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ (اپنے دور کی) بہترین عورتوں میں سے مریم ہیں، اور اس امت کی بہترین خاتون خدیجہؓ ہیں[2][3][4]

روایت ہذا سابقاً فضائل حضرت خدیجہؓ میں درج ہو چکی ہے۔ اور دیگر متعدد محدثین مثلاً مسلم اور ترمذی وغیرہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمار بن یاسرؓ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کی تمام عورتوں پر خدیجہؓ کو فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ تمام جہانوں کی عورتوں

---

[1] (۱) الاصابۃ ص۳۶۶ ج رابع تحت فاطمۃ الزھراؓ

[2] (۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ص۴۴۱ ج۔۱۲ تحت تذکرہ فاطمۃ الزھراؓ

[3] (۱) بخاری شریف ص۵۳۸ ج۔ اول باب تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا

(۲) المصنّف لعبد الرزاق جلد سابع ص۴۹۲-۴۹۳ تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ الفصل الاول باب مناقب ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم

[4] مسند ابی یعلی الموصلی ص۳۰۱ ج۔ اول تحت مسند علی بن ابی طالبؓ

پر مریمؑ کو فضیلت دی گئی ہے[1]

اسی طرح بعض دیگر روایات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ :۔

(۱) حضرت انس بن مالک رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنجنابؐ فرماتے ہیں " عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے تمام طعاموں پر " الثرید " کی فضیلت ہے۔

(الثرید)۔ اس دور میں عمدہ گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا اور یہ اس دور کی بہترین اور مرغوب غذا تھی۔)[2]

(۲) نیز حضرت عائشہ رضؓ کی فضیلت کے متعلق مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور آپ پر سلام کہتے ہیں جواب میں حضرت عائشہ نے کہا و علیہ السلام و رحمۃ اللہ اور عرض کیا کہ آنجنابؐ وہ چیز دیکھ رہے ہیں جو میں نہیں دیکھتی (یعنی جبرائیل علیہ السلام کا تشریف لانا، اور سلام کہنا)[3]

---

[1] (۱) فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۰۶ ج-۷ کتاب المناقب
تحت باب تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا

[2] (۱) بخاری شریف ص۵۳۲ ج - اول کتاب المناقب
باب فضل عائشۃ رضؓ

[3] (۱) بخاری شریف ص۵۳۲ ج-اول کتاب المناقب
باب فضل عائشۃ رضؓ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے آنجناب ؐ کے ہاں کون زیادہ پسندیدہ ہے تو آنجناب ؐ نے فرمایا عائشہ ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا مردوں میں سے کون پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا عائشہ کے والد (ابوبکر صدیق رض) ہیں [1]

(۴) ابو بردہ اپنے والد ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور اس کے متعلق حضرت عائشہ رض سے دریافت کرتے تو ہمیں اس مسئلہ کا علم اور حل حضرت عائشہ رض کے ہاں دستیاب ہو جاتا تھا [2]

(۵) علامہ الزھری کہتے ہیں کہ تمام امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم کو اگر جمع کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں حضرت عائشہ رض کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم افضل ہوگا [3]

حضرت عائشہ رض کے مناقب و فضائل بیشتر پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند چیزیں یہاں نقل کی ہیں۔

اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات

(حاشیہ صفحہ گذشتہ :

۲ - مسلم شریف ص ۲۸۷ ج ۲ تحت فضائل عائشہ

۳ - مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ فصل اول باب مناقب اھل بیت

(حاشیہ صفحہ ھٰذا :

[1] - تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۴۳۵ ج ۱۲ تحت ذکر عائشہ صدیقہ رض

[2] - الاصابۃ ص ۳۴۹ ج ۴ حرف العین تحت ذکر عائشہ صدیقہ رض

۳ - تہذیب التہذیب ص ۴۳۵ ج ۱۲ تحت ذکر عائشہ صدیقہ رض

میں ان کی فضیلت اور سیادت پائی جاتی ہے اور سابقہ روایات میں ان کا ذکر خیر مذکور ہو چکا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کے حق میں ایک مشہور فضیلت صحیح روایات میں منقول ہے جو قبل ازیں سوانح سیدہ فاطمہؓ میں ذکر کی جاچکی ہے وہ یہ ہے کہ آنجنابؐ نے حضرت فاطمہؓ کو اس عالم سے اپنے ارتحال کی اطلاع فرمائی تھی تو حضرت فاطمہؓ پریشان ہو کر رونے لگی تھیں۔ آنجنابؐ نے ان کو تسلی دلانے کے لئے دوسری بار یہ ارشاد فرمایا کہ " اما ترضین ان تکون سیدۃ نساء اهل الجنۃ یعنی (اے فاطمہؓ) کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جنت کی عورتوں کی آپ سردار ہوں "۔ [1]

حضرت فاطمہؓ کے فضائل اور مناقب کی یہ چند چیزیں ذکر کر دی ہیں اور یہاں تمام مناقب کا شمار کرنا مقصود نہیں۔ اس بناء پر اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مندرجات بالا میں آیات قرآنی سے نہیں بلکہ صرف روایات سے فضائل کے چند ایک عنوانات نقل کئے ہیں ان سے حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کی فضیلت بھی سامنے آگئی ہے اور حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب بھی واضح ہو گئے ہیں۔

---

[1] ۱۔ بخاری شریف ص ۵۱۲ ج ۱ کتاب المناقب تحت آخر باب علامات النبوۃ فی الاسلام
۲۔ مسلم شریف ص ۲۹۱ ج ۲ باب فضائل فاطمہ
۳۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸ باب مناقب اهل البیت۔ طبع دهلی

ایک ضابطہ

اب مذکورہ بالا خواتین کی باہمی افضلیت کا مرحلہ پیش آتا ہے جو نہایت نازک مقام ہے۔

یہ قاعدہ سب سے مقدم رکھا جانا چاہیے جو علماء امت میں مسلم ہے کہ "قطعیات کا درجہ ظنیات سے مختلف ہوتا ہے۔ آیات قرآنی کی نصوص قطعیہ میں جن کا ذکر خیر واضح طور پر بے شمار مقامات میں پایا جاتا ہے ان کو افضلیت ہوگی اور جن کا ذکر مشہورہ روایات اور اخبار آحاد (صحیحہ) میں پایا جاتا ہے وہ ظنی ہونے کی وجہ سے قطعیات کے بعد مقام پائیں گی۔

ازواج مطہراتؓ کا باہم فرق مراتب ضرور ہے اس طرح کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ دونوں باقی ازواج مطہراتؓ سے افضل ہیں اور دونوں کا مقام بہت بلند و ارفع ہے۔

اسی طرح سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بنات طیبات و طاہرات کا باہم فرق درجات ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کی بڑی بہن حضرت زینبؓ تحمل شدائد اور برداشت مصائب پھر استقامت دین کے لحاظ سے "خیر" کے شرف سے مشرف ہیں (جیسا کہ انکے تذکرہ میں ذکر کیا جا چکا ہے)۔

عقلی استثناء کا اعتبار

حضرت فاطمہؓ اپنی جسمانی ماں اور روحانی ماؤں کے ماسوا سب جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کی سیادت عام ہے اور یہ استثناء عقلی اور عرفی طور پر مراد ہوتا ہے اور محتاج بیان نہیں ہوتا۔

جس طرح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن یہاں بھی سیادت ہذا سے انبیاء

علیہم السلام خود سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رض اور حضرت علی المرتضیٰ رض، عقلاً و عرفاً مستثنیٰ ہیں۔

شارحین حدیث نے استثنا مذکور کو ذکر کیا ہے اہل علم کی تسلی کے لئے عبارت پیش کی جاتی ہے۔

پھر صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ شریف کی عبارت ذیل ملاحظہ فرماویں۔

حدثنا ابو سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ الا ابنی خالۃ عیسیٰ ابن مریم و یحییٰ بن ذکریا"

[۱. المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف البسوی ص۶۴۴ - جلد ثانی]
[۲. حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۵ ج ۵ ص تحت عبدالرحمن بن ابی نعیم]

"او انہما سیدا اہل الجنۃ سوی الانبیاء والخلفاء الراشدین وذٰلک لان اہل الجنۃ کلہم فی سن واحد وہو الشباب ولیس فیہم شیخ ولا کہل" لہ

مختلف جہات کا اعتبار کرنا

مسئلہ ہذا کی نزاکت کے پیش نظر بعض علماء نے ان مکرم خواتین میں باہمی افضلیت مختلف جہات سے قائم کی ہے اور ہر ایک خاتون کو اس کی خاص جہت اور حیثیت کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ٹھہرایا ہے مثلاً اسلام میں مشکل ترین مراحل کے وقت امتیازی خدمات کے لحاظ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

لہ ۱ { المرقات شرح مشکوٰۃ ص۳۹۰ ج ۱۱ الفصل الثانی
باب مناقب اہل بیت النبی صلعم }

عنہا مقدم اور فائق ہیں اور دینی علوم میں شرح وافادہ کے اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت واضح طور پر ثابت ہے۔

شرافت اصل و نسل کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ کی افضلیت میں ان کی بہنوں کے سوا کوئی شریک نہیں۔ اور شرفِ سیادت کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ سب سے افضل ہیں۔ اس طریقہ سے ہر ایک کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے۔

توقف کی تلقین

چونکہ اس سلسلہ میں مختلف نوع کی روایات پائی جاتی ہیں۔ جو بظاہر ایک دوسرے سے متقابل نظر آتی ہیں اس بنا پر بہت سے علماء نے افضلیت (بین النساء) کے مسئلہ میں "توقف" کا قول اختیار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ہماری عقیدت مندی مذکورہ بالا تمام مکرم خواتین میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے مقام میں لازم ہے البتہ مندرجہ بالا ضابطہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرق مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۳)

بحث ثالث

مالی حقوق کا مطالبہ

قبل ازیں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں "مالی حقوق کا مطالبہ" کے عنوان سے مختصراً کچھ ذکر کیا جا چکا ہے یہاں کچھ مزید چیزیں پیش کرنا مقصود ہیں۔

"مالی مطالبہ" کے عنوان کے تحت متعدد چیزیں آتی ہیں مثلاً مالِ فئے مالِ غنیمت سے حق خمس (جسے" سہم ذوی القربیٰ" کہا جاتا ہے) اور اموال بنی نضیر وغیرہ۔

اموال کی ان تمام مذکورہ اقسام میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء اور رشتہ داروں کا حق خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کما حقہ' ادا کیا جاتا رہا ہے۔

اب سطور ذیل میں مسئلہ ہذا پر بقدر ضرورت بحث کی جاتی ہے اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "رحماء بینھم" کے حصہ اول (صدیقی) میں "مالی حقوق کا تحفظ" کے عنوان کے تحت ص۸۷ سے ص۱۵۵ تک ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مالی حقوق کی نوعیت

صدیقی دور میں جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں "مالی حقوق" کا مطالبہ پیش کیا گیا کہ "اموال مدینہ" "اموال فدک" اور "خمس خیبر" وغیرہ سے ہمیں ہمارا حق بطور میراث دیا جائے تو حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ" ہم انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی اور جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے۔"

باقی آپ حضرات کو جو حق ان اموال سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ملتا تھا وہ بدستور دیا جائے گا اور اس میں ہم کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے اور ادائیگی کے معاملہ میں اسی طریق کار پر کاربند ہوں گے جس طرح نبی کریم صلعم جاری کئے ہوئے تھے اور صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ اللہ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری سے بہت زیادہ عزیز ہے اور آنجنابؐ کے اقرباء اور اعزہ کا لحاظ مجھے اپنے اقربا سے زیادہ ملحوظ ہے۔[1]

(مختصر یہ ہے کہ مالی حق آپ کا ادا کیا جاتا رہیگا۔ لیکن مال میں وراثت جاری نہیں ہو گی۔)

شیعہ کی طرف سے اس مسئلہ کی تائید

اس مقام میں شیعہ طرف سے مسئلہ ہذا کی تائید پیش کی جاتی ہے۔ شیعہ کے اکابر علماء نے امام جعفر صادقؓ سے یہی حدیث

---

[1] (۱) بخاری شریف ص۵۲۶ ج۔ اول کتاب المناقب
باب مناقب قرابت رسول اللہ صلعم

(۲) بخاری شریف ص۵۷۶ ج۔ ثانی کتاب المغازی
باب حدیث بنی نضیر (طبع دہلی)

متعدد اسانید کے ساتھ بہت سی کتابوں میں نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کے نبیوں کی مالی وراثت نہیں جاری ہوتی اور وہ لوگوں کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے لیکن علم دین کا وارث بناتے ہیں اور ان کی علمی وراثت جاری ہوتی ہے"[1]

مذکورہ بالا مقامات میں امام جعفر صادق کی زبانی یہ مسئلہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت جاری نہیں ہوتی۔

پس یہی چیز حضرت صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا مطالبہ کے جواب میں ذکر فرمائی ہے۔ فلہٰذا صدیق اکبرؓ کا جواب شیعہ حضرات کے نزدیک بھی صحیح ثابت ہوتا ہے۔ اور ان کا موقف درست پایا جاتا ہے۔

حق خمس کی تولیت

اس مسئلہ کے متعلق خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان کافی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے (حضرت عباسؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کی موجودگی میں) ان کی نمائندگی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "قرابت داران رسول" کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر آنجناب اپنی زندگی میں میرے سپرد فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ جناب کے بعد میں کوئی شخص اس معاملہ میں ہمارے

---

[1] ۱۔ اصول کافی ص۱۷ باب صفۃ العلم (طبع لکھنؤ)
۲۔ اصول کافی ص۱۸ باب ثواب العالم والمتعلم
۳۔ امالی للشیخ صدوق ص۳۷ مجلس رابع عشر[14]
۴۔ قرب الاسناد للحمیری ص۴۴ طبع ایران
۵۔ بصائر الدرجات ص۳ باب ثواب العالم والمتعلم
۶۔ بصائر الدرجات ص۱۰-۱۱ طبع ایران۔

ساتھ نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آنجنابؐ نے مجھے اس کا "متولی" بنادیا۔ دورِ نبوی میں خمس کے حصّہ کو (بنی ہاشم) میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا "والی" بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر ابن الخطابؓ نے اس خمس کی تقسیم کا "والی" بنایا تو عہد فاروقی میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کیا حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے۔ ....الخ

مضمون بالا کے لئے مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱- كتاب الخراج للامام ابي يوسف ص۲ طبع مصر باب في قسمة الغنائم

۲- ابوداؤد شریف ص۶۱ ج-۲ باب بيان مواضع قسم الخمس

۳- مسند امام احمد ص۸۴-۸۵ ج-اول تحت مسندات علي بن ابي طالب

مطلب یہ ہے کہ حقِ خمس خلفاء ثلثہ کے دور میں ان حضرات کو اسی طرح ملتا رہا ہے جس طرح یہ حضورؐ کے وقت میں ملتا تھا انہیں ان کا یہ حق حضرت علیؓ کے ہاتھوں ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے اپنے دور خلافت میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح رہا۔

اموال مدینہ بنی نضیر وغیرہ کی تولیّت

"اموال فے" جو مدینہ شریف کے نواح اور اطراف میں بنی نضیر وغیرہ سے حاصل ہوتے تھے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا جو حصّہ تھا وہ کما حقہ ان حضرات کو دیا جاتا تھا اور اس کی "تولیت" اور "نگرانی" بھی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی تاکہ ان اموال کی آمد کو یہ حضرات وصول فرما کر حق داروں میں تقسیم کریں۔

مضمون ہذا کا مفہوم مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بخاری شریف ص۵۷۶ ج ثانی باب تحت حدیث بنی نضیر

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص۲۹۹ ج ۶ باب بیان مصرف اربعۃ اخماس الفئی

مندرجہ بالا سے واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہؓ سمیت رشتہ داروں کے مالی حقوق یعنی آمدن فدک اور حق خمس وغیرہ سے ان حضرات کو باقاعدہ خلفاء راشدین کے دور میں ادا کئے جاتے تھے اور ان کا یہ مالی حق ضائع نہیں کیا جاتا تھا۔

شیعہ کی طرف سے اس کی تائید

شیعہ اکابر علماء و مجتہدین نے بھی مذکورہ مالی حقوق کا مسئلہ اسی طرح اپنی تصانیف میں درج کیا ہے چنانچہ وہ ذکر کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ فدک کی آمدن لے کر قرابت داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتے تھے جس قدر کہ وہ ان کی ضرورت کو کافی ہوتی تھی اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور عمرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر عثمانؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے اور پھر علی المرتضیٰؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

مضمون ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

لہ۔۱۔ شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص۱۰۷ ج ۵ طبع جدید طہران تحت مقصد ہشتم از ہژدہ مقاصد (خط علی المرتضیٰؓ بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲- { شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید ص۱۱۱ ج۴ طبع بیروت۔
بحث فی ما ورد من الاخبار والسیر فی فدک ۔ الفصل الاوّل

۳- { الدرة النجفیة (شرح نہج البلاغۃ) ص۳۳۲) مطبوعہ قدیم ایرانی
تحت عامل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف علی المرتضےٰ کا خط

فیض الاسلام علی نقی نے اس مسئلہ کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے۔

" خلاصہ ابوبکر غلہ وسود آں (فدک) گرفتہ بقدر کفالت باہل بیت علیہم السّلام مے داد و خلفاء بعد از او ہم برآں اسلوب رفتار نمودند۔"

" یعنی خلاصہ یہ ہے کہ (فدک) کی آمدن غلّہ وغیرہ بقدر کفایت اہل بیت ابوبکر دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد خلفاء نے بھی اس کے موافق عمل درآمد جاری رکھا۔"[1]

سُنّی اور شیعہ دونوں حضرات کے حوالہ جات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ حضرت فاطمہؓ اور دیگر قرابت داران نبویؐ کو جُملہ مالی حقوق (آمدن فدک سمیت) ادا کئے جاتے تھے اور ان کے حقوق کو ضائع نہیں کیا گیا نیز ان اموال کی تقسیم کی تولیت اور نگرانی بھی حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے عہد سے ہی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے سپرُد تھی۔ حق بحق دار رسید کا معاملہ پُوری طرح قائم تھا۔

لـ ۱ { ترجمہ وشرح فارسی "نہج البلاغۃ" از فیض الاسلام علی نقی
ص۹۶۰ جلد پنجم طبع طہران

صدیقی دور میں ایفائے عہد

خلیفۂ اوّل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مراسم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا۔ اور اعزہ کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور ان کے ساتھ معاشرتی معاملات میں بہتر سلوک روا رکھتے تھے اور ہمیشہ ان کے حقوق کی رعایت صدیق اکبرؓ کے پیش نظر رہتی تھی۔

چنانچہ ہم اس چیز پر صدیقی دَور کے چند ایک واقعات پیش کرتے ہیں جن سے صدیق اکبرؓ کے افرادِ امت اور رعایا کے ساتھ حسن معاملہ کی وضاحت ہوتی ہے اور بہترین برتاؤ کا ثبوت ملتا ہے۔ اور صدیقی کردار کی صداقت نمایاں ہوتی ہے۔

اوّل :۔۔۔ محدثین ذکر کرتے ہیں کہ جب سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کروایا کہ جس شخص نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا آنجنابؐ نے اس سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ شخص ہمارے پاس آئے ہم اس کے قرض کو ادا کریں گے اور آنجنابؐ کے وعدہ کی ایفا کریں گے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جبکہ بحرین کے عامل کی طرف سے مال آچکا تھا) اور وعدہ نبویؐ ذکر کیا۔ تو صدیق اکبرؓ نے ان کو حسبِ وعدہ مال ادا کیا اور وعدہ نبویؐ کو پورا کیا۔[1]

---

[1] (۱) بخاری شریف ص۴۴۳ ج اول باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین

(۲) مشکوٰۃ شریف ص۴۱۶ باب الوعد

دوم: ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے حق میں تیرہ عدد جوان شتر عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ ابھی ہمیں یہ اونٹ وصول نہیں ہوتے تھے کہ آنجناب کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اور انھوں نے اپنے عہد میں منادی کرادی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ کوئی وعدہ فرمایا تھا اور (تاحال) پورا نہیں ہوا وہ ہمارے پاس آئے۔ پس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وعدہ نبوی عرض کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمارے حق میں مذکورہ وعدہ نبوی پورا کر دیا۔[1]

سوم: ابو بشیر مازنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں، مال آنے پر، کچھ عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان فرمایا کہ جس شخص نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے (حسب وعدہ نبوی) کوئی چیز وصول کرنی ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر وعدہ نبوی کی ان کو خبر کی اس وقت بحرین سے مال آچکا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے دو تین مٹھی بھر کر درہم عنایت فرمائے جو ایک ہزار چار سو درہم ہوئے۔[2]

چہارم: اکابر علماء نے لکھا ہے کہ نصاریٰ نجران کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ہر ماہ رجب میں ایک ہزار پوشاک دیں گے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۱۶ الفصل الثانی باب الوعد۔

[2] کنز العمال ص۱۳۴ ج۳ بحوالہ ابن سعد طبع اول دکن۔ روایت ۲۲۹۱ کتاب الخلافۃ مع الامارۃ من قسم الافعال تحت خلافۃ ابی بکر صدیق

اور ربا (سود) ختم کر دیں گے اور ان کے مال و جان اور آبرو کی حفاظت ہو گی۔ ان کے کلیساؤں کو امان ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو صدیق اکبرؓ کی خدمت میں نجران کے نصاریٰ حاضر ہوئے اور معاہدہ نبویؐ ذکر کیا اور توثیق کی گزارش کی۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کی توثیق فرمائی اور ان کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کے عین موافق تھی۔[1]

مذکورہ بالا چند ایک واقعات نے یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے تھے اور جس شخص کے ساتھ بھی آنجنابؐ کا کوئی وعدہ یا معاہدہ ہوا تھا اس کا اتمام کرنا صدیق اکبرؓ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے اور منادی اور اعلان کروا کے آنجناب کے قرض اور دین کو ادا کرتے تھے اور کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا فریضہ تھا جس کو وہ کما حقہٗ ادا فرماتے تھے۔

بنا بریں یہ یقین کیا جاتا ہے اور پورے وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جو شخص آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد امت اور عوام الناس سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اہل کتاب سے معاہدوں کی توثیق و تصدیق کرتا ہے اور کسی یہودی یا نصرانی کے حق کو بھی منع نہیں کرتا اور قرض ہائے نبویؐ کو ادا کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کے حقوق ضائع نہیں کر سکتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ مالی حقوق اور معاشرتی روابط کو کبھی منقطع نہیں کر سکتا۔

---

[1] کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) ص ۱۸۹

یہ کس طرح روا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا ہوں اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبیوں کے حقوق برباد ہوں ؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

اور عہد صدیقی کے واقعات بھی اس کی تائید نہیں کرتے جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

فلہذا صحیح چیز یہی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سمیت سب اعزہ نبویؐ کے مالی حقوق اس دور میں ادا کئے جاتے تھے۔

بحث ہذا کا اجمالی خاکہ

اس بحث کا اختصار کرتے ہوئے اب اس کو مندرجہ ذیل شکل میں پیش کیا جاتا ہے وُہ یہ ہے کہ :

※ فدک "مال فیؑ" میں سے تھا۔ میراث نبویؐ نہیں تھا۔ اس کی آمدن اہل بیت نبویؐ اور اقربار کو ملتی تھی اور ان کے اخراجات و مسارف اس سے پورے کئے جاتے تھے۔ لیکن فدک کی آمدن سے یہ ادائیگی بطور توریث اور وراثت نہیں تھی۔

※ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ وراثت کے جواب میں حضرت صدیق اکبرؓ کا موقف صحیح تھا۔ یعنی انبیار علیہم السلام کی وراثت (مالی) نہیں جاری ہوتی۔ جیسا کہ سُنّی و شیعہ کتب سے واضح کیا گیا۔

اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ پر خاموش ہوگئیں اور پھر یہ مطالبہ وراثت کبھی نہیں دوہرایا۔

مسئلہ ہذا میں صدیق اکبرؓ کے موقف کے صحیح ہونے اور اس پر عملدرآمد کے درست ہونے پر شواہد ذیل موجود ہیں۔ اطمینان کے ساتھ ان پر غور فرمائیں :۔

۱ ۔ صدیقیؓ فیصلہ ہذا کو تمام اکابر صحابہ کرامؓ نے درست تسلیم کیا اور اسی وجہ سے اکابر صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی نے بھی اس دور میں اس فیصلہ کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی۔

۲ ۔ خصوصًا بنی ہاشم کے اکابرین (حضرت علیؓ حضرت عباسؓ (عم نبویؐ) وغیرہم) نے اس کو درست تسلیم کیا اور کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(اوران حضراتؓ کی جانب سے اس کے بعد اگر بعض روایات میں مطالبات یا تنازعات مذکور ہیں تو وُہ صرف اس آمدن کی باہمی تحویل و تقسیم اور حصّے بخرے بنانے کے سلسلے میں ہیں لیکن فیصلہ صدیقیؓ کے خلاف ہرگز نہیں۔

۳ - نیز حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں اس فیصلہ صدیقیؓ کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ گویا صدیقیؓ فیصلہ کے برحق ہونے کی یہ عملاً تائید ہے۔

۴ - اسی طرح حضرت سیدنا حسن بن علیؓ کے ایام خلافت ششماہی میں فدک کے متعلق صدیقیؓ فیصلہ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور نہ اس کو متغیر و متبدل کیا گیا۔

۵ - اہل سنت والجماعۃ کے جمہور مفسرینؒ اور جمہور محدثین اور جمہور فقہاء اور قابلِ اعتماد اہل سیر اور لائق اعتبار مورخینؒ نے مذکورہ صدیقیؓ فیصلہ کو صحیح اور حق بجانب قرار دیا ہے اور اس کی صحت و حقانیت پر اتفاق و اجماع کر لیا ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وانعقد الاجماع على صحة ما ذهب اليه ابو بكرؓ فسقط هذا السؤال - والله اعلم۔ [1]

"یعنی اس مسئلہ میں جس طرف جناب ابو بکر صدیقؓ گئے ہیں اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے پس یہ سوال ساقط ہو گیا۔ واللہ اعلم"

---

[1] تفسیر کبیر للرازی ص ۲۳ تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ...... الخ (طبع قدیم مصری)

مسئلہ ھذا کا دوسرا رُخ

بصورت دیگر اگر مخالف کا یہ اعتراض تسلیم کرلیا جائے کہ صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کے مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوگئیں اور آخر تک کلام نہیں کیا۔

تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات پیش نظر رکھیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ اعتراض مذکورہ زائل ہو جائے گا اور سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی ناراضگی کا اشکال بھی مرتفع ہوسکے گا۔

صدیقی جواب پر..... حضرت فاطمہؓ کی خاموشی

قبل ازیں ہم نے اس مسئلہ میں صدیقیؓ موقف کی صحت پوری شرح کے ساتھ بیان کر دی ہے اور اس پر واقعات کو شواہد قرار دیا ہے۔

یہاں صدیق اکبرؓ نے سیدہ فاطمہؓ کے سوال کے جواب میں فرمان نبویؐ پیش کیا تھا۔ اب فرمان نبوت معلوم کرکے سیدہ فاطمہؓ کا ناراض ہونا خلاف نقل ہے اور غیر معقول ہے۔ درحقیقت جب حضرت فاطمہؓ پر مسئلہ کی حقیقت صحیح طور پر منکشف ہوئی تو آپؓ مطمئن ہو کر خاموش ہوگئیں۔

مگر روایت کے راویوں نے سیدہ کی خاموشی کو ناراضگی سے تعبیر کیا اور اپنے گمان میں سمجھے کہ آپؓ غضبناک ہوگئیں۔ بس اسی طریقہ سے یہ چیز باعث

نزاع بن گئی۔ حالانکہ یہ چیز خلاف واقع ہے۔

اور بالفرض اگر سیّدہ فاطمہؓ بتقاضائے بشریت اور طبعی رجحانات کی بنا پر رنجیدہ خاطر ہوئی ہیں تو فاطمۃ الزہراءؓ کی ایسی ناراضگی کے قریباً چار عدد واقعات تو حضرت علیؓ سے متعلق بھی منقول ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "رحماء بینہم" حصہ صدیقی کے ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۵ میں ذکر کر دیئے ہیں۔ اور یہاں بحث اوّل میں بھی ایک واقعہ ناراضگی ابھی گزرا ہے۔ ان میں سیّدہ فاطمہؓ کا حضرت علیؓ پر سخت ناراض ہونا موجود ہے۔

اب اس ناراضگی کا جو جواب دوست تیار کرتے ہیں وہی جواب یہاں اس واقعہ میں معتبر ہوگا۔ یعنی بعد میں حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئی تھیں فلہذا مسئلہ ہذا اسی طرح منقح ہے کہ اگر رنجیدگی پیدا ہوئی تھی تو بعد میں اس کا ازالہ ہو چکا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے دل میں کوئی غبار باقی نہیں رہا تھا۔

رضامندی کی روایات

چنانچہ اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں سیّدہ فاطمہؓ کی رضامندی کی روایات اجمالاً تحریر کی جاتی ہیں پہلے اپنی کتابوں سے ہم پیش کریں گے بعدہٗ شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی رضامندی سیّدہ فاطمہؓ کی روایات ذکر کی جائیں گی تاکہ فریقین کی کتابوں سے یہ مسئلہ نمایاں طور پر صاف ہو جائے۔

سُنّی کتب سے:

۱- عامر شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ اجازت طلب کر کے تشریف لائے اور سیّدہ فاطمہؓ سے معذرت ذکر

کی پس سیدہ فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہوگئیں۔[1]

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۷ ج۸ طبع لیدن
تحت تذکرہ سیدہ فاطمہؓ

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص۳۰۱ ج۶

۳۔ الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص۱۸۱ طبع مصر
" " " " " " ص۳۵۴ طبع بیروت

۴۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی ص۸۹ ج۲ تحت تذکرہ فاطمہ اور ص۹۴ ج۲

۵۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ ص۱۵۶ جلد اوّل
باب ذکر ان فاطمۃؓ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکرؓ

۶۔ تفسیر کبیر للرازی ص۲۳۰ ج۳
تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ..... الخ

۷۔ تفسیر روح المعانی ص۲۲۰-۲۲۱ ج۴
تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ..... الخ

۸۔ البدایہ ص۲۸۹ ج۵ ، ۳۳۳ ج۶ طبع اوّل مصری

۹۔ فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۵۱ ج۶
کتاب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

۱۰۔ عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ص۲۰ ج۱۵
باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

۱۱۔ وفاء الوفاء للسمہودی ص۹۹۶ ج۳
تحت عنوان طلب فاطمہ عن ابی بکر صدقات ابیہا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رضامندی سیدہ فاطمہؓ کے حوالہ جات کئی دیگر کتابوں میں بھی دستیاب مگر یہاں صرف چودہ[۱۴] عدد حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ان تمام حوالہ جات میں حضرت فاطمہؓ کا صدیق اکبرؓ سے رضامند ہونا اور ان دونوں حضرات کا باہم خوشنود ہونا مذکور ہے۔

شیعہ کتب سے رضامندی

اکابر شیعہ علماء نے حضرت سیّدہ فاطمہؓ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رضامندی کے مسئلہ کو بڑے عمدہ طریقہ سے واضح الفاظ میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح نہج البلاغہ میں ذکر کرتے ہیں:۔

"ابوبکرؓ کہتے ہیں اے فاطمہؓ! رضائے الٰہی کے لئے آپ کا مجھ پر حق ہے فدک کے معاملہ میں وہی عملدرآمد کروں گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جاری کئے ہوئے تھے پس اس چیز پر حضرت فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہوگئیں۔ اور اس پر انہوں نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور اقرار لیا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۱۲ { مدارج النبوۃ للشیخ محدث دہلوی صفحہ ۵۷۳ ج ۲ تحت وصل در ذکر غم والم مفارقت آنحضرتؐ

۱۳ ۔ سیرت حلبیہ صفحہ ۳۹۹ ج ۳ تحت حالات وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۴ ۔ تحفہ اثنا عشریہ فارسی تحت جواب طعن سیزدہم باب مطاعن ابی بکر۔

"...... فرضیت بذٰلك واخذت العھد علیه به"[1]

مندرجات کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت صدیق اکبراور حضرت فاطمہؓ کے مابین نزاع ختم ہوگیا تھا اور ایک دوسرے کے حق میں دل صاف ہوچکے تھے کوئی کدورت باقی نہیں رہی تھی اور سب آپس میں راضی ہوگئے تھے۔

۱۔ شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص۱۰۷ ج۵ طبع طہران
تحت مقصد ثانی از مفاسد ہشردہ ۱۸
خط علی المرتضیٰؓ بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ۔
بلیٰ کانت فی ایدینا فدک۔ الخ

۲۔ درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغۃ ص۳۳۱، ۳۳۲ قدیم طبع ایران
تحت خط علی المرتضیٰؓ بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ۔

فدک کے لئے ہبہ عطیہ وثیقہ اور وقف کے عنوانات

احباب جب توریث اور وراثت فدک کے اثبات میں ناکام ہوتے ہیں تو اس بحث کے لیے یہ پہلو اختیار کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے عنایت فرمایا تھا اور بعض روایات کے اعتبار سے ایک وثیقہ تحریر کر کے حوالہ کر دیا تھا پھر ان خلفاء نے وہ ہبہ شدہ وعطا فرمودہ حق کو تلف کر دیا اور اس وثیقہ کو چاک کر دیا اس طرح یہ بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے۔

اس سلسلہ میں یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ وراثت اور توریث کی روایات جسقدر صحیح دستیاب ہوتی ہیں ان کا محمل اور مفہوم ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اب "ہبہ اور عطیہ" یا وثیقہ کی روایات جو دوستوں کی طرف سے ہماری کتب سے پیش کی جاتی ہیں ان کے متعلق بطور قاعدہ کے یہ تحریر ہے کہ :-

قواعد کا لحاظ ان مسائل میں جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح اور درست پائی جائیں ان کے جواب کے ہم ذمہ دار ہیں اور جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح نہیں اور علماء نے ان پر نقد کر دیا ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور ہمارے لئے ان کا جواب پیش کرنا ضروری نہیں۔

مسائل میں ہر نوع اور ہر قسم کی روایات کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ مگر جب تک کسی روایت کی صحت ثابت نہ ہو جائے تب تک وہ ہمارے لئے قابل اعتماد اور حجت قرار نہیں پاتی۔ فلہذا جو روایات از روئے قواعد صحیح ہوں گی وہ قابل قبول ہیں اور جو روایات مجروح و مقدوح ہوں گی وہ قابل قبول نہیں۔

ابوسعید کی روایات کا تجزیہ

ایک قلیل سی تلاش کے ذریعے یہ ثابت ہوا ہے کہ بعض روایات جو ہبہ اور عطیہ کے متعلق ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں ان کے اسانید جتنا قدر دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کی تحقیق کرنے سے واضح ہوا کہ یہ روایات حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ صحابی کی طرف منسوب کی گئی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ان کا کلام نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ابوسعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہے۔ علماء رجال نے عطیہ عوفی کے حق میں تحقیق کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شخص "کثیر الخطاء" اور نہایت ضعیف آدمی تھا اس سے روایت لینا اور اس کی حدیث لکھنا ناجائز ہے مگر تعجب کے طور پر نقل کی جائے تو کی جاتے۔ یہ شخص شیعہ تھا۔ حق مذہب سے برگشتہ تھا اور مشہور کذاب محمد ابن السائب الکلبی کے پاس جا کر اس سے روایتیں لیتا تھا اور اس کی کنیت ابوسعید تجویز کر رکھی تھی جہاں یہ ابوسعید سے نقل کرتا ہے۔

وہاں اس کی مراد الکلبی کذاب ہوتا ہے اور حضرت ابوسعید الخدریؓ صحابی کے نام کے ساتھ اشتباہ پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ فریب کھا کر اس روایت کو خوب قبول کر لیں۔

لہ (۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۲۵/۲۲۶ جلد سابع تحت عطیہ ابن سعد العوفی الکوفی

(۲) میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۰۱ ج ۲ طبع مصری قدیم تحت عطیہ ابن سعد العوفی

عطیہ ابن سعد کی مزید تشریح ہماری کتاب "حدیث ثقلین" میں ص۴۹ تا ص۵۲ طبع ثانی تحت اسناد طبقات ابن سعد ملاحظہ فرمائیں وہاں عطیہ مذکور کے متعلق تشریح موجود ہے۔

دراصل ابوسعید سے مذکورہ روایات آیت وَاٰتِ ذَالقربیٰ حقہ...... الخ کے ساتھ منضم کر کے بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان کو فدک عطا کر دیا" تو اس کے متعلق یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ سورۃ (الاسریٰ پ۱۵) مکّی ہے اور یہ آیت بھی مکّی آیات میں سے ہے اس وقت تک ہجرت مدینہ نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی خیبر فتح ہوا تھا تو پھر فدک حضرت فاطمہؓ کو کس طرح عطا کیا گیا؟ یہ چیز واقعات کے برخلاف ہے فلہٰذا یہ قابل تسلیم نہ ہو گی۔[1]

حضرت ابوسعید کی مذکورہ روایات کی طرح بعض دیگر صحابہ اور تابعین سے اسی نوع کی روایات منقول ہیں ان میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ آنجنابؐ نے میرے لئے فدک متعین کر دیا تھا اور بعض روایات اس مفہوم کی بھی ملتی ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے ہاں جب حضرت فاطمہؓ نے فدک کا مطالبہ کیا تو اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے شہادت طلب کی تو اس میں ام ایمنؓ حضرت علیؓ وغیرہ نے شہادت دی مگر ابوبکر صدیقؓ نے یہ شہادت رد کر دی۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۴۴ تحت کید سی و دوم (شاہ عبدالعزیزؒ)

دعویٰ فدک پر شہادت طلبی

مذکورہ بالا تمام اقسام کی روایات متعلق یکجا معروضات ذیل پیش خدمت ہیں :-

اسی طرح کی روایات کے متعلق اکابر علماء قبل ازیں تحقیق فرما کر تنقید کر چکے مثلاً :-

۱ - حافظ بدر الدین عینی حنفی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں مذکورہ قسم کی روایات پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت بے سروپا ہے اور حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ پر ان کے حق میں حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس شہادت کو رد کرنے کا واقعہ بالکل بے اصل اور مصنوعی ہے -

"ھذا الا اصل له ...... انما ھو امر مفتعل لا یثبت"[۱]

۲ - ہمارے اکابر نے فرمایا ہے کہ اس نوع کی روایات صحیح نہیں اور جو اس قسم روایات ملتی ہیں وہ شیعہ راویوں کے افتراء میں سے ہیں اور نہایت درجہ کی ضعیف ہیں اور ان کے بیشتر راوی مجروح و مقدوح اور شیعہ ذہنیت سے متاثر ہیں

چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ہم چوں قسم روایات اہل سنت کی معتبر و معتمد کتابوں میں نہیں یہ محض شیعوں کا افتراء ہے اہل سنت کو ان روایات سے الزام دینا اور اس کا جواب طلب کرنا بالکل خفت عقلی پر دال ہے[۲]

---

[۱] عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ص ۲۰ ج ۱۵ لبدر الدین العینی باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

[۲] تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۷ تحت جواب طعن سیزدہم ۱۳

نیز فتاوی عزیزی میں لکھا ہے کہ فدک کے ہبہ کے دعویٰ کی روایات انتہا درجے کی ضعیف پائی جاتی ہیں اور یہ شیعوں کی تلبیس اور اختلاط کے قبیلے میں سے ہیں "معارج النبوۃ" میں اسی قسم کی روایات اخذ کر کے درج کر دی گئی ہیں۔[1]

ھبہ سے متعلق ایک قاعدہ

ہبہ کے مسئلہ میں اہل سنّت اور شیعہ کے ہاں قاعدہ مسلّم ہے کہ ہبہ شدہ چیز کو جب تک کہ موہوب لہ (جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے) کے قبضہ اور تصرف میں نہ دے دیا جائے تب تک ہبہ شرعاً صحیح نہیں ہوتا۔

چونکہ حیات نبویؐ میں فدک کو حضرت فاطمہؓ کے قبضہ اور تصرف میں نہیں دیا گیا تھا اور آنجنابؐ کے تصرف میں تھا فلہذا فدک کا ہبہ درست نہ ہوا۔[2]

اگر بالفرض والتقدیر حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے مل چکا تھا، جیسا کہ شیعہ کی پھیلائی ہوئی روایات بتلاتی ہیں تو حضرت فاطمہؓ کا حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس دعویٰ کس لئے تھا؟ اور کس بنا پر تھا؟ فدک تو ان کے ملک اور تصرّف میں تھا۔[3]

---

[1] (فتاویٰ عزیزی فارسی ص ۱۲۳ ج ۲ تحت مسئلہ ہذا)

[2] ۱۔ { منہاج السنة لابن تیمیة ص ۱۶۶ ج ۲ تحت جواب ہبہ فدک }

۲۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۸ تحت جواب طعن سیزدہم ۱۳

[3] { میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۲۸ ج ۲ طبع مصری قدیم تحت ذکر علی بن عباس ازرق اسدی کوفی۔ }

شق وثیقہ کا واقعہ

شیعہ احباب فدک کے متعلق ان مراحل میں ناکام ہونے کے بعد ایک دیگر چیز پیش کرتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مذکورہ مطالبے پر ایک وثیقہ یعنی ایک تحریر لکھ دی تھی، کہ "فدک حضرت حضرت فاطمہؓ کو بطور میراث کے اپنے والدؐ سے دیا جاتا ہے۔" اس کے بعد جناب عمر بن الخطابؓ آگئے اور انھوں نے یہ وثیقہ حضرت فاطمہ سے لے کر پھاڑ دیا اور ابوبکر صدیقؓ کو کہا کہ عرب جنگ کے لئے آپؐ کے مقابل کھڑے ہو گئے ہیں تم مسلمانوں پر کہاں سے خرچ کرو گے۔؟؟؟

اس چیز کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات ملاحظہ فرمائیں۔ اشتباہ دور ہو جائے گا۔

۱ - روایت مذکورہ بالا شیعہ بزرگوں کی تصنیف شدہ ہے اور ان کی کتاب اصول کافی جلد اوّل ص۳۵۵ طبع نول کشور لکھنؤ "باب الفئی والانفال وتفسیر الخمس" میں ابوالحسن موسیٰ سے مروی ہے۔ اسی مضمون کو بعض تقیہ باز بزرگوں نے مثلاً سبط ابن الجوزی وغیرہ نے اپنے کلام میں نقل کر کے ہماری کتب میں مروج کر دیا ہے۔

سبط ابن الجوزی جس کا نام یوسف بن فرغلی یا قزاوغلی ہے اس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "حدیث ثقلین" ص۱۹۰ تا ص۱۹۲ طبع اوّل اور ص۱۸۵ تا ص۱۸۷ طبع ثانی میں پوری تشریح کر دی ہے کہ وہ سنیوں میں سُنّی اور شیعوں میں شیعہ مذہب رکھتا تھا اور بعض اوقات سنیوں کے لئے فقہ حنفی پر کتابیں مدون کرتا تھا اور عجیب قسم کا ابن الوقت و ابن الدراہم اور تقیہ باز بزرگ تھا۔

۲ - ہمارے علماء نے "سبط ابن الجوزی" کے کلام سے اگر یہ واقعہ کہیں نقل کر دیا ہے تو انھوں نے "وفی کلام سبط ابن الجوزی" لکھ کر تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت اس کے فرمودات میں سے ہے اور ہماری روایت ہرگز نہیں ہے۔

اب ان گذارشات سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ وثیقہ کی روایت مذکورہ بالا اگر ہماری کتابوں میں کہیں مذکور ہے تو ان تقیہ باز بزرگوں کے ذریعے نقل ہوئی ہے، اور علماء حضرات کو ان کے مکائید طیبہ سے خبردار رہنا چاہیے یہ عجیب قسم کی حیلہ گری اور فریب دہی کیا کرتے ہیں۔

وقف فدکؑ کا مسئلہ

احباب حب مندرجہ و مذکورہ بالا صورتوں میں اپنا مدعیٰ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فدک کے وقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کو ہماری کتب سے ثابت کرنے کے لئے عجیب ترین جعل سازی فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتاوی عزیزیہ میں وقف فدک کی روایت فلاں صفحہ پر موجود ہے اور "منکر اہل بیت" کے ہاتھ اس کو مٹا نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ۔"

ناظرین کرام اس کے متعلق یاد رکھیں کہ:-

۱۔ شاہ عبدالعزیزؒ اپنے فتاویٰ عزیزی میں اس مقام میں شیعہ بزرگوں کی پیش کردہ متعدد روایات کا جواب فرما رہے ہیں اور وقف کی یہ روایت ان میں سے تیسری ہے جس کو آج کل کے دوستوں نے بطور دلیل کے فراہم کیا ہے۔

۲۔ فتاویٰ مذکور میں اس وقف والی روایت سوم کو رد کرنے کی خاطر نقل کیا گیا ہے پھر اس پر جرح تحریر کر دی ہے۔

۳۔ یہ دستور ہے کہ ہمیشہ فریق مخالف کے اقوال و اعتراضات کو پہلے نقل کیا جاتا ہے پھر اس کا رد کیا جاتا ہے۔ یہاں دوستوں نے اپنی کمال وقاحت کا ثبوت پیش کیا کہ جس روایت کو صاحب کتاب (بعد از نقل) خود رد کرنا چاہتے ہیں اس کو لوگوں کے سامنے اپنی دلیل بنا کر پیش کر دیا اور فریب دینے کا بالکل نرالا طرز اختیار کیا۔ اس طریق سے وہ اپنی قوم کو خوش و خرم کر کے شاباشی اور تحسین ارزاں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔۔۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے مذکورہ روایتِ وقف کا رد اس طرح فرمایا ہے کہ :۔

۱۔۔۔ یہ روایت کتاب "معارج النبوۃ" سے لی گئی ہے اور وہ کتاب کوئی معتبر و معتمد نہیں ہے (یعنی رطب ویابس ہر نوع کی روایات کا کشکول ہے)

۲۔۔۔ نیز روایت ہذا کے الفاظ و عبارت قدیم لغت کے برخلاف ہے۔ یعنی دورِ نبوی کی عبارات کے موافق اس کی تعبیر نہیں ہے یہ مصنوعی معلوم ہوتی ہے)۔

۳۔۔۔ اور بالفرض حضرت فاطمہؓ پر وقف فدک کی روایت صحیح ہو تو یہ امامیہ و شیعہ مذہب کے برخلاف ہے کیونکہ اس سے تو معلوم ہوا کہ وہ قریہ (فدک) میراث نبوی نہیں تھا اور نہ وہ ہبہ تھا بلکہ وہ قریہ وقف تھا۔ یہی چیز تو اہل سنّت کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام متروکہ چیزیں وقف تھیں (اور صدقہ فی سبیل اللہ تھیں) تو اس سے شیعہ مذہب کا مقصد ثابت نہ ہوا...... الخ

آخر میں اہل علم کے تنبّہ کے لئے درج ہے کہ "صاحب معارج النبوۃ" تو حضرت علیؓ کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا "وصی" قرار دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کا وصیّ ہونا خاص شیعہ کا مذہب ہے اہل السنۃ کا نہیں۔ جس شخص کے ایسے غلط نظریات ہوں اس کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل مقام میں مسئلہ وصی کے لئے رجوع فرمائیں [1]

---

[1] معارج النبوۃ ص ۸۵/۸۶ جلد سوم رکن چہارم باب چہاردہم فصل پنجم تحت وقائع بعد از وفات آنحضرت صلعم۔ مطبوعہ قدیم مبئی۔

تنبیہ

اس مقام میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا "وصی" ہونا اور بعد النبیؐ ان کی امامت بلافصل کو فرض قرار دینا شیعہ اکابر کا اہم نظریہ ہے۔

اس کی نشاندہی ہم ان کی قدیم ترین کتب سے کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں۔

قرن ثالث اور قرن رابع کے اکابر علماء شیعہ نے نظریہ بالا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ صاحب "رجال کشی" نے رجال کشی میں اور علامہ ابو محمد الحسن بن موسے النوبختی نے "فرق الشیعہ" میں بعبارت ذیل بیان کیا ہے اور متاخرین علماء شیعہ نے مثلاً "تنقیح المقال" میں علامہ مامقانی نے بھی یہی مسئلہ درج کیا ہے:-

"وذكر اهل العلم ان عبد الله بن سبا كان يهوديًا فاسلم ووالى عليًا عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته في يوشع بن نون وصي موسىٰ بالغلو فقال في اسلامه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه واله في علي عليه السلام مثل ذالك وكان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علي عليه السلام واظهر البراءة من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم[1] ......الخ

---

[1] (۱) رجال کشی للشیخ ابی عمرو بن محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی ص۷۱ طبع بمبئی۔ تحت عبداللہ بن سبا۔

(۲) فرق الشیعہ از علامہ نوبختی ص۴۴ طبع نجف اشرف تحت السبائیۃ

(۳) تنقیح المقال للمامقانی ص۱۸۴ ج-۲ تحت عبداللہ بن سبا۔

عبارت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ شیعہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا ایک یہودی شخص تھا پھر (بظاہر) مسلمان ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی کی ذات سے محبت کا دم بھرنے لگا یہ شخص اپنے یہودی ہونے کے دور میں یوشع بن نون کو حضرت موسیٰؑ کا "وصی" قرار دیتا تھا اور اسلام لانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "وصی" ہونے کا قول کرنے لگا اور حضرت علیؓ کی امامت (بلا فصل) کی فرضیت کا قول، ان کے دشمنوں سے برائت کا اظہار اور ان کو کافر کہنے کا قول، سب سے پہلے اسی شخص نے مشہور کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:۔

۱ ـــــ حضرت علی المرتضیٰ کے "وصی" ہونے نظریہ شیعہ کے اکابر کی طرف سے اختراع کیا گیا ہے۔

۲ ـــــ اور حضرت علیؓ کی "بلا فصل" امامت کے فرض ہونے کا نظریہ بھی ان کی طرف سے افتراء کیا گیا ہے۔

۳ ـــــ شیعہ کے اکابر حضرات نے ان ہر دو نظریات کو تسلیم کیا ہے اور رد نہیں کیا۔

ان گزارشات کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے "وصی" ہونے کا نظریہ اور حضرت علیؓ کی "بلا فصل امامت" کا عقیدہ اہل سنّت والجماعت کا نہیں ہے بلکہ شیعہ مذہب کا اپنا مخصوص نظریہ ہے فلہٰذا اس نوع کے حامل نظریات کے مصنفین کی تصانیف، ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں۔

یاد رہے شیعہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا، حضرت علی المرتضیٰ رضی کے دور میں انہیں "الٰہ" اور اپنے آپ کو "ان کا نبی" کہتا تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کے سامنے اس کا اقرار بھی کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اسے تین دن توبہ اور استغفار کی مہلت

دی مگر وہ اپنے قول سے باز نہ آیا۔ اس بنا پر حضرت علیؓ نے اسے آگ میں ڈلوا کر جلا ڈالا۔[1]

ناظرین پر واضح ہو گیا کہ ابن سبا کو "الوہیت مرتضوی" اور "نبوت کے دعویٰ" کی بنا پر جلوایا گیا تھا لیکن وصایت و امامت (بلا فصل) کے نظریات یعنی یہ اس کے دونوں عقیدے شیعہ میں مقبول و منظور چلے آرہے ہیں۔ فافہم۔

---

[1] ۱۔ رجال کشی ص۷۱ طبع بمبئی تحت عبداللہ بن سبا

۲۔ تنقیح المقال ص۱۸۴ ج۲ جلد ثانی۔ تحت عبداللہ بن سبا

"فدک اور وصیّت نبوی"

فدک کے متعلق جب ھبہ اور عطیہ کی روایات بے کار ثابت ہوتی ہیں اور وثیقہ اور وقف کی روایات بھی لاحاصل ٹھہرتی ہیں اور مدعا ثابت نہیں ہوتا تو پھر یہ لوگ یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کے متعلق ایک وصیت فرمائی تھی لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر صلعم کی وصیّت کا خلاف کر ڈالا اور پیغمبر صلعم کے نافرمان ہوئے۔

اس طعن کے جواب میں چند چیزیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :۔

۱ــــ وصیت کے دعویٰ مذکورہ بالا کو ثابت کرنے کے لئے اہل سنّت کی معتبر کتابوں سے صحیح روایت پیش کرنا لازم ہے۔ ضعیف اور بے اصل روایات پیش کرنے سے دعویٰ مسموع نہیں ہوگا۔ اس نوع کی روایات اگر کہیں دستیاب ہوتی ہیں تو اس فن کے قواعد معتبرہ کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ جو قواعد کے خلاف چیز ہو وہ قابل التفات نہیں ہوتی۔

۲ــــ دوسری چیز یہ ہے کہ شیعہ اور سُنّی علماء فرماتے ہیں کہ وصیت میراث کی خواہر ہے (یعنی الوصیّۃ اخت المیراث)۔ پس جس مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی اس مال میں وصیّت کس طرح جاری ہوگی؟؟

وجہ یہ ہے کہ وصیّت کرنے والے کے فوت ہو جانے کے بعد میراث اور وصیت کا ملک منتقل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام انتقال کے بعد اپنے مال کے مالک نہیں رہتے بلکہ ان کا مال اللہ تعالٰی کا مال ہوتا ہے، اور

بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت ثابت نہ ہوئی تو وصیت مالی" کا نفاذ بطریق اولیٰ نہ ثابت ہوگا۔ اس واسطے کہ وصیت سے وراثت قوی تر ہے اور وصیت ضعیف ہے۔[1]

۳۔ اگر بالفرض وصیت نبویؐ اس معاملے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی گئی تھی اور صدیق اکبرؓ نے اس کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت کر ڈالی تو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی خلافت کے عہد میں اس وصیت کا اتمام اور ایفاء کیوں نہ کیا؟ اور حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کو یہ حق کیوں نہ ادا کیا؟ عدم ایفاء کے ثبوت کے لئے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو شیعہ اکابر نے لکھے ہیں۔[2]

(ان مقامات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے "فدک" کو حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کی طرف رد نہیں کیا تھا۔)

۴۔ اور پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس نبویؐ وصیت کو کیوں نہ مکمل کیا؟ اور حق بحق دار رسید کا قاعدہ کیوں پورا نہ کیا؟؟

۵۔ نیز قابلِ توجہ یہ چیز ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر وصایا کو صحابہ کرامؓ اور اُمّت محمدیہ نے پُورا کرنے میں تمام تر مساعی صَرف کر دیں تو حضرت فاطمہؓ کے حق میں وصیّت کو پُورا کرنے کے لئے تمام تر صحابہؓ بشمول ہاشمی حضرات کے کیوں متساہل ہوگئے؟ اور فرمان نبوی کو کیوں متروک قرار دیا؟؟

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۷۹ طبع لاہور۔ تحت جواب طعن چہاردھم

[2] ۱ { کتاب الروضۃ (در آخر کتاب فروع کافی) جلد سوم ص ۲۹/۳۰ طبع نول کشور لکھنؤ — تحت خطبہ امیرالمومنین علیہ السلام }

۲۔ تلخیص الشافی ص ۱۴۴ ج ۳ طبع جدید قم۔ تحت عدم رد فدک

"خلاصہ کلام"

اس بحث میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبرؓ سے مالی حقوق کا مطالبہ بیان کرنا ملحوظ خاطر تھا جس کو بقدر ضرورت تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، یعنی صدیق اکبرؓ سے حضرت فاطمہؓ نے یہ مطالبہ بطور وراثت اور توریث کیا اور صدیق اکبرؓ نے اس مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی۔ ان کا متروکہ مال وقف اور صدقہ ہوتا ہے اور آپؐ کا جو مالی حق عہد نبویؐ میں ادا کیا جاتا تھا وہ من وعن جاری رہے گا۔

حضرت فاطمہؓ یہ مسئلہ معلوم کر کے صدیقی فیصلہ پر مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں اور اسی کے ساتھ ان کی رضامندی تھی پھر اس کے بعد نہ حضرت فاطمہؓ نے یہ مطالبہ دوہرایا ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ یا دیگر ہاشمی حضرات نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ چیز صدیق اکبرؓ کے فیصلے کے برحق ہونے کی عملاً تائید ہے اور اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ اس فیصلہ میں صدیق اکبرؓ کا موقف درست تھا۔ اور انہوں نے اعزّہ نبویؐ کا کوئی "مالی حق" ضائع نہیں کیا۔

بحث ④ رابع

(احراق بیت سیّدہ فاطمہؓ کے متعلقات)

معترض دوستوں نے حضرت فاطمہؓ کے سوانح اور حالات میں یہ چیز بڑے شدّ و مد سے ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب حضرت صدیق اکبرؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کو بیعت کی خاطر بلانے کے لئے ان کے گھر حضرت عمرؓ فاروق کو بھیجا ان کے ساتھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے گھر پر جا کر ان کو گھر سے باہر نکالنے کے لئے بڑی سختی اور درشتی کا مظاہرہ کیا۔ اور خانہ فاطمہؓ سے باہر نہ آنے کی صورت میں گھر کو جلا ڈالنے کی دھمکی دی اور سیّدہ فاطمہؓ کے ساتھ بُرے سلوک سے پیش آئے ان کی بعض روایات میں یہاں تک ہے کہ انہوں نے سیّدہ فاطمہؓ کو زدوکوب بھی کیا اور بہت ایذا پہنچائی۔ (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ یہ طعن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ دونوں پر قائم کیا جاتا ہے اور ان حضرات کا اہل بیت نبویؐ کے ساتھ یہ بدسلوکی کرنا ان کے ہاں تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

اب اس الزام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں ان سے بعونہٖ تعالیٰ اس طعن کا پوری طرح ازالہ ہو جائے گا۔ پہلے باعتبار روایت کے کلام کیا جاتا ہے اس کے بعد درایۃً کلام ہوگا۔

"روایت کے اعتبار سے تجزیہ"

۱ ـــ جن روایات کی بنا پر طعن مذکور کو مرتب کیا گیا ہے وہ حدیث کی صحاح کی روایات نہیں ہیں۔ صحیح احادیث اور صحیح روایات میں ان واقعات کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور جن کتب روایت اور تاریخ سے یہ طعن تیار کیا گیا ہے ان پر اس فن میں کوئی اعتماد و اعتبار نہیں ہے۔

۲ ـــ نیز جن روایات سے یہ قصہ تصنیف شدہ ہے وہ اہل علم و اہل فن کی اصطلاح میں سنداً منقطع اور متناً منکر ہیں۔ (علماء اس صورتِ نقل کو خوب سمجھتے ہیں۔)

عام احباب کے لئے اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے وہ خود واقعہ ہذا میں موجود نہ تھے کسی شخص نے ان کو بیان کر دیا۔ اس قصہ کا ناقل خدا جانے کیسا شخص تھا؟ اور کون تھا؟ اور جو کچھ قصہ میں مذکور ہے وہ اس دور کے صحیح واقعات کے برخلاف پایا جاتا ہے اور اس موقعہ کے دیگر واقعات اس داستان کی تائید نہیں کرتے اور اس عدم تائید پر عنقریب قرائن و شواہد پیش کئے جائیں گے۔ اور ان میں کئی ایسے راوی ہیں جن کو علماء رجال "احذق بالکذب" (یعنی دروغ گوئی میں بہت بڑے ماہر) قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دیگر رواۃ بھی مختلف قسم کی جرح سے بری طرح مجروح ہیں

۳ ـــ کبار علماء نے مذکورہ بالا واقعہ کی متعلقہ روایات کے حق میں تصریحاً لکھا ہے کہ:۔

۱ــــ "این قصّه سراسر واهی وبهتان وافتراء است هیچ اصلے نہ دارد"

یعنی (حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو ایذا رسانی و بدسلوکی کا) یہ قصّہ سراسر واہیات، بہتان اور افتراء ہے اور بالکل بے بنیاد ہے اس کا کوئی اصل نہیں [1]

۲ــــ نبراس شرح "شرح عقائد نسفی" میں مولانا عبدالعزیز پرہاروی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

......" قلنا کذب محض" یعنی ہم کہتے ہیں کہ یہ خالص جھوٹ ہے [2]

۳ــــ حضرت فاطمہؓ کی مذکورہ ایذا رسانی کو بعض شیعہ علماء نے بھی غیر معتبر و غیر معتمد قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شیعی اپنی شرح "نہج البلاغہ" میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

" واما ما ذکره من الهجوم علی دار فاطمةؓ وجمع الحطب لتحريقها فهو خبر واحد غير موثوق به لا معول عليه فی حق الصحابة بل ولا فی حق احدٍ من المسلمين ممن ظهرت عدالته" [3]

---

[1] { تحفہ اثنا عشریہ ص۲۹۲ طبع لاہور
بحث مطاعن فاروقی تحت جواب طعن دوم

[2] { نبراس ص۵۲۹ تحت عبارت
ولا یشترط فی الامام ان یکون معصومًا۔ طبع قدیمی ملتان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مکان پر لوگوں کا ہجوم کر کے آنا اور اس کے جلانے کے لئے لکڑیوں کا جمع کرنا وغیرہ کی خبرِ واحد ہے، قابلِ اعتماد نہیں ہے اور نہ ہی قابلِ اعتبار ہے۔ نہ صحابہ کے حق میں (یہ چیز) جائز ہے بلکہ مسلمانوں میں سے جن کی عدالت اور دیانت نمایاں ہے ان میں سے کسی مسلمان کے حق میں بھی (یہ چیز) جائز نہیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص۶۳۱ ج۴ طبع بیروت
تحت متن قولہ علیہ السلام لعمار بن یاسر وقد سمعہ یراجع
کلاماً دعہ یا عمار

"درایت کے اعتبار سے تجزیہ"

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ موقعہ ہذا پر ایذار سانی اور بدسلوکی کی یہ داستان ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے اور اس میں حبہ بھر صداقت نہیں اکابر صحابہؓ کو مطعون کرنے کی خاطر یہ روایت وضع کی گئی ہے۔

۱ —— بالفرض والتقدیر اگر مندرجہ بالا قصے صحیح ہیں تو یہ حضرت علیؓ کی شجاعت اور غیرت پر ایک ناقابل تلافی داغ ہے اور یہ چیز اس دور کے واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم چیز ہے کہ حضرت علیؓ نے انہی خلفاء سے بیعت کر لی تھی اور ان کی اقتدار میں پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرتے رہے تھے اور ان کی آراء اور جماعتی مشوروں میں برابر شریک و شامل رہے اور مجالس مشاورۃ میں بارہا انہیں حاضر دیکھا گیا آپ بیت المال سے عطایا اور اموال بھی حاصل کرتے رہے اور ان خلفاء سے رشتہ داری کا نسبی تعلق بھی انھوں نے قائم رکھا تھا۔[1]

۲ —— نیز اکابر ہاشمی حضرات اس واقعہ ہائلہ پر کیوں خاموش رہے ؟؟ حالانکہ مذکورہ چیزیں ان کے خاندانی وقار اور حمیت کے منافی تھیں۔

۳ —— اور اسی طرح اکابر صحابہ کرامؓ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ اظہار رفاقت اور حمایت کیوں نہیں کیا ؟؟ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت

---

[1] کتاب تنزیہ الانبیاء ص۱۳۲ طبع ایران
للشیخ المرتضیٰ علم الھدیٰ الشیعی

عمرِ فاروقؓ کے مقابلہ میں حق کی حمایت سے کیوں دستبردار ہوئے اور حق گوئی سے کیوں خاموش ہو گئے ؟؟؟ اہل تواتر کا محض کذب پر جمع ہونا کسی طرح لائق قبول نہیں۔

درحقیقت بات وہی درست ہے جو مولانا حیدر علیؒ نے اپنی کتاب "منتہی الکلام" میں واقعہ ہذا کے متعلق تحریر کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ :-

"...... یہ سب تہمتیں صنعا کے یہودیوں کے اکابر کی طرف سے ہیں اور ایران کے مجوسیوں کی پیدا کردہ ہیں جنھوں نے اپنے جگر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں کاری زخم کھائے ہوئے تھے اور اپنے سینہ میں دیرینہ عداوت کے تخم کاشت کئے ہوئے تھے۔ معتبر روایات سے آپ کو معلوم ہے کہ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے صدیق اکبرؓ جب اُٹھے تھے تو حضرت فاروق اعظمؓ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی کلمہ گوئی کا حق صدیق اکبرؓ کو یاد دلایا تھا۔ پس ایسی شخصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ کے منصب خلافت پر قائم ہونے کے وقت اہل بیت اطہار کے حق میں حمایت کرنے سے گریز کرینگے۔ اور حق گوئی سے دستبردار ہو جائیں گے"۔؟؟؟

یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔[1]

دراصل اس وقت جناب صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کا مسئلہ درپیش تھا۔

---

[1] منتہی الکلام از مولانا حیدر علیؒ فیض آبادی ص ۵۳ طبع قدیم تحت بحث مسئلہ ہذا۔

اس پر باہمی گفتگو اور رائے دہی کی جا رہی تھی جو واقعتہً کوئی بری بات نہیں۔ وہاں کوئی ہنگامہ آرائی اور فتنہ خیزی نہیں ہوئی تھی۔ صحابہ کرام ؓ نے بشمول ہاشمی اکابر کے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کر لی تھی اور یہ مسئلہ تین ایام کے اندر اندر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہو کر منزل تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔

بالفرض اگر کوئی چیز اس موقعہ پر اختلاف رائے کے درجہ میں پیش آئی تھی جو عند العقلاء کوئی قبیح نہیں ہے) تو وہ بھی قلیل مدت میں عمدہ اسلوب کے ساتھ تمام ہو گئی تھی۔ اس کو کھینچ کر شش ماہ تک لیجانا رواۃ کی اپنی طرف سے ہے۔ (فافہم)۔

بحث ⑤ خامس

سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

معترض احباب اس چیز کو بھی بڑے آب و تاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر شب وفات میں ہی دفن کر دیا۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے حضرت علیؓ نے ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہؓ کو کوئی اطلاع نہ کی اور ان حضرات کو سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل نہیں ہونے دیا۔

اس شُبہ کے ازالہ کے لئے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں ان کے ملاحظہ کرنے سے یہ اشتباہ زائل ہو کر حقیقت واقعہ سامنے آجائے گی۔

—— (اوّل) ——

حضرت فاطمہؓ کا انتقال پُرملال شب سہ شنبہ (منگل) سوم رمضان شریف ۱۱ھ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریباً شش ماہ بعد ہوا تھا۔ اور یہ مدینہ شریف کا واقعہ ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا مسجد نبویؐ کے متصل شرقی جانب دولت خانہ تھا۔ اسی میں آنمخترمہؓ کا انتقال ہوا اور صدیق اکبرؓ کا دولت خانہ اسی مسجد نبویؐ کے متصل غربی جانب تھا گویا ان دونوں گھروں کے درمیان صرف مسجد نبویؐ تھی اور کوئی دوسرا گھر تک نہیں تھا نیز حضرت علیؓ پانچ وقت مسجد نبویؐ میں باجماعت نماز

کے لئے تشریف لاتے تھے ظاہر ہے کہ ان کی صدیق اکبرؓ سے ملاقات ہوتی تھی[1]

نیز یہ اہم چیز قابل لحاظ ہے کہ صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری اور خدمت گزاری کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر سے حضرت علیؓ کے گھر تشریف لاتی تھیں اور ان کی خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ یہ تمام امور ثابت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کے حال احوال تک کی ان کو خبر ضرور ہوتی تھی ظاہر ہے کہ انتقال کی اطلاع بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو بالیقین تھی۔ سیدہ فاطمہؓ کے ارتحال کی صدیق اکبرؓ کو خبر نہ ہونا اس موقعہ کے واقعات و حالات کے بالکل برعکس ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ صدیق اکبرؓ اور دیگر حضرات صحابہؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں یقیناً شامل ہوئے تھے اور ان حضرات نے اپنے مقدس نبی کی صاحبزادی کی صلوٰۃ جنازہ کا برابر حق ادا کیا تھا جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات سے یہ مسئلہ واضح ہو رہا ہے۔

۱ ــــ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی[2]

۲ ــــ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بازو کو پکڑ کر نماز جنازہ کے لئے مقدم کیا اور انھوں نے جنازہ پڑھایا پھر

---

[1] (کتاب سلیم بن قیس الشیعی ص ۲۲۴/۲۲۵ مطبوعہ نجف اشرف مطبع حیدریہ)

[2] ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹ ج ۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ (طبع لیدن)

۲۔ { المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص ۶۳ ج ۲ (طبع اوّل مصری) باب غسل المیت }

(سیدہ فاطمہؓ) کو رات میں ہی دفن کر دیا گیا[1]

مندرجہ بالا حوالہ جات میں ان کبار علماء نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہوئے اور صلوٰۃ جنازہ پڑھی۔ فلہذا حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں عدم شمولیت کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹ ج ۴ کتاب الجنائز۔ (طبع اول دکن)
۲۔ کنز العمال ص ۱۱۴ ج ۷ تحت فضائل سیدہ فاطمہؓ (طبع اوّل دکن)
۳۔ کنز العمال ص ۳۱۸ ج ۷ تحت فضل صدیق رضؓ (مسندات علی ابن ابی طالبؓ)
۴۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ص ۱۵۶ ج ۱ اوّل باب وفات فاطمہؓ
۵۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ص ۹۶ ج ۴ تحت میمون ابن مہران
۶۔ البدائع والصنائع لعلاؤ الدین کاشانی ص ۳۱۳ ج ۱ اوّل
۷۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۵۰ آخر جواب طعن چہاردہم (مطاعن صدیقی)

(دوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق اسلامی ضابطہ

اس مقام میں "شرعی قاعدہ" یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ہو یا صلوٰۃ جنازہ ہو یا دیگر جماعت سے ادا کی جانے والی نمازیں ہوں ان کی امامت کا حقدار خلیفہ اسلام ہوتا ہے۔ اگر خلیفۂ وقت موجود نہ ہوں یا کسی وجہ سے پہنچ نہ سکے تو اُن کی طرف سے مقرر شدہ شخص امامت کا مستحق ہوتا ہے اسی قاعدہ سے حضرت امام حسین نے حضرت امام حسن کے جنازہ پر امیر معاویہ کے نمائندے حضرت سعید کو امامت کے لئے آگے کیا تھا۔

یہ قاعدہ ابتدائے اسلام سے لے کر ہر دور کے مسلمانوں میں مسلّم چلا آیا ہے۔ شیعہ و سُنی علماء اس مسئلہ کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اپنی تصانیف میں باب "الامامۃ" کے عنوان کے تحت دونوں حضرات اس کو ذکر کیا کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے تسلی کر لیں۔ یہاں صرف شیعہ کُتب سے دو عدد حوالے ذیل میں مذکور ہیں:۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں جب وقت کا امیر جنازہ کے موقعہ پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے امامت کا زیادہ حق دار ہے۔"[1]

---

[1] (۱) فروع کافی ص۱۳/۹ ج اول کتاب الجنائز۔ باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت

۲۔ { الاشعثیات ص۲۱۰ مع قرب الاسناد
باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت۔ تالیف محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی }

حضرت فاطمہؓ کی تاریخ وفات پر ابوبکر صدیقؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے کہیں غائب یا سفر وغیرہ میں نہیں تھے اور ان کو حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کی اطلاع یقیناً تھی اور وہ ضرور تشریف لائے تھے۔[1]

قاعدہ مذکورہ بالا کی رو سے خلیفہ اوّل امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھانے کے زیادہ حق دار تھے اس بنا پر انھوں نے ہی حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے مقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

مزید تفصیلات ہماری کتاب "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" حصہ صدیقی ص ۱۷۹ تا ص ۱۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] کتاب سلیم بن قیس الہلالی الشیعی ص ۲۲۲ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

(سوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق تاریخی شواہد

شرعی قاعدہ کے موافق اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے تمام جنازے اور ہاشمی حضرات کے جنازے بھی امیر وقت اور حاکم وقت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

اس چیز پر ہم ذیل میں واقعات کی صورت میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی حضرات کے یہ سب جنازے خلفاء وقت نے خود پڑھائے۔

۱۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کی وفات ۱۵ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی اور خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[1]

۲۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا انتقال ۳۲ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین خلیفہ وقت تھے۔ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔"[2]

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص۳۱-۳۲ جلد ثانی = تحت ذکر نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
(۲) مستدرک للحاکم ص۲۴۶ ج۳ = تحت ذکر وفات نوفل بن حارث

[2] (۱) طبقات ابن سعد ص۲۲ ج۴ تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
(۲) الاستیعاب ص۱۰۱ جلد ثالث مع الاصابہ۔ تحت ذکر عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
(۳) تاریخ اسلام للذہبی ص۹۹ ج۲ تحت ذکر عباس بن عبدالمطلب

۳ ـــــ حضرت امام حسنؓ بن علیؓ کا انتقال بعض روایات کے مطابق ۵۰ھ میں مدینہ شریف میں ہوا۔ اس وقت خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہؓ شام میں تھے۔ ان کی جانب سے مدینہ شریف میں والی اور امیر سعید ابن العاص اموی تھے اس وقت حضرت سیدنا حسینؓ بن علی خود بہ نفس نفیس حاضر تھے جب جنازہ تیار ہوا تو حضرت سیّدنا حسینؓ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو مقدم کرتے ہوئے فرمایا "اگر یہ سنت شرعی نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔ آپ امیر وقت ہیں جنازہ پڑھائیے"۔ چنانچہ سعید بن العاص اموی نے حضرت سیّدنا حسنؓ کا جنازہ پڑھایا اور جناب سیدنا حسینؓ بن علیؓ نے ان کی اقتدا میں اپنے پیارے بھائی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اہل علم حضرات کے لئے حضرت سیدنا حسینؓ کا مذکور فرمان بلفظہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جو طرفین کے نزدیک ایک مسلّم فرمان ہے۔

لولا انها السنّة لما قدّمتك[1] ... الخ

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی حضرت سیّدنا حسینؓ کے اس فرمان کو مقامات ذیل میں نقل کیا ہے[2]

---

[1] (۱) الاستیعاب ص ۳۷۳ ج۔ اوّل تحت تذکرہ امام حسنؓ

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹ کتاب الجنائز

(۳) المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص ۶۲ ج۔ ثانی باب غسل المیّت۔ طبع اوّل مصری

[2] (۱) مقاتل الطالبین لابی الفرج الشیعی الاصفہانی ص ۵۱ ج۔ اوّل تحت آخر تذکرہ امام حسنؓ بن علیؓ

(۲) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص ۲۵ ج۔ رابع طبع بیروت تحت ذکر موت الحسنؓ ودفنہ۔

۴ـــ سنہ ۸۰ھ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔اس وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ حضرت ابان بن عثمانؓ تھے۔حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمان غنیؓ نے پڑھایا۔[۱]
اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے جنازہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمان غنیؓ نے مدینہ شریف میں پڑھایا تھا۔[۲]
مزید تفصیلات کے لئے ہماری کتاب رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حصہ صدیقی کے ص ۱۸۳ تا ص ۱۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ بالا تاریخی شواہد پر نظر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا خلیفہ وقت باقی نمازوں کی طرح نماز جنازہ پڑھانے کا بھی زیادہ حقدار ہے بالخصوص سیدنا حضرت حسینؓ کے مذکورہ قول و عمل نے اس قاعدہ شرعیہ کے صحیح ہونے پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔پس اس قاعدہ کی بناء پر جو تمام مسلمانوں میں اور خصوصاً بنی ہاشم میں مروج رہا ہے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بھی مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ اس جنازہ میں شریک و شامل تھے۔

---

[۱] (۱) الاستیعاب ص ۲۶۷ ج ثانی تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ طیار
(۲) اسد الغابہ ص ۱۳۵ ج ثالث تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ

[۲] (۱) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۳۸ تحت بحث عقب جعفر طیارؓ
(۲) منتہی الآمال ص ۲۰۵ ج اول فصل ہفتم تحت ذکر عبداللہ بن جعفر طیارؓ

(چہارم)

اِشتباہ کا ازالہ

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے مسئلہ کو ہم نے ایسے طریقے سے واضح کر دیا ہے کہ ایک منصف مزاج آدمی گذشتہ معروضات پر نظر کرنے کے بعد اطمینان حاصل کرے گا کہ سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھایا تھا اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر اکابر ہاشمی حضرات اور صحابہ کرام اس میں شامل تھے۔

اب یہ چیز باقی رہ گئی ہے کہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ :-

"حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ پر نماز جنازہ پڑھی اور رات کو ہی دفن کر دیا اور ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع تک نہیں کی"

اس چیز کے متعلق ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ :-

مذکورہ بالا الفاظ اصل روایت میں راوی کی اپنی طرف سے تشریحاً اضافہ کئے گئے ہیں اصل روایت کے الفاظ نہیں اور اس موقعہ کی دیگر تمام روایات اس بات کو نمایاں طور پر واضح کرتی ہیں۔

اصل روایت میں اپنی جانب سے اضافہ کرنے والے بزرگ "ابن شہاب زہری" ہیں جنھوں نے اپنی طرف سے اصل واقعہ میں آمیخت اور ادراج کر کے اسے پیش کیا ہے اور اسی وجہ سے عام ناظرین کو اس معاملہ میں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

۲ــــ نیز مذکور بالا خط کشیدہ الفاظ کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور نہ ہی کسی صحابی نے فرمائے ہیں۔ بلکہ یہ صرف ابن شہاب الزہری کا اپنا گمان اور خیال ہے اور اس قول زہری کے حق میں "تعامل صحابہ کرام" "تعامل بنی ہاشم" یا تعامل اُمّت کوئی ایک بھی مؤیّد و مصدّق نہیں پایا گیا بلکہ یہ تینوں اس کے برخلاف ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

۳ــــ اور یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس روایت میں ادراج کرنے میں ابن شہاب الزہری "متفرد" ہیں۔ ان کے ساتھ اس مسئلہ میں کوئی دوسرا راوی متفق نہیں۔ اور ایسے راویوں کے متفرد اقوال قبول نہیں کئے جاتے اور ایسے اقوال کو راوی کے اپنے ظن اور گمان کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو دوسروں پر حجت نہیں۔ اور راوی ثقہ بھی ہو تو اس کا ادراج سند نہیں بنتا۔ فلہذا "الزہری" کا یہ گمان متروک ہے۔ اور مسئلہ وہی صحیح ہے جو اُوپر مذکور ہوا کہ قاعدہ شرعی کے موافق حضرت صدیق اکبرؓ (خلیفۂ اسلام) نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا تھا۔

توہمات

قبل ازیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے آخر میں چند اہم مباحث ذکر کیے گئے تھے یہاں بعض لوگوں نے عوام الناس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ پر توہمات پھیلا دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ دفع توہمات کا عنوان قائم کر کے ان توہمات کا بھی ازالہ کیا جائے۔ اور جو چیزیں قابل جواب ہوں ان کا مناسب جواب دے دیا جائے۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے پیدا کردہ وہم کو درج کیا ہے اس کے بعد ساتھ ہی اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

وہم ① اوّل

دعوت عشیرۃ کا مسئلہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-

" وانذر عشیرتک الاقربین .... الخ سورہ شعراء رکوع آخری)

" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اپنے زیادہ قریبیوں کو ڈرائیے۔

اس مسئلہ کو " دعوت عشیرۃ کا مسئلہ " سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر توحید و رسالت کی دعوت پیش فرمائی، عذاب قیامت سے ڈرایا اور اپنے اپنے عمل و کردار کے محاسبہ کی فکر اور آخرت کے حساب کی طرف توجہ دلائی اور اپنے قبیلہ کے لئے انذار و تنذیر کا حق ادا فرمایا :-

اس موقعہ پر قریش کے اہم قبائل کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر خطاب کیا تھا مثلاً یا معشر قریش (اے قریش کی جماعت) یا بنی کعب، یا بنی مرّہ یا بنی عبد مناف یا بنی عبد شمس یا بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب وغیرہ وغیرہ عنوانات کے ساتھ پکار کر دعوت مذکورہ پیش کی۔

واقعہ ہذا سے متعلق صحاح کی روایات ایک طرح کی ہیں اور صحاح کے ماسوا کتب کی روایات ایک دوسرے مضمون پر مشتمل ہیں۔

صحیحین کی بعض روایات میں ان مذکورہ بالا قبائل میں سے تین افراد کے نام شخصی طور پر ندا کے ساتھ ذکر ہوئے ہیں ایک حضرت عباس رض (عم نبوی) دوسرے حضرت صفیہؓ (بنت عبدالمطلب۔ عمۃ محترمہ نبوی) اور تیسرے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی قبائل میں سے کسی فرد کے حق میں شخصی طور پر ندا مذکور نہیں۔ البتہ قبیلہ کے نام سے خطاب موجود ہے۔

ایک صاحبزادی ہونے پر شیعہ کا استدلال

اس دور کے شیعہ دوست یہاں ایک وہم پیدا کیا کرتے ہیں کہ اس مخصوص اقربا کے اجتماع میں صرف حضرت فاطمہؓ کو کو شامل کیا گیا ہے اگر کوئی دوسری حقیقی بیٹی ہوتی تو اسے بھی اس اجتماع میں بلا کر شامل کیا جاتا۔

یعنی حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اگر حقیقی اور نسبی و صلبی بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی اس مخصوص قریبی رشتہ داروں کے اجتماع میں شامل کیا جاتا۔ یہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی حقیقی بیٹی (حضرت فاطمہؓ) ہونے کی دلیل ہے۔

دفع وہم

اس مقام میں مختلف قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے غیر صحاح کی روایات قابل اعتنا نہیں ہیں۔

اور جو روایات صحاح میں مذکور ہیں ان کے اعتبار سے ذیل میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

صحاح کی روایات میں سے بعض میں صرف قبائل قریش کو عمومی ندا دی گئی ہے کسی کو شخصی نام سے نہیں پکارا گیا اور بعض روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ کو شخصی طور پر ندا دی گئی ہے اور بعض دیگر روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت عباسؓ حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ تینوں حضرات کو شخصی ناموں سے پکارا جانا مذکور ہے۔

ایک مسلّم قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشئ، عدم وجود الشئ کو مستلزم نہیں ہوتا۔

"کسی ایک شئے کا نہ ذکر کیا جانا اس کے موجود نہ ہونے کو لازم نہیں"۔

۱۔ روایت میں صرف حضرت عباسؓ (حقیقی عم نبویؐ) کا ذکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی غیر مذکور اعمام نبویؐ حضرت حمزہ اور ابو طالب زبیر بن عبدالمطلب حارث بن عبدالمطلب وغیرہم کے غیر موجود ہونے اور غیر حقیقی چچا ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ چونکہ آپ نے اس اجتماع میں صرف حضرت عباس کو آواز دی تھی اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے حقیقی چچا صرف یہی تھے حضرت حمزہ، اور ابو طالب آپ کے حقیقی چچا نہ تھے۔

۲۔ اسی طرح روایت میں صرف ایک پھوپھی حضرت صفیہؓ (حقیقی عمۃ النبیؐ) کا ذکر موجود ہے سوان کا ذکر غیر باقی عمات نبویؐ مثلاً عاتکہ بنت عبدالمطلب، برّہ۔ ام حکیم بیضاء وغیرہا کے غیر موجود ہونے پر اور انکے غیر حقیقی وغیر صلبی پھوپھیاں ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۳۔ غیر صحاح کی روایات میں صرف ایک حضرت علی المرتضٰیؓ کا نام مذکور ہے۔ تو حضرت علیؓ کے باقی برادران حضرت جعفر عقیل وغیرہما کے مذکور نہ ہونے سے ان کے غیر موجود ہونے پر اور ان کے غیر حقیقی غیر صلبی اور غیر نسبی برادر ہونے پر

استدلال نہیں کیا سکتا۔

بنابریں صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا روایات میں مذکور ہونا، آنمحترمہؑ کی باقی غیر مذکور خواہران کے وجود کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور حضرت زینبؑ حضرت رقیہؑ اور حضرت ام کلثومؑ کے غیر صلبی اور غیر نسبی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا اور ان دیگر خواہران کے غیر حقیقی ہونے پر اس طرح استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

معقول وجہ

شیعہ بزرگوں نے یہاں ایک سوال قائم کیا ہے کہ دعوتِ عشیرۃ کے موقع پر حضرت فاطمہؑ کی باقی بہنوں کے حاضر نہ ہونے اور شامل نہ کئے جانے کی معقول وجہ پیش کی جائے، حالانکہ وہ تینوں عاقلہ بالغہ مکہ میں زندہ موجود تھیں پھر ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟؟

اس کے لئے مندرجہ ذیل معروضات ذکر کی جاتی ہیں ان پر توجہ فرمانے کی ضرورت ہے مسئلہ حل ہو جائے گا۔

۱ — اقربین کے اجتماع میں بنی ہاشم کے مردوں اور بنی عبدالمطلب کے مردوں میں سے دعوتِ عشیرۃ میں حضرت عباسؓ اور ابولہب ہی نظر آتے ہیں باقیوں کا ذکر غائب ہے۔ تو آپ ان کے عدم ذکر کی اور عدم شمول کی جو معقول وجہ بیان کریں گے اس کی روشنی میں ہم بھی ان تینوں بیٹیوں کے عدم ذکر کی وجہ عرض کر سکیں گے۔

۲ — ہاشمی اور مطلبی بہت سی خواتین ہیں دعوتِ عشیرۃ میں ان اکابر خواتین میں سب سے بڑی خاتون صرف ایک حضرت صفیہؓ نظر آتی ہیں باقی سب خواتین غائب ہیں۔ تو آپ ان خواتین کے عدم ذکر اور عدم شمولیت کی جو معقول وجہ پیش کریں گے آپ کو اپنے سوال کا جواب بھی اس میں نظر آجائے گا۔

۳ — اقربین کے اس اجتماع خاص میں نوخیز لڑکوں میں سے بعض غیر صحاح کی روایات

کے اعتبار سے) صرف ایک حضرت علیؓ نظر آتے ہیں باقی ان کے برادران سب غائب ہیں۔ ان کے عدم ذکر اور عدم شمول کی معقول وجہ پیش کرنی چاہئے۔ کیا اس عمر کے نوجوانوں میں اور کوئی حضورؐ کے اقربین میں سے نہ تھا؟؟

بنی ہاشم کی لڑکیوں میں سے اس اقرباء کے اجتماع میں صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نام مذکور ہوا ہے باقی لڑکیوں اور باقی صاحبزادیوں میں سے اگر کسی کا نام مذکور نہیں تو اس کی معقول وجہ آپ کو ہمارے پہلے سوالوں کے جواب میں نظر آجائے گی۔

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ باقی اعمام نبویؐ، باقی عمات نبویؐ اور باقی عم زاد نبویؐ حضرات کی عدم شمولیت اور غیر حاضری اور غیر مذکور ہونے کی کیا معقول وجہ ہے؟؟ یہ حضرات مکہ شریف میں زندہ موجود اور حاضر تھے اور ندائے نبویؐ تمام اقرباء کے لئے عام تھی۔ پھر آپؐ نے ان کو کیوں نہ بلایا اور اگر بلایا تھا تو آپ نے خطاب میں انہیں کیوں نہ نمایاں کیا۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

خلافت بلا فصل پر شیعہ کا استدلال

شیعہ کے قدیم علماء اور مجتہدین آیت وانذر عشیرتک الاقربین.....الخ کے تحت غیر صحاح کی جس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ہذا کے نزول کے بعد اپنے اقرباء کا ایک خصوصی اجتماع فرمایا اور ان کو دعوت طعام پیش کی۔ اس میں دین اسلام کی دعوت پیش کرنا مقصود تھی لیکن اس کا موقع نہ ملا۔ اور قوم خورد و نوش کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسی طرح متعدد بار یہ مجلس طعام قائم ہوئی۔ اقرباء کی اس مجلس طعام کا انتظام کرنے والے حضرت علیؓ تھے۔ آخری بار آنجناب نے اس مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

میں تمہارے پاس دُنیا اور آخرت کی خیر لایا ہُوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی طرف آپ کو دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اور فرمایا ...... وایکم یوازرنی علی امری ویکون اخی ووصیتی وخلیفتی ...... الخ (یعنی تم میں سے کون ہے وہ شخص جو میری اس معاملہ میں معاونت کرے اور میرا بھائی بنے اور میرا وصی ہو اور میرا خلیفہ ہو ...... الخ)

اس دعوت پر تمام قوم خاموش ہو گئی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں ان سب میں نوعمر تھا میں نے عرض کیا کہ میں آپ کا اس معاملہ میں وزیر ہوں گا۔ تو آنجنابؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا:۔

"...... قال ان ھذا اخی ووصیتی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا ......" الخ

"یعنی آنجناب نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا کہ تم میں سے علیؓ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو ...... الخ"

شیعہ حضرات اس روایت میں "وصیّ" اور "خلیفتی" کے الفاظ سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں۔

دفع وہم

یہ روایت جس آیت کے تحت بیان کی جا رہی ہے پہلے اس آیت پر غور کیجیے۔

۱ــــ آیت مذکورہ بالا سے خلافت کا مضمون ہرگز ثابت نہیں۔ اور نہ ہی مسئلہ

خلافت پر اس آیت کی دلالت پائی جاتی ہے آیت میں صرف اقربا کے
انذار و تنذیر کا حکم پایا جاتا ہے خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ۔

۲۔ اب روایات کے باب میں اس مقام میں جو صحاح کی روایات ہیں اور
ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے ان روایات میں کہیں حضرت علیؓ کی خلافت کے
متعلق کچھ مضمون نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس کا ذکر موجود ہے ۔

۳۔ اب غیر صحاح کی وہ روایات جو آیت مذکورہ بالا کے تحت اس واقعہ کے
متعلق دستیاب ہوتی ہیں اور ان میں دعوتِ طعام اور "وصی اور خلیفتی" کے
الفاظ پائے جاتے ہیں ۔ ایسی روایات فنِ روایت کے قواعد کے اعتبار
سے ہرگز درست نہیں ۔ ان کے رواۃ میں عبدالغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو
وغیرہ جیسے راوی نہایت مجروح اور مقدوح ہیں ان کا شیعہ علمائے شیعہ ہونا
تسلیم کیا ہے اور ہمارے علماء نے ان کو متروک کذاب شیعہ اور رافضی کے
الفاظ سے تعبیر کیا ہے ۔ اور ناقلین روایت ہذا کی نقل در نقل فرما رہے ہیں
مثلاً خازن بغوی سے ناقل ہے اور بغوی طبری سے ناقل ہے وغیرہ وغیرہ ۔
ایسی مجروح روایات سے مسئلہ خلافت بلا فصل کو ثابت کرنا ہرگز درست
نہیں جبکہ یہ روایات ہمارے ہاں نہایت درجہ کی مقدوح ہونے کی وجہ سے متروک
ہیں اور ناقابل قبول ہیں ۔

فریق مقابل کے سامنے وہی دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں جو ان کے ہاں قابل
قبول ہو سکتے ہوں ۔

تنبیہ

روایت مذکورہ بالا کو بے شمار علماء نے رد کیا ہے اور اس کو متروک قرار

دیا ہے اس کی طویل فہرست ہے۔ یہاں صرف چند ایک حوالہ جات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اطمینان خاطر کے لئے رجوع فرمالیں۔[1]

حاصل کلام

مختصر یہ ہے کہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین .....الخ سے نہ ایک دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو سکی۔ اور نہ ہی حضرت علی المرتضٰی کی خلافت بلا فصل کا مسئلہ ثابت ہوا۔ تو یہاں تقریب تام نہ ہوئی اور دلیل مدعٰی کے لئے مثبت نہ ہوئی اور ساتھ ہی یہ الگ بات ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اپنی خلافت بلا فصل کے اثبات کے لئے کبھی پیش نہیں کیا۔

اور جو روایات فریق ثانی نے پیش کی ہیں وہ مجروح و متروک ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

---

[1] ۱۔ اللآلی المصنوعہ للسیوطی ص ۱۹۷/۱۹۸ تحت روایت ہذا۔ طبع قدیم لکھنو۔

۲۔ السیرۃ الحلبیہ از برہان الدین الحلبی ص ۳۰۹ ج ۳ تحت روایت غدیر خم

۳۔ الموضوعات الکبیر لملا علی ص ۷۹ طبع دہلی۔ تحت روایت ہذا

۴۔ موضوعات قاضی شوکانی ص ۱۲۵ طبع قدیم لاہور۔ تحت روایت ہذا۔

۵۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین از شاہ ولی اللہ رح ص ۲۷۹ طبع مجتبائی دہلی۔ تحت بحث ہذا

وہم ② ثانی

(آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ۔

(پ۲۵ سورۃ الشوریٰ رکوع ۳)

"یعنی کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ اجر مگر دوستی چاہیئے قرابت میں"

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تبلیغ پر میں کوئی اجر نہیں چاہتا مگر قرابت کی دوستی کا لحاظ کرو یعنی (میرے ساتھ صلہ رحمی کرو) اور ایذاء نہ پہنچاؤ۔"

شیعہ کا استدلال

آیت مذکورہ بالا کے متعلق بعض روایات کتابوں میں ملتی ہیں اور ابن عباسؓ کی طرف منسوب کی گئی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! من ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم؟ قال علیؓ وفاطمہؓ وابناھما۔"

یعنی وہ کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی ہم پر مودت و دوستی واجب ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علیؓ فاطمہؓ حسن اور حسینؓ ہیں۔

ان روایات کے پیش نظر شیعہ احباب اس مقام میں مندرجہ ذیل مسائل تجویز کرتے ہیں اور آیت مذکورہ بالا کو اپنے دلائل میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آیت میں لفظ "القربیٰ" سے یہ چار نفوس (حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ) مراد ہیں اور ان حضرات کی محبت واجب ہے اور جس کی

محبت واجب ہو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اور جس کی اطاعت واجب ہو وہ امام برحق ہے اور وہی خلافت کا مستحق ہے۔
فلہذا حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ ہی خلافت کے مستحق ہیں

۲— روایت مذکورہ بالا میں صرف ایک حضرت فاطمہؓ کا نام مذکور ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک حقیقی صاحبزادی ہے اور دیگر کوئی حقیقی صاحبزادی نہیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو یہاں اس کا نام بھی ذکر کیا جاتا اور "فی القربیٰ" میں اس کو شمار کیا جاتا اور اسی طرح ان کے ازواج کے نام بھی روایت میں شامل ہوتے اور انہیں بھی "فی القربیٰ" میں ذکر کیا جاتا۔

دفع دھم

ا— آیت مذکورہ بالا میں خلافت کا کچھ مضمون نہیں اور خلافت بلافصل تو دور کی بات ہے۔
نیز اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک یا چار صاحبزادیاں ہونے کا کچھ مفہوم مذکور نہیں۔
البتہ روایت ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے درمیاں مودت و دوستی کا مسئلہ مذکور ہے۔
یہاں پہلے آیت ہذا کا صحیح مفہوم پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد ان کی طرف سے پیش کردہ روایت کا جواب ہوگا اور پھر باقی چیزیں جو یہاں قابل ذکر ہیں پیش کی جائیں گی۔

آیت کا صحیح مفہوم

جمہور مفسرین و جمہور محدثین اور اکابر علماء کے نزدیک آیت کا مذکورہ بالا مفہوم اور اس کی تشریح صحیح روایات کی روشنی میں ذیل میں ذکر کی جاتی ہے :-

آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار قریش کو کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس ابلاغ دین اور نصیحت کرنے پر کچھ سوال نہیں کرتا مگر تم سے صرف اتنا طلب کرتا ہوں کہ حقوق قرابت کی رعایت کرتے ہوئے مجھ سے اپنے شر کو روک لو اور مجھے ابلاغ رسالت کے معاملے میں کھلا چھوڑ دو۔ اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو قرابتداری کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے ایذاء نہ پہنچاؤ۔ [1]

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے آیت مذکورہ بالا کی بالفاظ ذیل تشریح فرمائی ہے لکھتے ہیں کہ :-

"..... والمعنى الّا ان تودّوني لقرابتي فتحفظوني والخطاب لقريش خاصةً والقربى قرابة العصوبة والرّحم فكانه قال احفظوني للقرابة ان لم تتبعوني للنبوة ...... وجزم بان الاستثناء منقطع" [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص۱۱۱-۱۱۲ جلد رابع
تحت آیت المودة فی القربیٰ

[2] فتح الباری لحافظ ابن حجر ص۴۵۸ جلد ۸
تحت الا المودة فی القربیٰ۔

"مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر قرابت کی وجہ سے تم میرے ساتھ دوستی کرو اور مجھے اپنے شر سے محفوظ رکھو۔

آیت میں خاص طور پر قریش سے خطاب ہے اور "القربیٰ" سے قبیلہ اور رشتہ داری کی قرابت مراد ہے گویا کہ آنجناب نے فرمایا کہ اگر تم نبوت کی وجہ سے میری تابعداری نہیں کر سکتے تو قرابتداری کی بناء پر (اپنے شر سے) مجھے محفوظ رکھو۔"

بناء بریں اِلّا اس مقام میں استثناء منقطع کی صورت میں مستعمل ہے۔

مزید تشریح کے لئے "تحفہ اثنا عشریہ" سے آیت ہذا کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"عن ابن عباس نیز ایں روایت در بخاری موجود است وبتفصیل مذکور است کہ ہیچ بطنے از بطون قریش نبود الا آنحضرت را با ایشاں قرابتی بود آں قرابت را یاد دہانیدند و ادائے حقوق آں قرابت لا اقل ترک ایذا کہ ادنےٰ مراتب صلہ رحم است از ایشاں درخواستند پس استثناء منقطع است۔ امام فخر رازی و جمیع مفسرین متاخرین ہمیں معنیٰ را پسندیدہ اند۔[1]

یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری شریف میں جو روایت منقول ہے اس میں بتفصیل مذکور ہوا ہے کہ قریش کے قبائل میں سے ہر قبیلہ کے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۲۰۵
تحت تشریح آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا ...... الخ

ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی اس قرابت کو یاد دلا کر فرمایا گیا کہ قرابت داری کے حقوق کی ادائیگی کا لحاظ کرو اور کم از کم ایذاء رسانی کو ترک کر دو جو صلہ رحمی کا ادنیٰ مرتبہ ہے پس یہاں استثناء منقطع ہے۔ امام فخر رازی نے اور مفسرین متاخرین نے اسی معنی کو پسند کیا ہے۔"

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت جو بخاری شریف سے شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کی ہے وہ روایت مسند امام احمدؒ میں بھی مذکور ہے۔ ذیل مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔[1]

حاصل یہ ہے کہ لفظ "القربیٰ" سے چار عدد مخصوص افراد مقصود نہیں۔ بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا علی سبیل العموم قبیلہ قریش مراد ہے جس طرح کہ اوپر اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے مسئلہ کو آیت بالا کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ آیت میں جو مضمون ہے وہ دوسرا ہے۔

پیش کردہ روایت کا جواب

قارئین کرام یاد رکھیں کہ اس مقام میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی گئی ہیں ان میں سے جو صحیح روایت ہے اور جس سے آیت

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۷۱۳ ج ثانی کتاب التفسیر تحت آیت المودۃ فی القربیٰ - طبع نور محمدی - دہلی

(۲) مسند امام احمدؒ ص ۲۲۹ ج اول تحت مسندات عبداللہ بن عباسؓ

کا مفہوم واضح ہوتا ہے وہ ماقبل میں آیت کی تشریح میں پیش کر دی گئی ہے اور وہ درست ہے بخاری شریف و مسند احمد وغیرہما میں پائی جاتی ہے۔

اور معترض دوستوں کی طرف سے ابن عباسؓ کی طرف منسوب شدہ جو روایت ہماری کتابوں سے پیش کی جاتی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ من هٰؤلاء الذين امر الله بمودتهم؟ قال عليؓ وفاطمةؓ وابناهما" یعنی جن کی مودت اور دوستی ہم پر اللہ نے واجب فرمائی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ وہ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہے۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل چیزیں پیش کی جاتی ہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ دوستوں کے استدلال کی بے بنیادی اور بے ثباتی واضح ہو جائے گی۔

روایت ہذا پر کبار علماء نے نقد کیا ہے وہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں روایت ہذا کے متعلق ایک مقام میں فرمایا ہے۔ "واسناده ضعيف وهو ساقط لمخالفته هذا الحديث الصحيح"

اسی مقام میں حافظ ابن حجر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"...... واسناده واهٍ فيه ضعيف ورافضيٌّ" [1]

ہر دو حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ اس روایت کا اسناد ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف و معارض ہونے کی وجہ سے یہ روایت ساقط ہے

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۴۵۸ ج ۸ کتاب التفسیر تحت آیت المودة فی القربیٰ ۱۳۰۱ھ

اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا اسناد بے اصل ہے اور اس کے اسناد میں ضعیف اور رافضی راوی ہیں۔

۲۔ علامہ حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ھذا اسناد ضعیف فیہ مبھم لا یعرف عن شیخ شیعی محترق و ھو حسین الاشقر ولا یقبل خبرہ فی ھذا المحل۔ "[1]

یعنی یہ اسناد ضعیف ہے اس میں بعض مبہم مجہول لوگ ہیں جو اپنے جلنے والے شیعہ شیخ سے نقل کرتے ہیں۔ اور وہ جلنے والا شیعہ شیخ حسین الاشقر ہے اور اس مقام میں اس کی روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

۳۔ معترض احباب نے خاص طور پر "الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی" سے مذکورہ بالا روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خیانت کی ہے کہ ابن حجر الہیتمی نے اس روایت کے متصل جو نقد و جرح تحریر کی تھی اسے نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ابن حجر نے روایت ہذا نقل کرنے کے بعد متصلاً تحریر کیا ہے کہ:۔

.... وفی سندہ شیعی غال

"یعنی اس روایت کے اسناد میں سخت قسم کے غالی شیعہ موجود ہیں۔"[2]

مطلب یہ ہے کہ علامہ الہیتمی نے روایت لانے کے بعد اس کا سقم بھی واضح کر دیا تھا لیکن معترض بزرگ نے اسے نقل نہ کیا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص۱۱۲ ج۔۴ تحت آیت المودۃ پ ۲۵

[2] الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی ص۱۰۱ طبع قدیم مصر تحت آیت الرابع عشرۃ قل لا اسئلکم علیہ اجراً.....

مختصر یہ ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے والے غالی شیعہ ہیں۔ فلہٰذا یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور قابل قبول نہیں ہے۔

۴ شاہ عبدالعزیزؒ نے اسی روایت پر "تحفہ اثنا عشریہ" میں کلام کرتے ہوئے جو تحریر فرمایا ہے ناظرین کرام کے افادہ کے لئے بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

...... طبرانی و احمد از ابن عباسؓ ہمیں قسم روایت کردہ اند لیکن جمہور محدثین ایں روایت را تضعیف نمودہ اند زیرا نکہ ایں سورت یعنی سورۃ شوریٰ بتمامہا مکی است و دراں جا امام حسنؓ و حسینؓ نہ بودند و نہ حضرت فاطمہ را علاقۂ زوجیت با حضرت علیؓ بہم رسیدہ بود۔ و در سلسلۂ این روایت بعضی شیعہ غالی واقع اند[1]

یعنی طبرانی اور امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے اس نوع کی روایت نقل کی ہے لیکن جمہور محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ سورۃ شوریٰ سب کی سب مکی ہے اور اس موقع پر امام حسنؓ اور حسینؓ مولود ہی نہیں تھے اور حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح اور شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ نیز اس روایت کے اسناد میں بعض غالی شیعہ پائے جاتے ہیں۔"

ان وجوہ کی بنا پر معترض احباب نے جو روایت پیش کی ہے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۰۴ طبع جدید۔ لاہور
تحت تشریح آیت المودۃ فی القربیٰ۔

مختصر یہ ہے کہ روایت ہذا واقعات کے برخلاف ہے جیسا کہ ابن کثیر اور شاہ عبدالعزیزؒ دونوں بزرگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مکّی ہے اور مدینہ شریف میں اس کا نزول بعید ہے نہ ہی اس وقت حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہوا اور نہ ہی حضرت علیؓ کی اولاد تھی تو ان کے حق میں لوگوں کا نہ ہی سوال کرنا درست ہوا اور نہ ہی جواب فرمانا درست ہوا۔

اگر اس چیز سے چشم پوشی بھی کر لی جائے تب بھی یہ روایت مجروح رواۃ کی تصنیف شدہ ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں جس طرح کہ کبار علماء کے بیانات سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے۔ اور حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں۔ بیشمار علماء نے اس مقام میں نقد و تنقید ذکر کی ہے ہم نے صرف چار عدد نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

ایک دختر ہونے کا مسئلہ

گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے کہ آیت "المودۃ فی القربیٰ" میں مسئلہ خلافت کا کچھ ذکر نہیں۔ بالکل اسی طرح آیت ہذا میں ایک دختر نبویؐ ہونے کا بھی کچھ مضمون نہیں۔ آیت میں صرف قرابت داروں سے محبت و مودّت کا مضمون موجود ہے۔

اور معترض حضرات ایک دختر نبویؐ ہونے کے ثبوت میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس کی متعلقہ تشریح بھی سطور گذشتہ میں کر دی گئی ہے کہ یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اسناد میں مجروح مقدوح اور غالی شیعہ و رافضی دار دہیں۔

اگر بالفرض مذکورہ روایت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس

روایت میں حضرت فاطمہؓ کے اسم گرامی کے مذکور ہونے سے انؓ کی باقی بہنوں کی نفی ہرگز لازم نہیں آتی۔

اور اگر معترض کا یہ طریق استدلال درست تسلیم کر لیا جائے تو روایت میں صرف حضرت علیؓ کے اسم مبارک ذکر ہونے سے ان کے باقی برادران (حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ وغیرہم) کی نفی لازم آئے گی جسے معترض بھی تسلیم کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اور واقعتاً بھی یہ ہرگز درست نہیں۔ فلہذا یہ طرز و طریق استدلال بیّن طور پر غلط ہے۔

وہم ③ ثالث

آیت تطہیر کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ احزاب (پ۲۱ کا آخر اور پ۲۲ کی ابتدا) میں ازواج مطہرات (اہل بیت النبیؐ) کے حق میں ایک مستقل رکوع نازل فرمایا ہے اس میں سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے لئے اداب اور شرف وفضل اور مقام ومرتبہ کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

فتوحاتِ کثیرہ کی بنا پر جب مسلمان آسودہ حال ہونے لگے تو ازواج مطہرات نے اپنی فقر وفاقہ کی حالت ختم کرنے کی خاطر اپنے خرچ واخراجات میں اضافہ کا مطالبہ پیش کیا تھا۔ اللہ کریم کو دنیا کی طرف اس قدر التفات پسند نہیں آیا، اور یہ آیات نازل ہوئیں اور پورا رکوع ان کے حق میں اتارا۔ آیت تطہیر انہی آیات میں سے ایک آیت ہے اور باعتبار سابق ولاحق واقعات کے رکوع ہذا کا نزول ۵ھ میں ہے۔

یہاں پہلے اس رکوع کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ آیت مذکور کا مفہوم سیاق وسباق کے لحاظ سے معلوم ہو سکے:۔

خلاصہ مفہوم

ا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات دنیا کی آرائش اور زینت کی کی طالب نہیں تھیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کو طلب کرنے والی

تھیں اور دار آخرت کے درجات عالیہ کا ارادہ رکھتی تھیں ورنہ ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے طریقے سے الگ کر دیتے جیسا کہ ان کو حکمِ خداوندی تھا۔ لیکن ان کو چھوڑ کر الگ نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ازواج نیک کردار و نیک اعمال اور نیک نیت تھیں اور اللہ کریم نے ان کے لئے اجرِ عظیم تیار فرمایا ہے۔

۲۔ ہر کارِ خیر اور عمل صالح میں ازواج مقدس کے لئے دوگنا اجر ہے اور عمدہ رزق آخرت میں ملے گا۔ اگر بالفرض ان سے کوئی صریح بد اخلاقی یا نافرمانی کی کوئی بات صادر ہو جاتے تو اس کی سزا بھی دُوگنی ہے اور یہ چیز ان کے بڑے درجہ اور مقام کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔

۳۔ (اس امت کی) تمام عورتوں میں ان کے مرتبے کی کوئی عورت نہیں اگر یہ پرہیزگاری اختیار کریں۔ اور بوقت ضرورت مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں نرم لہجہ ہرگز اختیار نہ کریں تاکہ ان کے دِل میں خیال فاسد کا طمع راہ نہ پاسکے۔

۴۔ ازواج مقدس کے لئے اپنے خانۂ مبارک میں قرار پذیر رہنے کا حکم ہے اور جاہلیّت کے دَور کے موافق زیب و زینت دکھلانے کے لئے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔

۵۔ ازواج مطہرات کے لیے حکم ہے کہ نماز (پنجگانہ) قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں رہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اخلاق رزیلہ اور حب مال وغیرہ) کی پلیدی دُور کرنا چاہتے ہیں اور بحکمِ ”ارادہ تشریعی“ ان کو خوب پاک کرنا اور پاک رکھنا چاہتے ہیں۔

۷۔ شرف زوجیت ان کے لیے ابدی اور تقویٰ و طہارت ان کی صفت دائمی ہے اس بنا پر ان کو "ازواج مطہرات" کے مبارک لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت و دانش کی باتیں جو ان کے پاک گھرانوں میں ہمیشہ تلاوت کی جاتی اور کہی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھنے کا حکم انہیں فرمایا گیا ہے۔ اس بنا پر کہ نبی اقدس کا گھرانہ حکمت کا خزینہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

۹۔ وحی الٰہی جیسی نعمت عظمیٰ صرف ازواج مطہرات کے پاکیزہ گھروں میں نازل ہوتی ہے اور کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی پھر ازواج مطہراتؓ میں سے حضرت عائشہؓ کیلئے مزید خصوصیت یہ ہے کہ ان کے فراش و لحاف میں بھی اس نعمت سے مشرف ہوا منقول ہے (تفسیر ابن کثیر تحت آیۃ ہذا)

۱۰۔ مذکورہ آداب و فضائل کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات کے احترام کے لئے ایک خصوصی چیز جو ابتداء سورۃ ہذا میں بیان کی گئی ہے۔ امت مسلمہ کے لئے اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے وہ یہ ہے:۔

فرمانِ خداوندی ہے "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم" یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ ان کی جانوں سے اور آنجنابؐ کے ازواج (مقدس) مومنوں کی مائیں ہیں۔

ازواج مقدسہ کے حق میں "تمام مومنوں کی مائیں" ہونے کا یہ عالی رتبہ باقی فضائل کے ساتھ مسلم و مشہور ہے اور دائما اس کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

اس تمام رکوع پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب اور کلام شروع ہے آداب و اخلاق سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان کے شان کے مناسب فضائل و مراتب بیان فرمائے گئے ہیں جو ان کے علو مقام کے آئینہ دار ہیں۔

فریق مقابل کا استدلال

شیعہ احباب نے آیات مذکورہ میں سے نصف آیت تطہیر کو مندرجہ ذیل مسائل کے لئے اپنا مستدل بنایا ہے یہ پوری آیت کا قریباً نصف حصّہ ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ لے جاتے تم سے اے نبی کے گھر والو رجس یعنی ناپاکی کو۔ اور تم کو خوب پاک کر دے۔

طرز استدلال

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کو بلایا۔ ان پر اپنی چادر اوڑھائی اور فرمایا کہ اے اللہ! میرے یہ اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دُور فرما اور ان کو پاک کر دے۔

شیعہ احباب کہتے ہیں کہ اس مقام سے معلوم ہوا کہ :۔

ا۔۔۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چار حضرات (حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ) کو اپنی چادر میں داخل فرمایا تو "اہل البیت" یہی چار افراد ہیں جو قرآن مجید کی آیت بالا میں مذکور ہے (یعنی ازواج النبیؐ اہل البیت" میں شامل نہیں ہیں اور اس کا مصداق نہیں)

۲۔۔۔ نیز معلوم ہوا کہ اگر آنجنابؐ کی کوئی اور صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی اس چادر میں داخل کیا جاتا۔ اور اہل بیت میں شامل کیا جاتا۔ پس حضرت فاطمہؓ ایک

ہی صاحبزادی تھیں اور آنجنابؐ کی کوئی دوسری صاحبزادی نہ تھی۔

۳ — اور واضح ہو گیا کہ یہ چاروں نفوس "معصوم عن الخطا" تھے اور ان کی تطہیر نص سے ثابت ہو چکی ہے۔

دفع وہم

فریق مقابل کے استدلال کی خفت واضح کرنے کے لئے اس مقام میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان پر توجہ کرنے سے ان کی کمزوری استدلال پوری طرح نمایاں ہو جائے گی۔

①

تحریر مدعیٰ کے طور پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید کی آیت (آیت تطہیر) میں اہل البیت کا مصداق اصل میں سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہیں اور ان کو ہی اہل البیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور باقی آنجناب صلعم کی اولاد شریف کو خبر واحد کے ذریعے بالتبع اہل بیت میں شامل کیا گیا ہے۔

اب ہم اس چیز پر ذیل میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ اصل میں اہل البیت کی مصداق آنجنابؐ کے ازواج مطہرات ہیں۔

ا — قرآن مجید کے دوسرے مقام میں اہل بیت کا لفظ "زوجہ" پر اطلاق کیا گیا ہے حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ (حضرت سارہ) کو خطاب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کلام کرتے ہیں:۔

قالوا اتعجبین من امر الله رحمۃ الله و برکاتہ علیکم
اھل البیت...... الخ (پ۱۲ سورۃ ہود تحت واقعہ ابراہیمؑ)
یعنی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے کہا اے سارہ! کیا تم تعجب
کرتی ہو اللہ تعالیٰ تکوینی امر سے ۔ اللہ کی رحمت اور برکات ہوں تم پر
اے اہل البیت (یعنی اے گھر والو)۔"
یہاں "اہل البیت" کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے حق
میں فرمایا گیا ہے اسی طرح دیگر آیات میں بھی "اہل البیت" کے لفظ کا اطلاق
"زوجہ" پر ہوا ہے مگر یہاں صرف اختصار کی خاطر صرف ایک آیت کے
حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔
۲۔ صحیح حدیث میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات پر
"اہل البیت" کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ:
"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح اور
شادی کی۔ اس موقعہ پر دعوتِ ولیمہ ہوئی اور جب دعوتِ ولیمہ
سے فارغ ہوئے تو آنجنابؐ حضرت زینب کے پاس تشریف
لے گئے پھر اس کے بعد حضرت زینبؓ کے گھر سے باہر تشریف
لائے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ کے پاس تشریف لے
جا کر فرمایا "السلام علیکم اہل البیت" فقالت وعلیک ورحمۃ
الله کیف وجدت اھلك بارك الله لك ...... الخ یعنی
اے اہل بیت تم پر سلام ہو...... الخ
اس کلام میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے لئے
اہل البیت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور "اہل البیت" کے الفاظ کا

اطلاق گھر والوں پر کیا ہے[1]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ "اہل البیت" کا اطلاق ازواج پر، اور اپنے اہل خانہ پر درست ہے۔

۳ — آیت تطہیر کے ماقبل میں "فی بیوتکن" اور اس آیت کے مابعد میں "و اذکرن ما یتلی فی بیوتکن" کے الفاظ میں ازواج مطہرات کے "بیوت" کا ہی ذکر خیر ہے اور یہ ازواج مطہرات کے ہی گھر ہیں۔ آیت میں انہیں کو "بیت" اور ان کے مکینوں کو اہل البیت فرمایا گیا ہے۔ یہاں ازواج مطہرات کے ماسوا کسی دوسرے کو اہل البیت نہیں فرمایا گیا۔ بیوت کی اضافت جو کُنّ کی طرف ہے اس سے یہ تخصص واضح ہو رہا ہے (علماء اس نکتہ کو خوب جانتے ہیں) چاہے یہ اضافت ملک کی یا اضافت سکنی کی قرار دی جائے۔

اب کسی خبر واحد کے ذریعے یہاں اہل البیت کے مفہوم سے ازواج مطہرات کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ روایت کے ذریعے اہل البیت کے مفہوم میں اولاد شریف کو بالتبع شامل کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ روایت از روئے قواعد محدثین صحیح ثابت ہو جائے۔

نیز لفظ "البیت" میں جو الف ولام استعمال ہوا ہے اسے قاعدہ لغوی نحوی کی رو سے "الف لام عہد خارج" کہا جاتا ہے جو اپنے استعمال کے اعتبار سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوت کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ وہی بیوت ہیں جو اس

---

[1] بخاری شریف ص ۷۰۶ ج ۲
باب قولہ تعالیٰ لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم پ ۲۲

آیت کے ماقبل میں "فی بیوتکن" میں ذکر ہو چکے ہیں اور ما بعد میں فی بیوتکن میں دوبارہ مذکور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

رفع اشتباہ کے طور پر یہاں مختصراً اتنا ذکر کر دینا مناسب ہے کہ آیت تطہیر میں لفظ "عنکم" اور "یطھرکم" کے کم ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔ یعنی عنکم میں کم ضمیر مجرور متصل ہے اور یطھرکم میں کم ضمیر منصوب متصل ہے)

یہاں سے فریق مخالف یہ اشتباہ پیدا کر دیتے ہیں کہ:۔

اگر یہ خطاب ازواج مطہرات کو تھا تو "جمع مذکر" کی بجائے جمع مؤنث کی ضمیر چاہیئے تھی اور وہ نہیں لائی گئی تو گویا لغوی قواعد کے خلاف یہ چیز ہے۔

اس کے متعلق معروضات پیش خدمت ہیں:۔

اوّل :۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت" پ۱۲ سورہ ہود میں حضرت سارہ (مؤنث) کے لئے "علیکم" کی ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔

دوم : اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو فرماتے ہیں۔

"اذ قال موسیٰ لاھلہ انی انست نارا ساتیکم منھا بخبر او اتیکم بشھاب قبس لعلکم تصطلون"

(پ۱۹ سورۃ نمل) اس آیت میں بھی مؤنث سے خطاب ہے مگر ضمیر مؤنث کی بجائے "جمع مذکر" استعمال ہوئی ہے۔

سوم : سابقاً اسی مسئلہ میں بخاری شریف کی ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں السلام علیکم اہل البیت فقالت وعلیک"...... الخ کے الفاظ

نقل کئے گئے ہیں اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے (علیکم میں) کم ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے[1]

چہارم:۔ اسی طرح مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی "فقال هو عليها صدقة ولكم هدية فكلوه" یعنی فرمایا کردہ چیز (بریرۃ) پر صدقہ ہے اور تمہارے لئے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا سکتے ہو۔

پنجم: ایک دفعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے (کھانے کی کسی چیز کے متعلق) دریافت فرمایا:۔ هل عندكم شيئ؟؟ قالت لا الا ان نسيبة بعثت الينا الخ یعنی تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ تو (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر نُسَیْبَہ نے جو کچھ بھیجا ہے وہ موجود ہے۔ الخ

یہاں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے "عندکم" میں (کم) ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے[2]

مذکورہ بالا آیات قرآن اور احادیث نبویؐ میں اپنے اپنے ازواج کے حق میں خطاب فرماتے ہوئے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال فرمائی گئی ہیں۔ اور موقعہ مؤنث

---

[1] بخاری شریف ص ۷۰۷ ج ۲ طبع دہلی
باب قوله تعالی لا تدخلوا بيوت النبي الا ان يوذن لكم پ ۲۲ (سورہ احزاب)

[2] مسلم شریف ص ۳۴۵ ج اول آخر کتاب الزکوٰۃ
باب اباحة الهدية - طبع دہلی۔

کا تھا ان سوالات کا جو جواب شیعہ دوست دیں گے ان کے اپنے سوال کا جواب بھی انہیں انہی کے جواب میں مل جائے گا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی جمع مؤنث سے خطاب کے لئے جمع مذکر کی ضمیر کا استعمال ذکر کیا ہے۔ امالی الشیخ الطوسی" میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ:۔ ھَیِّئُوا الا بنتی وابن عمی..... الخ یعنی اے بیبیو! میری بیٹی اور میرے چچا کے بیٹے کیلئے زفاف کی تیاری کرو[1]

یہاں بھی مؤنث کے موقعہ میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔

لفظ اہل البیت:۔

۱۔ لغوی لحاظ سے لفظ" اہل البیت" مذکر ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق (ازواج النبیؐ) مؤنث ہو مگر لفظ کی رعایت کے اعتبار سے یہاں مذکر ضمیریں (کم) لائی جاسکتی ہیں۔

۲۔ اور لفظ اہل البیت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی داخل ہے اس بناء پر کہ آپؐ ان میں ہی مقیم تھے اس وجہ سے مذکر کی ضمیر (کم) ان پر بھی تغلیباً لائی جاسکتی ہے۔

۳۔ نیز یہ بات بھی استعمال لغت عرب میں پائی جاتی ہے کہ اگرچہ موقعہ ضمیر مؤنث کا ہو مگر وہاں مذکر کی ضمیر اظہار عظمت و محبت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے مندرجہ استعمالات اور مذکورہ امور کے پیش نظر یہ واضح ہو گیا کہ آیت تطہیر میں (عنکم۔ ویطہرکم) میں ضمیر جمع مذکر کا استعمال

---

[1] امالی الشیخ الطوسی ص ۲۸ طبع نجف اشرف تحت واقعہ رخصتی حضرت فاطمہ

بالکل درست ہے اور کچھ قابل اشکال نہیں مندرجہ چیزوں سے شبہ اور اشکال عمدہ طریقہ سے مرتفع ہو گیا ہے۔

آیت تطہیر و حدیث کساء میں ہمارا موقف

اس مقام میں ہمارے علماء اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر (اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں ہے اور اس آیت کا بالاصل مصداق ازواج مطہرات ہیں پھر جب اس کا نزول ہو چکا اور یہ شرف ازواج مقدسہ کے لئے ثابت ہو گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار حضرات (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو اس شرف میں دعا کے ذریعے شامل فرمایا ہے چنانچہ اس مسئلہ کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں بعبارت ذیل ذکر فرمایا ہے :۔

۱۔۔۔۔۔۔ فهذه دعوة من النبی صلی الله علیه وسلم لهم بعد نزول الآیة، احب ان یدخلهم فی الآیة التی خوطب بها الازواج " مطلب یہ ہے کہ نزول آیت (تطہیر) کے بعد ان چاروں حضرات کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دعا ہے اور آپ پسند فرما رہے ہیں کہ جس آیت میں ازواج کو خطاب فرمایا گیا ہے۔ اس میں ان کو شامل کریں[1]۔

۲۔۔۔ اور علامہ ذہبی نے المنتقی میں بھی یہی مضمون درج کیا ہے[2]۔

---

(۱) تفسیر القرطبی (الجامع الاحکام القرآن) ص ۱۸۳/۱۸۴ جلد ۱۴ تحت الآیت واذکرن ما یتلی فی بیوتکن ...... الخ (سورہ احزاب)

(۲) ۔ المنتقی للذہبی ص ۴۲۸ تحت بحث آیت تطہیر۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیزؒ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ :-

۳ اُم سلمہ رض گفت کہ مرا نیز شریک بکن فرمود کہ انتِ علی خیرٍ او انتِ علی مکانکِ" دلیل صریح است بر آنکہ نزولِ آیت درحق ازواج بود و آنحضرت ؐ ایں چہار کس را نیز بہ دُعائے خود دریں وعدہ داخل ساخت و اگر نزول آیت درحق اینہا می بود حاجت بدعا چہ بود؟ و آنحضرتؐ چرا تحصیلِ حاصل می فرمود؟ و لہٰذا ام سلمہؓ را دریں دُعا شریک نہ کرد کہ درحقِ او ایں دُعا را تحصیل حاصل دانست[1] "

"یعنی ام المؤمنین ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپؐ اس میں شریک کریں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ تُو تو پہلے خیر پر ہے یا تو اپنے مقام و مرتبے پر ہے" (یعنی تجھے اس کی حاجت نہیں)۔

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آیت تطہیر کا نزول ازواج مطہرات کے حق میں تھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چہار افراد کو بھی اپنی دُعا کے ذریعے اس وعدہ میں شامل فرمایا اگر آیت کا نزول ان چہار نفوس کے حق میں تھا تو ان کے لیے دعا کی کیا حاجت تھی؟ اور آنجنابؐ نے تحصیل حاصل کیوں فرمائی؟ اور اسی وجہ سے ام سلمہؓ کو اس دُعا میں شامل نہیں فرمایا تھا کہ یہ دُعا اس کے حق میں تحصیل حاصل سمجھی۔

---

[1] (۱) تحفہ اثنا عشریہ ص۲۰۳ طبع جدید لاہور در بحث آیت تطہیر۔

دفع وہم دوم

دوسری چیز جو فریق مخالف یہاں سے اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-
"آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی چادر میں لے کر اہل بیت میں شامل کرتے۔"

اس کے متعلق کچھ گزارشات ذیل میں پیش خدمت ہیں ان پر توجہ فرمائیں :-

ا — آیت تطہیر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے عدد کا کچھ ذکر خیر نہیں نہ ایک دختر کا ذکر ہے نہ متعدد صاحبزادیوں کا۔ دوسرے لفظوں میں بنات کے عدد بیان کرنے کے متعلق آیت ہذا کا کچھ تعلق نہیں۔ یہاں صرف ازواج مطہرات کا ہی ذکر ہے سطور گذشتہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے۔

۲ — اسی طرح روایت کساء میں صرف ایک دختر کا ذکر ہے لیکن اس چادر میں ایک بیٹی کے آنے سے دیگر بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہرگز نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ روایت بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد و تعداد بیان کرنے کے لئے ہے۔ یہ روایت کساء صرف فضیلت کے بیان میں ذکر کی گئی ہے۔

۳ — نیز یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک داماد کو ذکر کرنے کے بعد دیگر دامادوں (حضرت ابوالعاصؓ و حضرت عثمانؓ) کی نفی نہیں کرتی۔ یہ رشتے اپنی جگہ تاریخی حقیقت ہیں روایت کساء کی فضیلت اگر کسی کو ملے اور کسی کو نہ ملے اس سے ان رشتوں کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔

۴ — اور یہ روایت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی دیگر اولاد شریف یعنی حضرت

زینب بنت علیؓ یا حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کی نفی نہیں کرتی۔ جبکہ روایت ہذا میں صرف حضرات حسنؓ اور حسینؓ کا ذکر آیا ہے اور باقی اولاد کا نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ حضرت زینب بنت علی اہل بیت میں سے نہیں کیونکہ آپ اس چادر کے نیچے نہ تھیں تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ حضرت حسین کی حقیقی بہنیں نہ تھیں کس قدر کمزور استدلال ہوگا۔

بنابریں دعا مذکور میں عدم شمول سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی دیگر بنات رسولؐ کی نفی کے لئے کلام چلایا گیا ہے۔ چادر نبویؐ میں حضرت علیؓ کے ماسوا ان کی حسنین شریفین کے بغیر دیگر اولاد کو داخل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقارب مثلاً حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب وغیرہم کو نہ ہی بلایا گیا اور نہ ہی ان کو چادر میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ یہ سب حضرات رشتہ داران نبویؐ اور اقربائے خاص ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ ان مذکور چاروں حضرات کو اس فضیلت حاصل ہونے سے دیگر حضرات اقربا، نبوی کے شرف وفضیلت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ان تینوں صاحبزادیوں کے لئے جو شرف وفضیلت اسلام میں حاصل ہے اور جو نسبی وصلبی نسبت انہیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے اس پر ان چاروں حضرات کی فضیلت کچھ اثر انداز نہیں ہوتی ہر ایک کا الگ ایک مقام ومرتبہ ہے جو اسے حاصل ہے

دفع وہم سوم

اس آیت سے تیسری چیز جو فریق متابل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-

"آیت تطہیر کا مصداق یہ چاروں نفوس (حضرت فاطمہؓ حضرات حسنینؓ اور حضرت علیؓ) ہیں اور اس آیت کے ذریعے ان کی تطہیر ثابت ہے یعنی یہ چاروں معصوم عن الخطاء ہیں۔ ان سے خطا صادر نہیں ہوتی"

مندرجہ بالا وہم کے جواب میں درج ذیل گذارشات ملاحظہ فرمائیں۔

۱— پہلی بات یہ ہے کہ آیت مذکور میں ان چاروں حضرات کا کوئی ذکر موجود ہی نہیں اور نہ ہی سیاق وسباق سے ان کا ذکر جاری ہے بلکہ اس کے برعکس اس رکوع کی تمام آیات ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں جس طرح کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۲— دوسری بات یہ ہے کہ آیت بالا کے الفاظ (لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) سے ان حضرات کا معصوم عن الخطاء ہونا مراد لیا جائے تو اسی نوع کے الفاظ دیگر حضرات (مثلاً وہ صحابہ کرام جو جنگ بدر میں حاضر تھے) کے حق میں بھی وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم ویذھب عنکم رجز الشیطن (پ ۹ سورۃ انفال رکوع ۲) یعنی اتارتا ہے تم پر آسمان سے پانی تاکہ تم کو اس سے پاک کر دے اور لے جائے تم سے شیطان کی پلیدی۔

دوسری آیت ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (پ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۲)

یعنی لیکن اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پہ تمام کرے تاکہ تم شکر گذار ہو۔

اگر یہ کلمات معصومیّت کا فائدہ دیں اور عصمت کے لئے مفید ہوں تو جن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب کیا گیا ہے انکی عصمت اور معصومیّت بھی ثابت ہونی چاہیئے حالاں کہ ان اصحابؓ کے حق میں علو مراتب کے باوجود کوئی بھی سُنّی یا شیعہ معصومیت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔

اس مفہوم کو شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں آیت تطہیر کی بحث کے آخر میں بالفاظ درج ذیل فرمایا ہے۔

"اگر ایں کلمہ مفید عصمت مے شد بایستے کہ ہمہ صحابہ علی الخصوص حاضران جنگ بدر قاطبۃ معصوم مے شد زیرا کہ درحق ایشاں بتفرلق فرمودہ اند۔ قولہ تعالیٰ۔ ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (وقولہ تعالیٰ) لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان[1] ..... الخ

مختصر یہ ہے کہ آیت تطہیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خطاؤں کے دور کرنے اور لغزشوں سے معافی دینے اور پاک کرنے کا ارادہ تشریعی رکھتے ہیں جیسا کہ دیگر احکام شرعی میں ارادہ تشریعی

---

[1] (۱) تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۴ (فارسی) طبع جدید لاہور تحت بحث آیت تطہیر۔

مراد ہوتا ہے۔ مثلاً یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔
بنا بریں یہاں سے عقیدہ عصمت کا مستنبط کرنا درست نہیں یہ عقیدہ نہ
ازواج مطہرات کے حق میں اور نہ ہی اولاد نبویؐ کے حق میں صحیح ہے۔
آخر میں یہ تحریر ہے کہ :۔

"یہ الگ بات ہے کہ خود سیّدہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے اکیلی دختر
نبوی ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور آیت تطہیر کو اپنے اس دعویٰ
پر کبھی دلیل نہیں بنایا یہ چیز قابل توجہ ہے غور فرما دیں۔

وهم (۴) رابع

آیت: یایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ...... الخ

(پ۲۲ رکوع ۷ از سورۃ احزاب)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے (پردے کا حکم دیتے ہوئے اپنے نبی اقدس صلعم کو ارشاد فرمایا) :-

"اے نبی! اپنی ازواج (مطہرات) اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو فرما دیجیے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیں۔ یہ بات اس چیز کے زیادہ قریب ہے کہ یہ پہچانی جائیں اور ان کو ایذا نہ پہنچائی جائے"... الخ

معترض لوگوں نے آیت ہذا کے لفظ "بناتک" کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) تجویز کرنے کے لئے اور باقی دختران نبوی صلعم کی نفی کرنے کے لئے) دلیل بنایا ہے۔ اس نص قطعی کا خلاف کرتے ہوتے اپنے مزعومہ دعویٰ کو مدلل کرنے کے لئے کلام چلایا ہے۔ اس زعم کو دور کرنے کے لئے چند چیزیں پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دفع وہم

۱۔ آیت ہذا اپنی عبارت النص کے اعتبار سے اس مسئلہ کو بیان کر رہی ہے کہ پردے کا حکم (جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

کی تمام ازواج مطہرات آپ کی تمام صاحبزادیوں اور مومنوں کی ان تمام عورتوں کے لیے ہے جو نزول آیت کے وقت تک ایمان لا چکی تھیں۔
اوّلاً و بالذات یہ نیک و صالح بی بیاں مخاطب ہیں اور پھر ثانیاً و بالعرض آنے والی تمام مسلمان عورتیں اس حکم میں داخل ہیں۔

۲ — آیت ہذا کی عبارت اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ازواج تھے جن کو پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا گیا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں جن کو تستر کا حکم فرمایا گیا اور اسی طرح مومنوں کی بہت سی خواتین تھیں جن کو پردہ داری کا حکم دیا گیا یعنی آیت کے الفاظ ازواج[1] بنات[2] اور نساء[3] تینوں جمع کے الفاظ ہیں اس اعتبار سے ان تمام خواتین کے لئے یہ حکم ہے۔
آیت ہذا میں جمع کے مذکورہ بالا ہر سہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں اور ان تینوں الفاظ میں یہاں باعتبار تعظیم کے لفظ جمع سے واحد مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

۳ — مفسّرین حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے۔
چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں آیت ہذا کے تحت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چار صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے اور ہر ایک صاحبزادی کے الگ الگ احوال تحریر فرماتے ہیں جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مفسّرین کے نزدیک بھی آیت ہذا کے لفظ "بناتک" کا صحیح مصداق متعدد دختران نبوی صلعم ہیں۔ صرف ایک دختر مراد نہیں۔ اور ہم نے قبل ازیں بنات ثلاثہ کے سوانح میں تفسیر قرطبی سے بھی ان کے احوال نقل

کر دیئے ہیں۔[1]

۴۔ آیت ہذا کے نزول کے وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا زندہ موجود ہونا ثابت ہے جیسا کہ ان کے الگ الگ سوانح حیات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور شیعہ کے ائمہ کرام و علماء و مجتہدین کے فرمودات کو اس پر بطور شواہد پیش کیا ہے۔

فلہذا آیت مذکورہ کا لفظ "بناتک" دختران نبوی کے حق میں بلحاظ تعداد درست ہے۔ اور اس لفظ جمع کی واحد کے لئے تاویل کرنا بلاوجہ اور بغیر ضرورت کے ہے اور اس طرح تاویل کرنے سے آیت ہذا کا صحیح مفہوم مجروح ہوتا ہے۔ اور واقعات جو حقیقت پر مبنی ہیں ان کا خلاف ہوتا ہے اور انکی تکذیب ہوتی ہے اور اپنے اکابر و اسلاف کی مخالفت اور تکذیب کرنا بلکہ تغلیط کرنا مستحسن طریق نہیں۔

"اور لفظ بناتک میں تعظیما جمع مراد لینا درست نہیں اس لیے کہ جہاں تعظیما جمع ہو وہاں عموما صیغہ مذکر کے ساتھ لائی جاتی ہے اور یہاں مؤنث کے صیغے کے ساتھ مستعمل ہے فلہذا تاویل مذکورہ صحیح نہیں۔

۵۔ اور اگر لفظ "بناتک" میں جمع تعظیم کی تاویل کر کے صرف ایک دختر مراد لی جائے تو یہاں سے ایک دوسرا غلط مفہوم کوئی اور شخص بھی اخذ کر سکتا ہے کہ اگر "بناتک" سے صرف ایک دختر مراد ہے تو لفظ "ازواجک" سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی "زوجہ" مراد ہے اور ازواج یہاں جمع تعظیم کے طور پر مذکور سمجھا جائے گا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دیگر زوجہ ہی نہیں ہے۔

امید ہے معترض حضرات اس تاویل کو پسند نہیں فرمائیں گے۔ فلہذا جس طرح

---

[1] تفسیر احکام القرآن للقرطبی ص ۲۴۲/۲۴۳ جلد (۱۴) سابع عشر تحت آیت قل لازواجک وبناتک ...... الخ (سورۃ احزاب)

یہ تاویل درست نہیں بالکل اسی طرح لفظ بناتک" میں ان کی مجوزہ تاویل (کہ یہ تعظیماً جمع ہے) بھی درست نہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ تاویل سنتہ نبوی (صلعم) وملی سیرت واسلامی تاریخ اور واقعات کے برخلاف ہے۔ سابقاً اس کی تفصیل دے دی گئی ہے اور ابتداء کتاب میں" اصل استدلال" کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

قاعدہ یہی ہے کہ مستعمل شدہ لفظ کو اپنے اصل معنیٰ اور ظاہر مفہوم پر ہی رکھا جاتا ہے۔ ظاہر عبارت سے ہٹا کر دوسرا مفہوم نہیں مراد لیا جاتا۔ مگر وہاں کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو تو تب اس کے اصل معنیٰ کو چھوڑ کر دوسرا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ اور آیت بالا میں قرینہ صارفہ موجود ہی نہیں ہے۔

بنابریں آیت مذکورہ کے الفاظ" ازواجک وبناتک" میں یہی قاعدہ ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ورنہ آیت کا جو صحیح مفہوم و معنیٰ ہے وہ غلط ہو جائے گا۔ قرآن مجید میں غلط استدلال قائم کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز روا نہیں۔

ناظرین کرام! ان چند معروضات پر اگر توجہ فرما سکیں تو معترض احباب کے استدلال کی کج روی اور کج بحثی عیاں ہو جائے گی۔

یہ بحث کتاب ہذا کی ابتداء میں بقدر ضرورت پیش کر دی گئی تھی لیکن یہاں دفع وہم کے طور پر مزید ذکر کر دی گئی ہے تاکہ اچھی طرح دفع اشتباہ ہو جائے۔

وہم ۵ خامس

بناتِ ثلاثہ رضی اللہ عنہن کے متعلق خلاف لکھنے والوں نے یہ ایک وہم پیش کیا ہے کہ "سہم ذوی القربیٰ" میں سے ان تینوں صاحبزادیوں کو حصہ نہیں دیا گیا اور نہ ان کے ازواج کو حصہ خمس میں شامل کیا گیا۔ جبکہ حضرت فاطمہؓ اور ان کے زوج حضرت علیؓ کو برابر "سہم ذوی القربیٰ" سے حصہ عطا کیا جاتا رہا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور ایک ہی داماد حضرت علی المرتضیٰؓ تھے۔ اگر کوئی اور صاحبزادی یا داماد ہوتے تو ان کو بھی "سہم ذوی القربیٰ" سے حصہ دیا جاتا۔ ان لوگوں نے ایک دختر نبوی ہونے کی یہ دلیل بنائی ہے اور بطریق مذکور استدلال قائم کیا ہے۔

دفع وہم

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو مالِ غنیمت سے حصہ خمس دیا جاتا تھا۔ نبیٔ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ حصہ اقرباء کو برابر دیا جاتا رہا۔ لیکن اس حصہ کے مستحق ہونے کی بنیاد فقر اور احتیاج پر تھی۔ اس بناء پر جو حضرات اقرباء میں سے اپنے فقر و احتیاج کی بناء پر مستحق تھے ان کو حصہ خمس دیا جاتا تھا۔

اس ضروری تشریح کے بعد مسئلہ واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ بمع دیگر اقارب کے فقر و احتیاج کی بناء پر خمس کے مستحق تھے اس وجہ سے ان کو

یہ حصّہ ادا کیا جاتا تھا۔

باقی صاحبزادیاں اوران کے ازواج چونکہ غنی تھے ان میں فقرو احتیاج نہیں تھا اس لئے انہیں یہ حصّہ ادا نہیں کیا جاتا تھا۔

علماء احناف نے اس مسئلہ کی دلیل دو طرح سے ذکر کی ہے۔

(۱)

ایک تو خلفاء الراشدین حضرات ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا عمل اور فعل اسی طرح پایا گیا ہے کہ اقربار نبویؐ میں سے حصّہ خمس صرف فقراء اور قابل امداد لوگوں کو ہی دیا جاتا تھا اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

۱ — چنانچہ علامہ بدرالدین العینیؒ نے شرح الهدایۃ میں اس مسئلہ کو بعبارت ذیل درج کیا ہے :۔

"...... ثم قسم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنهم ثلاثة اسهم، سهم لليتامى وسهم للمساكين وسهم لابناء السبيل وكان ذالك بمحضر من الصحابة ولم ينكر عليهم احد فحل الاجماع وكفى بهم قدوة" [۱]

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ چاروں حضرات مال خمس کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصّہ

---

[۱] عینی شرح هدایة ص ۸۳۵ ج ثانی طبع ہند تحت کتاب السیر

یتیمی کے لئے ایک حصہ مساکین کے لئے اور ایک حصہ مسافروں کے لئے۔
اور یہ معاملہ تمام صحابہؓ کی موجودگی اور حاضری میں پیش آتا تھا۔ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے انکار اور اعتراض نہیں کیا۔ پس یہ مسئلہ اجماع کے مقام میں ٹھہرا اور خلفاء اربعہ امّت کے لئے پیشوائی میں کافی ہیں یعنی ان حضرات کا عمل تمام امّت کے لئے قابل استدلال ہے اور صحیح ہے۔

۲۔ نیز ابوبکر الجصاص رازیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؒ سے دریافت کیا کہ:۔

.....ما فعل علیؓ بسهم ذوی القربیٰ حین ولی فقال سلك به سبیل ابی بکرؓ و عمرؓ...... قال ابوبکر الجصاص لو لم یکن هذا رأیه لما قضیٰ به.......
فثبت ان رأیه و رأیهما کان سواء فی ان سهم ذوی القربیٰ انما یستحقهٔ الفقراء منهم و لما اجمع الخلفاء الاربعة علیه ثبتت حجته باجماعهم لقوله صلّی الله علیه وسلم علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین من بعدی[1]......

"مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے سہم ذوی القربیٰ کے مسئلہ میں جبکہ وہ اپنے دور میں خود خلیفہ اور حاکم ہوئے تو کیا صورت اختیار کی تو

---

[1] احکام القران للجصاص ص۸۷ ج-۳ تحت باب القسمه الخمس

جواب میں محمد باقرؒ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا..... ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اپنی رائے اور حضرات شیخینؓ کی رائے یکساں تھی اس مسئلہ میں کہ ذوی القربیٰ میں سے صرف فقراء حضرات خمس کے مستحق ہیں۔ جب خلفاء اربعہ کا اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا تو ان کے اجماع کے ذریعے حجت قائم ہو گئی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری سُنّت کو لازم پکڑو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑو۔"

۳۔ اور ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں بھی یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؒ سے سہم ذوی القربیٰ کا سوال کیا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں کیا صورت اختیار فرمائی؟ جبکہ وہ اپنی خلافت میں والی و حاکم تھے۔ تو محمد باقرؒ نے فرمایا۔

"سلك به والله سبيل ابی بكرؓ و عمرؓ"[1]

"کہ اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا۔"

یعنی کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی اور ذوی القربیٰ میں سے جو فقراء و محتاج ہوتے تھے ان کو خمس سے حصّہ دیا جاتا تھا۔ اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

---

[1] فتح القدیر لابن الہمامؒ ص ۳۲۹ ج ۴ کتاب السیر

۲

دوسری دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کا قول ہے جو صحیح روایات میں موجود ہے کہ :-

" ان بنا العام عنه غنیً و بالمسلمین الیه حاجة "

یعنی حضرت عمرؓ کے دور میں جب مال غنیمت سے حصہ خمس الگ کرکے حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ یہ آپ حضرات اقرباء نبویؐ کا حق ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ :-

" اب ہمیں امسال حق خمس سے استغناء حاصل ہے لہٰذا اسے ہمارے سوا دوسرے حق داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دیگر مسلمانوں کو اس کی حاجت و ضرورت ہے " [1]

مختصر یہ ہے کہ تصریحات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اقرباء محتاج اور قابل امداد ہوتے تھے ان کو خمس سے حصہ دیا جاتا تھا۔ بنابریں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت علی رضؓ کو

---

[1] (۱) مسند امام احمد ص ۸۴-۸۵ جلد اوّل تحت مسندات علیؓ

(۲) ابوداؤد شریف ص ۶۱ ج ۲ بیان مواقع قسم الخمس طبع مجتبائی دہلی

(۳) کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص ۲۰ باب فی قسمة الغنائم

فقر واحتیاج کی بناء پر خمس سے حصّہ دیا جاتا تھا اور باقی صاحبزادیاں اور ان کے ازواج چونکہ محتاج نہیں تھے اور ان کی مالی حالت بہتر تھی اس بناء پر ان کو خمس سے حصّہ نہیں دیا گیا۔

اب اس چیز کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونیکی دلیل بنانا اور تقسیم خمس کے ذریعے استدلال قائم کرنا ہرگز درست نہیں۔

معترض دوستوں نے اس مسئلہ کو غلط رنگ دے کر آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کی دلیل بنا لیا ہے۔ جو کسی پہلو سے صحیح نہیں ہے۔

نیز ناظرین کرام پر واضح ہو کہ تقسیم خمس میں سہم ذوی القربیٰ کا مسئلہ "رحماء بینھم" حصّہ اوّل (صدیقی) میں گزر چکا ہے اس کی متعلقہ تفصیلات مطلوب ہوں تو وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

وہم ⑥ سادس

دعوت مباہلہ کا مسئلہ

قرآن مجید میں ہے :۔

"فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنة اللہ علی الکذبین ٥" (پ۳ سورۃ آل عمران)

یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ :۔

"پس جو شخص آپ سے جھگڑا کرے (حضرت عیسیٰ کے بارے میں) آپ کے پاس علم آجانے کے بعد۔ تو کہہ دیجیے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم عورتوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی ذاتوں کو بلائیں اور تم اپنی ذاتوں کو بلاؤ۔ پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ پس جھوٹ بولنے والوں پر ہم اللہ کی لعنت کریں۔"

یہ واقعہ ۹ ھ میں نصاریٰ نجران کے ساتھ اہل اسلام کو پیش آیا تھا۔ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئی معاملات میں خصوصاً حضرت عیسیٰ کے متعلق کچھ بحثیں شروع کر دی اور قرآن مجید کی جانب سے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو چیزیں بیان کی گئی تھیں ان پر نصاریٰ کو تسلی نہیں ہوئی تھی تو اس موقعہ پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تم مباہلہ کر لو جس

طرح کہ آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور نصاریٰ دونوں جماعتوں کو حکم ہے کہ اپنے اپنے لڑکوں، عورتوں اور اپنوں کو بلالائیں پھر سب خدا کے سامنے عاجزی کے ساتھ دُعا مانگیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

اس دعوت مباہلہ پر نصرانی آپس میں مشورہ کرنے کے بعد مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے اور نصرانیوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ مباہلہ عمل میں نہ آسکا اور تیاری کے مراحل میں ہی ختم ہو گیا یعنی عملاً مباہلہ نہیں ہوا۔ نصرانیوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیلات آیت ہذا کے تحت تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔

روایات میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مباہلہ کے لیئے تیار ہونے لگے تو آپؐ نے حضرات حسنینؓ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اسی وقت بُلا لیا تھا۔

ایک صاحبزادی ہونے پر شیعہ کا استدلال :

واقعہ مباہلہ سے شیعہ صاحبان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی ہونے پر اس طرح استدلال قائم کرتے ہیں کہ

"نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین حضرت علیؓ اور صرف حضرت فاطمہؓ کو ساتھ لیا تھا اور اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو انہیں بھی اس موقعہ پر ساتھ لیا ہوتا۔ اور بالفرض اگر دوسری صاحبزادیاں فوت ہو چکی تھیں تو ان کے شوہروں کو ہی بلا لیا ہوتا" صرف ایک فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بلانے سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی تھی اور حقیقی داماد بھی ایک علیؓ بن ابی طالب تھے۔

دفع دھم

مسئلہ ھذا کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں مختصراً پیش خدمت ہیں، ان پر غور کر لینے سے دوستوں کے استدلال کی خامی خوب واضح ہو جاتے گی اور مسئلہ ہذا کی حقیقت صحیح شکل میں نظر آسکے گی۔

ا۔۔۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان دوستوں نے آیت مذکورہ بالا سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاجزادی ہونے پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ آیت ہذا میں اولاً تو لفظ "بنات" مذکور ہی نہیں وہاں عورتوں کے لئے نساءنا اور بیٹوں کے لئے ابناءنا کے الفاظ موجود ہیں لیکن بیٹیوں کے لئے "بنات" کے الفاظ مذکور ہی نہیں۔ تو آیت قرآنی میں اپنی بیٹیوں اور دختروں کو بلانے کا حکم ہی مذکور نہیں فلہذا ایک دختر ہونے پر آیت قرآنی سے استدلال کس طرح صحیح ہوا ؟؟

۲۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ روایت میں حضرت فاطمہؓ کو بلانے کا ذکر موجود ہے تو وہ استدلال بالروایۃ متصوّر ہو گا۔ استدلال بالآیۃ نہ ہو گا۔ یعنی اس آیت کا "بنات" کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں صرف روایت میں یہ مسئلہ ہے۔

۳۔۔۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس مقام میں متعدد روایات موجود ہیں یہاں ان کو ملحوظ خاطر رکھنا دیانت داری کا تقاضا ہے بعض روایات کو قابل اعتماد سمجھنا اور دوسری روایات کو بلاوجہ قابل اعتنا نہ سمجھنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس مقام کی ایک روایت تو وہ ہے جس میں مباہلہ کے موقع پر حضرات

حسنینؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بلا کر ساتھ لینے کا ذکر ہے وہ بالکل درست ہے۔

اس روایت سے شیعہ حضرات یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی تھی اور حقیقت داماد صرف حضرت علیؓ ہی تھے۔ اگر دیگر صاحبزادیاں ہوتیں یا حضرت علیؓ کے بغیر کوئی اور بھی حقیقی داماد ہوتا تو ان کو بھی اس موقع پر بلا کر ساتھ لیا ہوتا۔

اب یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ شیعہ کے نزدیک واقعہ ہذا (مباملہ) سنہ ۹ھ میں اور ایک قول کے مطابق سنہ ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ تلخیص الشافی (ص ۳۸۳ طبع قدیم اور ص ج ۳ طبع جدید فصل فی انّ امیر المؤمنین علیہ السلام افضل الصحابۃ) میں اسی طرح درج کیا ہے۔ اس واقعہ سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں صاحبزادیاں اس عالم سے انتقال فرما چکی تھیں۔ اور یہ چیز فریقین کے درمیان مسلمات میں سے ہے کوئی مختلف فیہ چیز نہیں۔

حضرت رقیہؓ سن دو ہجری (جنگ بدر کے موقع پر) میں فوت ہوئیں۔ اور حضرت زینبؓ سن ۸ھ (آٹھ) میں اور حضرت ام کلثوم شعبان سنہ ۹ھ میں قبل از واقعہ مباہلہ فوت ہو چکی تھیں۔

(جیسا کہ ہر سہ صاحبزادیوں کے حالات میں بیان کیا گیا) اس بنا پر ان صاحبزادیوں کا واقعہ ھذا میں شامل نہ ہونا ایک ظاہر بات ہے۔ لہٰذا اس وقعہ پر صرف ایک حضرت فاطمہؓ زندہ تھیں اور انھیں ساتھ لیا گیا۔ نیز یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ خواتین میں سے صرف حضرت فاطمہؓ کا روایت میں ذکر کیا جانا اور مردوں میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کا ذکر کیا جانا اور اسی طرح حضرات حسنینؓ کے ذکر کیے جانے سے اس واقعہ میں شامل باقی خواتین اور دیگر حضرات کی نفی لازم نہیں آتی دوسرے لفظوں میں روایت مذکورہ میں ان حضرات کا ذکر کیا جانا دیگر حضرات کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور عدم ذکر الشی سے

عدم وجود الشئی لازم نہیں آتا۔

چنانچہ اس موقعہ کی دیگر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ :-

عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ھٰذہ الایۃ فقل تعالوا ندع ابناءنا..... الخ

الآیۃ قال فجاء بابی بکر وولدہٖ وبعمر وولدہٖ وبعثمان وولدہٖ وبعلی وولدہٖ" ؎۱

مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضؓ کو ان کی اولاد سمیت۔ عمر فاروق رضؓ کو ان کی اولاد سمیت اور عثمان غنی رضؓ کو ان کی اولاد سمیت اور علی المرتضیٰ رضؓ کو ان کی اولاد سمیت (موقعہ مباہلہ پر) بلا کر ساتھ لائے"

نیز علماء کرام نے یہاں ایک اور روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے کہ :-

عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لولا عنتھم یا رسول اللہ بید من کنت تاخذ، قال صلی اللہ علیہ وسلم آخذ بید علیؓ وفاطمۃؓ والحسن والحسینؓ وعائشۃؓ وحفصۃؓ" ؎۲

؎۱ (۱) تفسیر الدر المنثور للسیوطی ص۴۰ ج۲ تحت الایۃ فقل تعالوا...... الخ

۲۔ تفسیر روح المعانی ص۱۹۰ ج۳ پارہ سوم تحت الآیۃ

۳۔ تفسیر للشوکانی ص۳۴۸ ج۱ -اوّل تحت آیت مباہلہ پارہ سوم

؎۲ (۱) سیرۃ حلبیہ ص۲۴۲ ج۳ باب یذکر فیہ ما یتعلق بالوفود التی وفدت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آنجناب ؐ نجران والوں کے ساتھ مباہلہ کرتے اور بددعا فرماتے تو آپؐ کن کن لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کی بددعا فرماتے؟ تو آنجناب ؐ نے فرمایا کہ میں علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ عائشہؓ اور حفصہؓ کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کرتا۔"

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ :-

۱۔ حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تینوں حضرات کو بھی اس موقعہ پر مع ان کی اولاد کے بلا لیا گیا تھا۔ اور مباہلہ کی تیاری میں یہ تمام حضرات مدعو تھے۔ اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ ساتھ یہ تینوں حضرات بھی مع اولاد کے شامل کیے جاتے۔

۲۔ اسی طرح خواتین میں سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بھی اس موقعہ پر شامل کیا جانا منظور خاطر تھا اور اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بھی ساتھ لیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ واقعہ مباہلہ میں شیعہ صاحبان نے جو ایک آدھ روایت کو سامنے رکھ کر تخصّصات قائم کیے ہیں وہ بالکل بے جا ہیں اور اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے یا صرف ایک حقیقی داماد ہونے کا جو استنباط کیا ہے وہ کسی پہلو سے درست نہیں ہے اس کو غلو عقیدت کا ہی نتیجہ کہا جا سکتا ہے اور بس۔

خلافت بلا فصل پر شیعہ کا استدلال

اس دور کے شیعہ حضرات نے واقعہ مباہلہ سے آنجناب صلّے اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی ہونے پر استدلال کیا ہے اور ہم نے اس

استدلال کی خفت اور کمزوری سطور گذشتہ میں واضح طور پر بیان کر دی ہے۔

اور شیعہ کے سابق علماء اس واقعہ سے حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ بے جا اور غیر موزوں استدلال ہے۔ اور کچھ وزنی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ:۔

(۱) آیت مباہلہ میں تو مسئلہ خلافت کا ذکر تک موجود نہیں اور روایت مباہلہ میں بھی مسئلہ خلافت کے متعلق کلام نہیں پایا گیا وہاں اس کا فقدان ہے نیز یہ بات بھی ہے کہ آیت مباہلہ یا روایت مباہلہ سے خود حضرت علیؓ نے نہ اپنی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے اور نہ ہی کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے۔

البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کی تیاری میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کے صاحبزادوںؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو مدعو کرنے کی عزت بخشی اور یہ اعزاز اپنی جگہ فضیلت کی چیز ہے جس کے ہم قائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دیگر روایات کی رو سے (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) حضرات خلفاء ثلاثہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ (امہات المومنین) بھی اسی شرف دعوت سے مشرف ہوتے تھے فلہذا ان تمام حضرات کا احترام اور شرف بھی لائق لحاظ اور قابل قدر ہے۔

(۲) اگر آیت مباہلہ کے لفظ "انفسنا" سے بقول شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کی ذات مراد لی جائے اور نفس رسولؐ قرار دیا جائے اور رسول اللہ کی جمیع صفات نبوت میں حضرت علیؓ کے لئے مساوات تسلیم کی جائے تو حضرت علیؓ کو نبوت و رسالت ختم نبوت اور بعثت الی کافۃ الخلق وغیرہ وغیرہ صفات سے متصف تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے۔

بصورت دیگر حضرت علی المرتضیٰ کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات

میں مساوات تسلیم کی جائے تو کوئی مفید ہی نہیں اور نہ ہی اس سے اصل مقصد کا اثبات ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر بالفرض آیت مباہلہ کو حضرت علی المرتضٰیؓ کی خلافت و امامت کی دلیل قرار دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ حضرت علیؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں ہی آنجنابؐ کے خلیفہ ہوں اور یہ بھی صحیح نہیں اور واقعات کے خلاف ہے۔

پس آیت مذکورہ میں لفظ "انفسنا" سے اہل قرابت ہم نسب "ہم ملت" اور اپنی جماعت" کے افراد مراد ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی دیگر آیات مبارکہ مثلاً "ولا تخرجون انفسکم من دیارکم"۔ ثم انتم ھٰؤلاء تقتلون انفسکم۔ اور ولا تلمزوا انفسکم وغیرہ وغیرہ آیات میں" انفس" کا مفہوم و مراد اہل قرابت، اہل دین، اور اپنی جماعت کے لوگ ہیں۔

فلہٰذا آیت مباہلہ کا مطلق خلافت سے کوئی تعلق نہیں چہ جائیکہ اسے خلافت بلافصل کی دلیل قرار دیا جائے۔ اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا استدلال آیت مباہلہ سے کسی پہلو سے درست نہ ہوا۔ اور علمی اصطلاح میں یہ دلیل اپنے مدعیٰ کو ثابت نہیں کر سکی۔ فلہٰذا یہاں تقریب تام نہیں۔

وہم (۷) سابع

اس دور میں ہوائے نفس غالب ہونے کی وجہ سے لوگ مسلمات اور حقائق کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور کتاب و سُنّت اور اسلامی سیرت و تاریخ کے برخلاف کرنے میں کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے۔

چنانچہ آجکل یہ چیز بڑی شد و مد سے پیش کی جا رہی ہے کہ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کے دختران نبیؐ ہونے کی نفی کی جا رہی ہے۔

معترضین کا استدلال

چونکہ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کثرت سے مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں اور "دیگر صاحبزادیوں کے حالات و فضائل سے کتابوں کے صفحات کورے نظر آتے ہیں"۔ اس لئے یہ چیز حضرت فاطمہؓ کے ایک ہی دختر نبویؐ ہونے کی دلیل ہے ..... اور زینبؓ رقیہؓ اور اُمِ کلثومؓ صلبی و نسبی دخترانِ نبویؐ نہیں ہیں بلکہ نبی کی "روایتی" اور رواجی بیٹیاں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ کثرت فضائل فاطمہؓ وحدت بنت النبیؐ ہونے کی دلیل ہے دیگر دختران کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی فلہذا وہ دختران نبیؐ نہیں ہیں۔

دفع وہم

مذکورہ بالا وہم کے ازالہ کے لئے درج ذیل چیزوں پر نظر فرمادیں معترضین کے استدلال کی سبکی معلوم ہو جائے گی۔

۱۔ ناظرین کرام پر واضح ہے کہ ہم نے قبل ازیں ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں ان میں ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے احوال زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا ہے اس میں ان کے فضائل وکمالات پوری طرح آگئے ہیں۔ اگر اطمینان خاطر مقصود ہو تو ایک دفعہ ان صاحبزادیوں کے سوانح کی فہرست مضامین پر ہی نظر کرلیں۔ تو آپ پر معترض احباب کی غلط بیانی اور دروغ گوئی کا اندازہ ہو جائے گا۔

ہم نے ان صاحبزادیوں کے سوانح حیات میں پیدائش سے وفات تک کے احوال کو شیعہ وسنّی کتب سے نقل کیا ہے۔ اب یہاں گذشتہ چیزوں کے دوہرانے کی مزید حاجت نہیں۔ سابقہ تحریر کردہ حالات ہی اس چیز پر کافی شاہد ہیں۔ اور معترض صاحب کی دروغ بیانی پر گواہ ہیں

۲۔ ایک شخصیّت کی "کثرت فضیلت" سے دوسروں کے نسب کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثال کے طور پر حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل کثرت سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن ان کے بھائیوں حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ کے فضائل نسبتاً کم ملتے ہیں اب کوئی شخص حضرت علیؓ کے برادران مذکورین کی اس لیے نفی کردے کہ ان کے فضائل کم دستیاب ہوتے ہیں اور حضرت علیؓ کے فضائل کثرت سے ملتے ہیں اور وہ اس چیز کو دوسرے برادران کی نفی پر دلیل بنادے تو یہ طریق استدلال درست نہ ہوگا۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بہت سے بیٹے تھے۔ فضائل کثیرہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پائے جاتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ عدد بیٹے مشہور ہیں لیکن فضائل کثیرہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے دستیاب ہوتے ہیں، باقی فرزندوں کی ان حالات میں نفی کر دینا درست نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا معاملہ ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہؓ کے فضائل اگر زیادہ پائے جاتے ہیں اور ان کی دوسری بہنوں کے فضائل نسبتاً کم دستیاب ہیں تو اس سے حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے نسب کی نفی کرنا اور فضائل کی کمی بیشی کو نسب کی نفی کے لیے دلیل بنانا ہرگز درست نہیں۔

مختصر یہ ہے کہ عدم کثرت فضائل سے عدم نسب و نفی نسل کا قاعدہ تجویز کر لینا عقلاً و نقلاً صحیح نہیں ہے۔

۴۔ نیز یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں حضرت فاطمہؓ آنجنابؐ کی اولاد شریف میں سے اکیلی رہ گئی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (سگی ماں) بھی بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپ کی کوئی خالہ بھی زندہ موجود نہ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے چکی تھیں۔ اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے آپ کی توجہات کریمانہ کا واحد مرکز صرف حضرت فاطمہؓ تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی رعایت ملحوظ خاطر رہتی تھیں۔

عموماً اس دور میں سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے متعلق متعدد فضائل کی چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ جو صحیح روایات میں مذکور

ہیں وہ اپنی جگہ درست ہیں۔

لیکن یہاں سے حضرت فاطمہؓ کی دیگر بہنوں کے نسبی و صلبی ہونے کی نفی کرنا نہایت قبیح امر ہے اور ان ہر سہ[3] صاحبزادیوں کو "روایتی بیٹیاں" اور "رواجی بیٹیاں" کہنا، آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کی (معاذ اللہ) تحقیر و تذلیل ہے جو کسی مسلمان کے لئے ہرگز درست نہیں۔

نیز یہ چیز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہؓ کی ایذائے روحانی کا باعث بھی ہے یہ ان حضرات کے حق میں پسندیدہ طریق نہیں ہے نہ یہ حضرت فاطمہؓ کی خیر خواہی ہے نہ سردارِ دو عالم صلعم کی۔

وھم ۸ ثامن

معترض احباب نے سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ثابت کرنے کے لئے ایک روایت تفسیر الدر المنثور سے نقل کی ہے اور اسے ایک صاحبزادی ہونے پر کھلا ہوا آسمانی ثبوت تجویز کیا ہے۔

اس روایت کے راوی "فرقد السبخی" ہیں اور ابن ابی حاتم نے اسے تخریج کیا ہے۔ فرقد السبخی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف وحی انجیل میں ہوئی تھی اور اس روایت میں ہے کہ آخر الزماں نبیؐ کی نسل ایک مبارک زوجہ سے ہوگی اس کے لئے ایک بیٹی ہوگی پھر اس بیٹی کے لئے دو بیٹے ہونگے الخ

اس روایت میں آخری نبیؐ کی ایک دختر کا ذکر ہے پس ایک بنت رسولؐ ہونا یہاں سے معلوم ہو گیا یہ ایک کھلا ہوا آسمانی ثبوت ہے۔

دفع وھم

اس وہم کے ازالہ کے لئے مندرجہ ذیل معروضات پر توجہ فرمائیں :۔

۱

اہل علم حضرات پر خواب واضح ہے کہ تفسیر الدر المنثور میں ہر قسم کی

روایات فراہم کر دی گئی ہیں۔ اور عموماً ان کی صحت وسقم پر صاحب کتاب کچھ کلام نہیں فرماتے۔ علامہ السیوطی روایت کے تخریج کرنے والے محدث اور راوی کا نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہو جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ناظرین خود صاحب تخریج اور راوی کی طرف رجوع کر کے روایت کی صحت یا عدم صحت پر نظر کر لیں اور اس کے درجہ قبولیت کا اندازہ کر لیں۔

(۲)

روایت مذکورہ بالا کا راوی "فرقد السبخی البصری" (ابن یعقوب) ہے اسکے متعلق علماء نے مندرجہ ذیل کلام کیا ہے جس سے اس راوی کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس کا لائق اعتبار واعتماد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱— ابن ابی حاتم رازی (صاحب تخریج روایت ہذا) کہتے ہیں کہ فرقد السبخی صاحب حدیث نہیں یعنی محدثین میں اس کا کوئی مقام نہیں ..... یہ معروف روایات کے مقابلے میں منکر روایات لاتا ہے .... مقام حدیث میں ضعیف ہے قوی نہیں[۱]"

۲— طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ یہ شخص حدیث میں ضعیف ہے اور منکر روایات لاتا ہے اور صاحب حدیث نہیں[۲]۔

---

[۱] { کتاب الجرح والتعدیل ص ۸۲-۸۱ جلد ۳ قسم دوم لابن ابی حاتم الرازی۔ تحت فرقد السبخی۔

[۲] { طبقات ابن سعد ص ۱۱ ج ۷ قسم ثانی تحت فرقد ابن یعقوب السبخی۔

۳— تقریب میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ فرقد حدیث میں کمزور ہے اور کثیر الخطار ہے[1]

۴— تہذیب میں ہے کہ فرقد حدیث میں " لاشیئ " ہے اس کی حدیث میں مناکیر ہوتے ہیں....... اور یہ شخص احکام اور سنن میں حجت نہیں۔ .... اور فرقد مرسل روایت کو مرفوع بنا دیتا تھا اور موقوف کو مسند بنا دیتا تھا اور اس کا اس کو پتہ نہ چلتا تھا اس وجہ سے اس کے ساتھ حجت پکڑنا باطل ہے[2]...... الخ

اس فن کے اکابر علمار کی مذکورہ بالا تصریحات اور خود ابن ابی حاتم کی تحقیق کے مطابق یہ شخص باب حدیث میں ضعیف، کثیر الخطا اور منکر روایات لانیوالا ہے۔ اور قابل استدلال اور لائق حجت نہیں۔

فلہذا اس کی مذکورہ روایت اثبات حکم کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ مقام استدلال میں صحیح روایت سے دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ محدثین کے نزدیک جو صحیح روایت ہو وہ پیش کریں۔

(۳)

بالفرض والتقدیر اگر روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو روایت مذکورہ بالا کی عربی عبارت :-

.... انما نسلہ من المبارکۃ یعنی خدیجۃ..... لھا ابنۃ

---

[1] - تقریب لابن حجر عسقلانی ص۲۱۴ - تحت فرقد ابن یعقوب

[2] - تہذیب التہذیب لابن حجر ص۲۶۴-۲۶۳ ج- ثامن - تحت فرقد

یعنی فاطمہ ولھا ابنان فیستشھدان یعنی الحسن والحسین...الخ
میں غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ :-
۱ــــ روایت میں ہر سہ الفاظ المبارکہ ۱۔ ابنتہ ۲ اور ابنان ۳ کی جو تشریح لفظ یعنی سے کی گئی ہے وہ رواۃ میں سے کسی راوی کے اپنے توضیحی الفاظ ہیں۔ اصل روایت میں وارد نہیں۔ بلکہ اس سے خارج ہیں۔
۲ــــ روایت ہذا کے ذریعے پیغمبر آخرالزماںؐ کے حق میں بشارت دی جارہی ہے اور پیش گوئی فرمائی جارہی ہے کہ اس نبی اُمیؐ کی نسل ایک مبارک خاتون سے جاری ہوگی اور اس کی ایک ایسی بیٹی ہوگی جس کے دو بیٹے ہونگے جو شہید ہونگے...... الخ
مطلب یہ ہے کہ یہاں پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے جاری ہونے کا سلسلہ ذکر فرمایا جارہا ہے اس روایت میں نہ تو آنجناب کے باقی ازواج مطہرات کی نفی کی جارہی ہے اور نہ ہی حضرت خدیجہؓ کی دیگر اولاد شریف خواہ بیٹے (قاسم۔عبداللہ) ہوں یا بیٹیاں (زینبؓ رقیہؓ ام کلثومؓ) کی نفی مقصود ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ اگر روایت ہذا کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اجرائے نسل کی پیشگوئی مذکور ہوئی نہ کہ آنجنابؐ کی صرف ایک دختر ہونے کا مسئلہ بیان ہوا۔

وہم ⑨ تاسع

معترض لوگوں کی طرف سے ایک دختر نبویؐ ہونے پر یہ شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خطبات جمعہ ہُوں یا عیدین، ان میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؓ کا نام مبارک ذکر کیا جاتا ہے اور کسی دیگر دختر نبویؐ کا نام ذکر نہیں کیا جاتا۔

یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو ان کے اسماء گرامی بھی خطبات میں ذکر کیے جاتے۔

دفع وہم

پہلی بات تو یہ ہے کہ عموماً خطبات میں ایک صاحبزادی کا ذکر خیر آنے سے دوسری صاحبزادیوں کی نفی نہیں ہوتی۔ قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشیئ لا یستلزم عدمہ

دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے متعلق مسلمانوں کے بعض طبقوں (خارجی، ناصبی وغیرہ) کے خیالات خلاف تھے اور حضرت فاطمہؓ کو عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس بناء پر حضرت فاطمہؓ کا ذکرِ خیر خطبات میں علمائے کرام کر دیتے تھے تاکہ مخالف عناصر کے غلط خیالات کا ازالہ ہوتا رہے۔

موجودہ دور سے قبل دیگر ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت اُم کلثومؓ کے خلاف لوگوں کے جذبات نہیں پائے جاتے تھے۔ اس

بنا بریں ان معزز خواتین کا ذکر خیر خطبات میں لانا ضروری خیال نہیں کیا گیا۔
اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں اور نظریات میں عظیم تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی ہر سہ صاحبزادیوں کو مبارک نسل نبویؐ سے خارج قرار دیا جا رہا ہے اور بڑے تحقیر آمیز کلمات کے ساتھ ان مقدس ہستیوں کا ذکر "روایتی بیٹیوں" اور "رواجی بیٹیوں" کے عنوانات سے کیا جا رہا ہے۔ تو یہ ضروری ہو گیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے اسماء گرامی خطبات میں ذکر کیے جائیں تا کہ معترضین کے غلط اور فاسد خیالات کا ازالہ ہوتا رہے۔ اور اہل اسلام کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی قائم و دائم رہے۔

حالات کے بدل جانے سے مسائل میں تبدیلیاں واقع ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی خطبات میں اسی لئے رکھے گئے تھے اس دور میں اس کی ضرورت سامنے آتی تھی۔ اب اس دور میں ہر چہار صاحبزادیوں کے اسماء مبارکہ کا خطبات میں ذکر کرنا انہیں حالات کی وجہ سے ہوگا۔

وہم عاشر

بعض لوگوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر مولوی وحیدالزمان صاحب حیدر آبادی کی ایک عبارت پیش کی ہے جس میں درج ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں۔

اس کے متعلق ہم چند چیزیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان پر نظر غائر کر لینے سے مذکورہ حوالہ کا خودبخود جواب پورا ہو جائے گا اور اکلوتی بیٹی ہونے کے وہم کا دفع ہو سکے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے کا نظریہ بعض شیعہ لوگوں نے ایجاد کیا ہے تو جو لوگ شیعوں کے نظریات سے متاثر ہیں وہی اس قسم کے خیالات ذکر کیا کرتے ہیں۔

اب ہم جناب علامہ وحیدالزمان صاحب حیدر آبادی (مترجم صحاح ستہ) المتوفی ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ / ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء، کے نظریات اور خیالات کو ان کی اپنی ہی عبارات کی صورت میں ناظرین کی خدمت میں مختصراً پیش کرتے ہیں۔ تفصیلات کا موقع نہیں ہے اور اتنی چیز پہلے معروض خدمت ہے کہ جناب وحیدالزمان (وقار نواز جنگ) کچھ زمانہ سنی حنفی تھے۔ اسی دور میں انہوں نے شرح وقایہ کا ترجمہ "نورالہدایہ" کے نام سے کیا تھا۔

ان کے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ان کی طبع میں ایک قسم کی تلوّن مزاجی اور انتہا پسندی تھی۔ کچھ عرصہ مقلّد رہنے کے بعد غیر مقلّد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے

کاربند ہوگئے۔ اِسی دَور میں اُنھوں نے صحاح ستّہ کے تراجم کیے۔

پھر ایک مدّت دراز کے بعد ملا معین سندھی ٹھٹھوی کی کتاب "دراسات اللبیب" وغیرہ سے متاثر ہوئے اور شیعی نظریات کے حامل ہو گئے۔ اسی دَور میں اُنھوں نے "انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات" مرتب کی۔ اس میں متعدد مقامات پر اُنھوں نے اپنے ان شیعی خیالات کا اظہار کیا ہے، ان میں سے چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں جس سے ان کے معتقدات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

جناب وحید الزمان صاحب "مسئلہ خلافت" کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

۱۔ "حضرت علیؓ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابتِ قریبہ اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق، مگر چونکہ آنحضرتؐ نے کوئی صاف و صریح نص خلافت کے باب میں وفات کے وقت نہیں فرمائی اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بلحاظ "مصلحتِ وقت" ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنا لیا تو آپ صبر کر کے خاموش رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقابلہ کرتے تو دینِ اسلام مِٹ جاتا۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ عجز)

اسی طرح ایک دوسری جگہ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ:

۲۔ "اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں میں کون افضل ہیں لیکن شیخین کو اکثر اہلِ سنّت حضرت علیؓ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملتی۔ نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکانِ دین سے ہے، زبردستی اس کو متکلمین نے

عقائد میں داخل کردیا ہے۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ عثم)

ایک مقام پر جناب وحید الزمان صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

۳۔ "....بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ کا قیاس کیونکر ہوسکتا ہے، جو نہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے آنحضرتؐ کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے۔ فتح مکّہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو یہ رائے دی کہ علی، طلحہ اور زبیر کو قتل کر ڈالیں۔ اس کے بعد خواہ مخواہ ظلم اور زبردستی سے مستحق کا حق تلف کر کے خود بلا مشورہ خلیفہ اور حاکم بن بیٹھے۔ ہزارہا صحابہ اور تابعین اور کمل اولیاء اللہ کو قتل کرایا اور زندگی بھر اپنی خطاء پر اصرار کرتے رہے اور اہلِ بیت کے، جنکے جوتوں کے طفیل انہیں یہ عزّت ملی تھی، دشمن بن گئے۔ برسرِ منبر حضرت علی المرتضٰی پر سب وشتم ولعن کرتے رہے اور تمام خطیبوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر خطبہ میں حضرت علی کو برا کہا کریں۔ معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں۔"

انوار اللغۃ، ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸

تحت مادہ عزّ)

تھوڑا سا آگے چل کر اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:

۴۔ "....کسی سچّے مسلمان کا جس میں ایک ذرّہ برابر بھی پیغمبر صاحبؐ

کی محبت ہو، دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف اور توصیف کرے؟ البتہ ہم اہلِ سُنّت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں۔ اس لیے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلم اور قرینِ احتیاط ہے۔ مگر ان کی مدح و ثنا کرنا اور ان کی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت و رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بیباکی ہے، اللہ محفوظ رکھے۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸
تحت مادہ عزب)

نیز "انوار اللغۃ" ہی میں وحید الزمان صاحب نے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص دونوں پر اپنے اندرونی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ظالم اور فاسق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لکھتے ہیں:

۵۔ "..... ہم اہلِ سُنّت اور جماعت معاویہ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ اُن پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ انکو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہے گا تو بخش دے گا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اور جن لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن العاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے، اُنہوں نے غلطی کی۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ صبر)

اسی انوار اللغۃ میں ایک مقام پر حضرت امیر معاویہؓ کے بارے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۶۔ "...... بعضے کم علم لوگ یہ کٹ حجتی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تو حضرت علی سے لڑے پھر جو ان کا حکم ہے وہی معاویہ کا حکم ہوگا۔ ان کا جواب یہ ہے ان تینوں بزرگوں سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی جس سے اُنہوں نے رجوع کیا اور تائب اور شرمندہ ہُوئے، برخلاف معاویہ کے۔ وہ تو مرتے دم تک اہلِ بیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علی کو گالیاں دینے کے لیے تمام خطیبوں کو حکم دیا۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ صبر)

اب ہم آخر میں ایک حوالہ مزید درج کرتے ہیں جس میں ماتم کے ساتھ جناب وحید الزمان صاحب کی گہری عقیدتمندی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"...... اکثر لوگوں نے سال ہجری کا شروع محرم سے رکھا ہے مگر جب سے امام حسینؓ کی شہادت محرم میں ہُوئی یہ مہینہ خوشی کا نہیں رہا مترجم کہتا ہے اگر سب مسلمان مل کر سال کا آغاز ماہ شوال سے کریں، تو بہت مناسب ہوگا اور غرہ شوال سال کا پہلا دن ہو۔ اس دن خوشی کریں، کھائیں پئیں۔ محرم کا مہینہ شہادت کیوجہ سے غم کا مہینہ ہوگیا ہے دوسری قومیں سال کے پہلے دن میں خوشی اور خرمی کرتی ہیں اور مُسلمان روتے پیٹتے اور غم کرتے ہیں۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ عود)

ان مطاعن کے جواب کے لیے ہماری کتاب "مسئلہ اقربا نوازی" کا باب

امیر معاویہؓ دیکھنا مفید ہے۔ مندرجہ بالا مطاعن لے کار روایات سے تجویز کیے گئے ہیں۔ علماء نے اپنے اپنے مقام پر ان کے جوابات درج کردیئے ہیں۔ اسوقت ہم اس چیز کے جواب کے درپے نہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے جناب وحیدالزمان صاحب کے اندرونی نظریات ناظرین کرام خوب توجہ سے سماعت فرمالیں۔

یہ خیالات ان کے معتقدات کو نمایاں کر رہے ہیں کہ یہ بزرگ زندگی کے آخری ایّام میں شیعی نظریات کے حامل ہو گئے تھے اور شیعہ لوگ حضرت فاطمہؓ کو اکلوتی بیٹی کہہ دیں تو ان کو اختیار ہے۔

کتاب وسُنت اور تاریخ اسلامی کا خلاف کرنے میں ان کو کون روک سکتا ہے جو شخص پہلے سُنّی حنفی ہو، پھر کچھ مدّت کے بعد تقلید سے آزاد ہو کر غیر مقلد ہو جائے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ شیعہ نظریات کو اختیار کر لے تو ایسے متلوّن مزاج بزرگ کے بیانات پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو دین و ملّت کے اجماعی مسائل پر استقامت نصیب فرمائے۔

اِختتامی کلمات

کتاب (بناتِ اربعہ) یعنی (چہار صاحبزادیاں)

بحمدہٖ تعالیٰ تمام ہوئی ہے اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان چاروں مقدس خواتین (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے حالاتِ زندگی ایک ترتیب سے ذکر ہوں۔ تمہیدات کے بعد حضرت اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات اور ان کی اولاد کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

اس کے بعد شیعہ اکابرین کی طرف سے تائید ۱۴-۱۵ کتب معتبرہ سے نقل کی ہے پھر ہر ایک صاحبزادی رضہ کے علی الترتیب سوانح حیات درج کئے ہیں۔ ساتھ ساتھ ازالہ شبہات کے عنوانات بھی شامل کئے ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے حالات کے بعد چند ہم مباحث ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد "دفع توہمات" کا عنوان دیدیا ہے۔ جس میں جو قابل جواب شبہات باقی تھے ان کا بھی ازالہ کر دیا ہے اور اس دور میں جو شبہات لوگوں نے پھیلا رکھے ہیں۔ ان کو بعونہٖ تعالیٰ دور کر دیا ہے۔

اپنے سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدس کے مقام و مرتبہ کے بیان کے لئے یہ ایک حقیر سی سعی کی ہے۔ مالک کریم

منظور فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے نفع بخشے۔ اور آخرت میں ان حضرات کی سفارش و شفاعت نصیب فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہٖ و ازواجہٖ و بناتہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ و سلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ
مئی ۱۹۸۴ء

ناچیز دعاجو، محمد نافع عفا اللہ عنہ
(محمدی شریف)
ڈاک خانہ جامعہ محمدی شریف۔ تحصیل چنیوٹ۔ ضلع جھنگ
غربی پنجاب ——— پاکستان

المراجع والمصادر

برائے کتاب

بناتِ اربعۃ

۱۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسف	۱۸۲ھ
۲۔ مسند ابی داؤد الطیالسی	۲۰۳-۲۰۴ھ
۳۔ سیرت لابن ہشام (ابو محمد عبدالملک بن ہشام)	۲۱۸-۲۱۳ھ
۴۔ طبقات ابن سعد (محمد بن سعد)	۲۳۵-۲۳۳ھ
۵۔ نسب قریش للمصعب الزبیری	۲۳۶ھ
۶۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ	۲۴۱ھ
۷۔ کتاب المحبّر (لابی جعفر بغدادی	۲۴۵ھ
۸۔ الصحیح للبخاری (محمد بن اسماعیل)	۲۵۶ھ
۹۔ تاریخ الکبیر للامام البخاری	۲۵۶ھ
۱۰۔ الصحیح للمسلم (مسلم بن حجاج)	۲۶۱-۶۰ھ
۱۱۔ کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن	

سفیان البسوی ۲۷۱-۲۷۰ھ

۱۲۔ ابوداؤد شریف ۲۷۹-۲۷۵ھ

۱۳۔ المعارف، لابن قتیبۃ الدینوری ۲۷۶ھ

۱۴۔ انساب الاشراف للبلاذری (احمد بن یحییٰ) ۲۷۹-۲۷۷ھ

۱۵۔ السنن للنسائی ۳۰۳ھ

۱۶۔ المنتخب من ذیل المذیل لابن جریر الطبری ۳۱۰ھ

۱۷۔ الصحیح لابن حبان ۳۵۴ھ

۱۸۔ کتاب الثقات لابن حبان ۳۵۴

۱۹۔ احکام القرآن للجصاص ۳۷۰ھ

۲۰۔ المستدرک للحاکم ۴۰۵ھ

۲۱۔ حلیۃ الاولیاء (از ابونعیم الاصفہانی) ۴۳۰ھ

۲۲۔ الاستیعاب لابن عبد البر ۴۳۶ھ

۲۳۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ۴۳۶ھ

۲۴۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ۴۵۶ھ

۲۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ۴۵۸ھ

۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۵۸ھ

۲۷۔ المبسوط لشمس الائمہ السرخسی کا ۴۹۰ھ

۲۸۔ شرح السنۃ

(ابومحمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی) ۵۱۶ھ / ۵۱۸ھ

۲۹۔ اسد الغابۃ لابن الاثیر الجزری ۶۳۰ھ

۳۰۔ تفسیر احکام القرآن للقرطبی ۶۷۱ھ

٣١ــــ تهذیب الاسماء واللغات للنواوی ٦٧٦ھ
٣٢ــــ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ٦٩٤ھ
٣٣ــــ مشکوٰۃ المصابیح
للشیخ ولی الدین الخطیب تالیف ٧٣٧ھ
٣٤ــــ سیر اعلام النبلاء للذہبی)
(تاریخ اسلام للذہبی) ٧٤٨ھ
٣٥ــــ زاد المعاد لابن قیم ٧٥٦ھ
٣٦ــــ المنار المنیف لابن قیم ٧٥٦ھ
٣٧ــــ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر
(ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی ٧٠٢-٧٧٤ھ
٣٨ــــ الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ٨٥٢ھ
٣٩ــــ فتح الباری شرح البخاری
لابن حجر العسقلانی ٨٥٢ھ
٤٠ــــ شرح ہدایۃ لبدر الدین العینی ٨٥٥ھ
٤١ــــ سیرۃ حلبیۃ لعلی بن برہان الدین الحلبی ٩٠٠ھ
٤٢ــــ وفاء الوفاء للسمہودی (نور الدین السمہودی ٩١١ھ
٤٣ــــ اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ ٩١١ھ
٤٤ــــ الخصائص الکبریٰ للسیوطیؒ ٩١١ھ
٤٥ــــ تفسیر الدر المنثور للسیوطیؒ ٩١١ھ
٤٦ــــ الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ٩٠٩-٩٧٣ھ
٤٧ــــ کنز العمال لعلی المتقی الہندی ٩٧٥ھ

۴۸ الموضوعات الکبیر لعلی القاری — سنہ ۱۰۱۴ھ

۴۹ شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی (سن تالیف) سنہ ۱۱۱۷ھ

۵۰ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (از شاہ ولی اللہ دہلویؒ) سنہ ۱۱۷۶ھ

۵۱ تحفۂ اثناء عشریہ (از شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سنہ ۱۲۳۹ھ

۵۲ نبراس (شرح شرح عقاید)

(از مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ سنہ ۱۲۳۹ھ

۵۳ منتہی الکلام (از مولانا حیدر علی فیض آبادی سنہ ۱۲۴۷ھ

۵۴ تفسیر للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی) سنہ ۱۲۵۰ھ

۵۵ موضوعات للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی) سنہ ۱۲۵۰ھ

۵۶ روح المعانی۔ سید محمود آلوسی سنہ ۱۲۷۰ھ

۵۷ الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد بن حنبلؒ) (از عبدالرحمان البناء الساعاتی) سنہ ۱۳۵۱ھ

۵۸ تاریخ الخمیس الدیار البکری (الشیخ حسین بن محمد بن الحسن) سنہ ۹۶۰ھ

۵۹ الروض الانف للسہیلی (ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی سنہ ۵۸۱ھ

۶۰ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد

۶۱ تنزیہ الشریعۃ العراق الکنانی

(ابوالحسن علی بن محمد بن العراق الکنانی سنہ ۹۶۳ھ

۶۲ فتح القدیر لابن ہمام (الشیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد سنہ ۸۶۱ھ

۶۳ بدائع الصنائع (از علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی) سنہ ۵۸۷ھ

کتب شیعہ استفادہ نمود

برائے کتاب

بناتِ اربعۃ

۱۔ کتاب سلیم بن قیس الھلالی الکوفی
توفی قریباً ۹۰ھ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

۲۔ تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب
العباسی ۲۵۸/۲۵۶ھ طبع جدید۔ بیروت

۳۔ فرق الشیعہ (از ابو محمد الحسن بن موسی النوبختی)
من علماء القرن الثالث۔ طبع عراق

۴۔ قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی)
من علماء القرن الثالث

۵۔ مع الجعفریات او الاشعثیات
(از ابو علی محمد بن محمد الاشعث الکوفی) طبع ایران

۶۔ اصول کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی۔ ۳۲۹ھ
طبع نول کشور لکھنؤ

۷۔ فروع کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ۔ طبع نول کشور لکھنؤ

۸۔ مروج الذہب،
۹۔ التنبیہ والاشراف للمسعودی الشیعی ۳۴۶ھ
۱۰۔ الامالی، للشیخ الصدوق (ابوجعفر محمد بن علی بن
بابویہ القمی) ۳۸۱ھ طبع ایران
۱۱۔ کتاب الخصال للشیخ الصدوق
(ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی ۳۸۱ھ
۱۲۔ رجال کشی (از شیخ ابوعمرو محمد بن عبد العزیز)
من علماء القرن الرابع
۱۳۔ نہج البلاغۃ، از تالیفات شیخ سید شریف الرضی
ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین ۴۰۴ھ طبع مصر
۱۴۔ تنزیہ الانبیاء — شیخ مرتضی علم الہدیٰ — ۴۰۶ھ
۱۵۔ الارشاد للشیخ المفید (محمد بن النعمان المفید ۴۱۳ھ
۱۶۔ تہذیب الاحکام۔ لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ۴۶۰ھ
۱۷۔ کتاب الاستبصار 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۶۰ھ
۱۸۔ تفسیر مجمع البیان للطبرسی (الشیخ ابوعلی الطبرسی) ۵۴۸ھ
۱۹۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مع ترجمہ فارسی
للشیخ علی بن عیسیٰ اربیلی ۶۸۶ھ تبریز۔ ایران
۲۰۔ الصافی شرح اصول کافی از ملا خلیل القزوینی
تالیف ۱۰۶۴ھ نول کشور۔ لکھنؤ
۲۱۔ حیات القلوب، از ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ نول کشور۔ لکھنؤ
۲۲۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری ۱۱۱۲ھ طبع تبریز۔

۲۳ــــ منتهی المقال لابی علی ۱۲۰۰ھ

۲۴ــــ تنقیح المقال لعبداللہ مامقانی ۱۳۰۰ھ

۲۵ــــ منتہی الآمال للشیخ عباس القمی ۱۳۵۹ھ

۲۶ــــ تحفۃ العوام حاجی حسن بن علی الشیعی

۲۷ــــ منتخب التواریخ از محمد ہاشم الخراسانی ۱۳۵۲ھ

۲۸ــــ بصائر الدرجات للشیخ محمد بن حسن الصفّار ۲۹۰ھ

۲۹ــــ روضات الجنات (محمد باقر مرزا الخوانساری)

تاریخ تالیف ۱۲۸۷ھ

مولانا محمد نافع مدظلہ